



اختلاف ائمہ

اور

حدیث نبوی

# اختلاف ائمہ اور حدیث نبوی

تالیف  
شیخ محمد عوامہ

ترجمہ

علاء الدین جمال  
۱۳۵۱ھ بیت و فقہ دار العلوم زکریا

النادی العربی دارالعلوم زکریا  
جنوبی افریقہ

## مجلہ شرقِ منظر

انتساب انعام اور جنت الہوی

شیخ محمد عواد

علماء الدین مجال

2009

240

الہادی المعرفی، مدار العلوم ذکر یا، جنتی، انفریجہ

انکج۔ ایس آفیت پتھریں۔ 714 پائنی کل

در انکجائی دلی۔ 110002

رقیب: 011-23244240

نام کتاب

مصنف

مترجم

اشاعت

صفحات

ناشر

مطبعہ

## انتساب

اس نبی خاتم سید الانبیاء والور سید البشر

کے نام

جن کی ذات والاصفات پر

نہایت اور انسانیت دونوں کے کمالات

ختم ہیں

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ

وَآتَابَهُ وَسَلَّمَ

ملک کا پتہ:

دارالحدیث روم پتہ

## فہرست

- ۵ ○ عرضِ محترم مولانا حامد الدین رحمان
- ۱۰ ○ پیش لفظ حضرت مولانا شیخ احمد عسکری (رحمۃ اللہ علیہ)
- ۲۲ ○ مقدمہ شیخ انجم از مؤلف
- ۲۳ ○ مقدمہ شیخ دوم چہارم "
- ۳۱ ○ شیخ احمد ریت حضرت مولانا احمد ذکریا کے فرمودہ نگاہ
- ۳۲ ○ شیخ مصطفیٰ احمد از ریت کے کلم سے :
- ۳۸ ○ مقدمہ شیخ اول از مؤلف
- ۴۱ ○ تہجد
- ۴۳ ○ مقدمہ انور کرام کے یہاں حدیث شریف کا مقام
- ۴۷ ○ پہلا سبب حدیث کب قابل عمل ہوتی ہے؟
- ۵۰ ○ پہلا امکان حدیث شریف کے کج ہونے کے بعض شرائط کے بارے میں اختلاف حد
- ۵۲ ○ دوسرا امکان: حدیث سے حدیث تک کو کیا اصل کیا جائے گا؟
- ۵۵ ○ تیسرا امکان: حضور کے ارکان و الفاظ حدیث سے کائنات کی بحالت
- ۵۷ ○ راجعہ دہلی
- ۵۸ ○ مثال اول
- ۶۳ ○ مثال دوم
- ۶۴ ○ مثال سوم
- ۷۱ ○ چوتھا امکان: عربیت کے لحاظ سے حدیث شریف کے حذب کا اعتبار اہمیت کا

- اس سب سے متعلق پچھلے والے دو شہادت ۷۶
- ☆ پہلا شبہ ۷۶
- ☆ دوسرا شبہ ۹۱
- دوسرا سبب انجم حدیث کے اختلاف کے بیان میں ۱۳۷
- تیسرا سبب پچھلے دو شہادوں کی بنا پر انکار کرام کے یہاں اختلاف ۱۶۳
- چوتھا سبب: علما کا اختلاف دھتے کے بارے میں ان کی مطلوبت کی
- دھتے کے نکات سے ۱۸۰
- چھٹے سبب پر وارد ہونے والے تین شہادت ۱۸۸
- ☆ پہلا شبہ ۲۰۳
- ☆ دوسرا شبہ ۲۰۶
- ☆ تیسرا شبہ ۲۱۳
- چوتھا نکات ۲۱۵
- ☆ پہلا خلاف ۲۱۵
- ☆ دوسرا خلاف ۲۱۶
- ☆ تیسرا خلاف ۲۱۸
- ☆ چوتھا خلاف ۲۲۳
- غلام ۲۲۶
- ضمیر (ا) ۲۳۳
- ضمیر (ب) ۲۳۸

مولانا ملاحیہ رحمہ اللہ

## عرض مترجم

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ بِذٰلِکَ اَعْتَمَدْتُ وَفَضَّلْتُ عَلٰی سَائِرِ  
مُتَعَمِّلِیْ وَطَلَبِ اِلَیْهِ وَضَعْتُہٗ وَتَمَلَّکْتُہٗ اَعِیْزًا  
اس کتاب کے ناظرین کی خدمت میں کتاب اور اس کے مصنف کے تعارف اور دور  
حاضر میں اس کتاب کی اہمیت اور ضرورت پر یکجہ روئی لانے کی خاطر یہ چند سطور لکھ بنی  
جاری ہیں۔

جس امر کی کتاب "آثر التحلیث الشریف فی الخلاف الائمة للفقہاء رضی  
اللہ عنہم" کا اردو تراجم آپ کے ہاتھوں میں ہے یہ حدیث منورہ کے مشہور تفسیر عالم اور  
نور کے نقیبہ انتیجہ محمد عوام مدظلہ کی تالیف ہے، جن کا شمار معروف محدث اور مفتی علامہ  
عبد القادر اعظمی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اہل خلافت میں ہوتا ہے۔ استاد اور شاگردوں کا  
بہر ائمہ دار سے اکابر سے گہرا تعلق عقیدت کی حد تک پایا جاتا ہے، کتاب میں جاہل ہمارے  
شیخ اور استاد محترم صدر العصر حضرت مولانا محمد علی صاحب دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور درباری ہونے کی  
معروف شرح "معارف المسنن" اور حضرت مولانا حفصہ احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تالیف  
"اعلام العسلی" کے حوالے اس تعلق کی گواہی دیتے ہیں۔ یہ کتاب ہر اصل قرآن و سنت  
کی روشنی میں تدوین افکار اور مجتہدین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی کتاب و سنت سے مسائل کے  
استنباط و طریق استدلال اور اس سلسلہ میں ان کی مساعی جمیلہ کی بھرپور تصویر ہے۔  
حقوق میں علما نے امت کی ان قابل قدر دہر بار آور کلمات کو عشقوں کی نصیحت کو ختم یا کم کرنے  
کی ہر دہانے میں نہ کام چلی کی گئی ہے۔

اس زمانے میں بھی مسلمانوں کے بعض طرف سے محدودے چند فقہی مسائل کے بارے میں قرآن و سنت سے تصادم یا اختلاف کے سبب بہادر شہادت میں مبتلا نظر آتے ہیں۔ کتاب کے مؤلف مدظلہ نے ان شہادت کے ازالے کی ایک کامیاب کوشش کی ہے۔ مؤلف موصوف قرآن و سنت، فقہ اصول فقہ اور حدیث میں قابل دلف مہارت و صلاحیت رکھتے ہیں اور حدیث کی تشریح اور اجتہاد میں کمال کفایت کے سبب یہ ان کی بکھر بکھر گہری اور عقل ہے۔ اس کتاب کے علاوہ ان کی دیگر تصنیفات بھی علمی حلقہ کار کا اہم حصہ تھیں ہیں، جن میں "طب الاحیاء" ہی مسائل العلم والفقہ، "الانساب" للسمعانی میں قول حرف الصادق (آخر حرف العزم) "تقريب التہذیب للحافظ ابن حجر مع مقلدہ" نامی مؤلفہ و تراجم و "الکشاف" للذہبی مع حاشیہ سبط ابن العسیمی مع مقلدات و ائمة و دراسة فلفیة لکتبر من تراجمہ، "المصنف الامام ابن کثیر اور دیگر معرکۃ الامام و مقلدات کے سلسلے میں علمائے وقت سے خارج تھیں وصول کرتے آئے ہیں۔ موجودہ کتاب کے لیے حضرت شیخ الحدیث مولانا ذکریا صاحب رحمۃ اللہ اور مولانا سید الرحمن صاحب عظمیٰ رحمۃ اللہ کی تادیبی و علمی کوششیں ذکر کرتے ہوئے کتاب میں آپ کا نام بھی ہے۔ اس کتاب کے مقصد کو مستحضر ہونے کے لیے بہت کافی ہے، اس کتاب میں ان کا اعتماد بیکامیوں میں ہے کہ حدیث، احمد حدیث، روایات حدیث اور احادیث فقہاء کے بارے میں اپنی اہم اور وقتی معلومات و معتمد اور مستند مآخذ سے نقل کرنے اور مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر اصولی طور پر سیر حاصل کر کے نئے بعد اس پروری بحث کا خاصہ چند سطروں میں بیان کر دیتے ہیں۔ اس کتاب کی اصل فرض کو مؤلف کے ساتھ اور مضر کو حدیث و ملامت صوفی اور علماء نے اپنی تقریر میں بیکامیوں میں بیان کیا ہے کہ "مصفی اپنی اس کتاب کے بارے میں روایت اور روایت کے دو بیان اور روایت الفاظ حدیث اور اس کے معنی اور ملامت کے درمیان ایک نئی تعمیر کرنا چاہتے ہیں۔" فقہائے امت کے اختلافات جو ایک یا دو پر امر اور فطری ضرورت ہے، کے متعلق سے جو مسرات ہے بنیاد و امام و شہادت کا ذکر ہے، اگر ان کے بیان کردہ دلائل میں اختلاف اور فیہ جامہ ہادی سے اور اگر کسی دوسرے فرمایا تو کچھ ہونے لگے کہ وہ اپنی اجتہاد

پہنچا نہ ہو بلکہ چھوڑ کر اجتہاد کی راہ اختیار کر لیں اور امت کی وحدت اور اتفاق کے سلسلے میں قابل دلف کردار بنانے کے لیے ہندو یا مسلمانوں کے مصلحتوں کا جوہر ہوں۔

مخبرم نے اس کتاب کی اہمیت اور افادیت کے پیش نظر کتاب کے مؤلف قطبیت اشیر محمد عباس صاحب برکات مدظلہ سے اس کو عربی سے اردو کے قالب میں ڈالنے کی اجازت طلب کی تو قابل موصوف نے انتہائی شفقت اور مہمت کا معاملہ فرمایا اور میرے ایک وید پر بھی اردو میں دوسرا بھی محترم منتفی ہوا ان مہاس صاحب مدظلہ کے ذریعے دینے مشورہ سے کتاب کا نسخہ ارسال فرمایا اور ترجمہ کرنے کی بخوشی اجازت مرحمت فرمائی۔

برادر محترم مولانا عبد القدوس صاحب قاضی خیر النبی مدظلہ العالی (استاذ الادب العربی) کے اہل و کمال فکر کن الفاظ میں اردو کر دیا، جنہوں نے اس عاجز کو اس قدر کتاب کے ترجمہ کی تہذیب دی، بخیر و فکر کے نگار کے لیے مہارت اور تقویٰ کی تعمیر کا معجزانہ حربہ دکھائی دے کر رہا ہے۔

اسیچہ والد محترم حاجی جمال الدین صاحب زید مجدد و مدظلہ کے تذکرہ کے بغیر یہ کتاب مکمل نہ کی جاتی اس قابل پر گرم و محبت و دعا و استعاذت و اہل و احباب اور اہل نظر التکلیف و مدظلہ نے خیر کی برکات سے شہد و درجہ مستغنی ہوتا رہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ واریج میں ان کی ان محالیت اور انشاء کا اجر و اجر و عطا فرمائے اور ان کا ہر کتہ ساری تادیب و ہمارے سروں پر قائم رکھے جن کی دعاؤں کے شکیں اس قابل اور کدہ و فرائض کو یہ سعادت نصیب ہوئی۔ آمین و ادب و احسان۔

اس موقع پر اسچند مدظلہ سے برادر محترم قطبیت اشیر محمد عباس صاحب مدظلہ العالی مدظلہ کا ذکر کیا کہ وہ دل سے شکر ہے اور اس کے بغیر نہیں رہ سکتا جنہوں نے اس کتاب کے ترجمہ کے دوران ہر قسم کے عقابوں سے بچی کر لیں فرمایا اور اس ترجمہ پر تخریج کا اضافہ کر کے مولانا احسان فرمایا (و قد رحمہم اللہ تعالیٰ احسن الاحرار و الفضلین)۔

ملاحظہ:

کتاب کے ترجمہ میں شیخ الفقیہین کی مہارت و حریصی کی طرف سے وضاحت ہے۔

## مترجم کا مختصر تعارف:

میر سید الدین مخدوم کی پیدائش افغانستان کے شہر قندھار میں ہوئی۔ علمی قابلیت میں فطرتاً ہی ان کی شان و جاہ روشن سے متعلق ہے۔ پاکستان بننے سے پہلے پہلے پاکستان اور افغانستان کی سرحد پر واقع پاکستان کے علاقہ بلوچستان کے ٹھٹھہ میں ان کی آمد کی تہوار کے سلسلہ میں مقیم رہے اور پھر بمبئی کے اور رہے۔ پھر پیدائش ۱۹۳۲ء کو پاکستان میں ہوئی۔ پاکستان بننے کے بعد پھر میر سید الدین صاحب تہوار کے سلسلہ میں کراچی منتقل ہوئے، اس وقت پھر ہی امرتسر یا سوات یا آخر پریس کی تھی۔ پھر جی پی تعلیم کی ابتدا دارالعلوم تانکہ داڑہ کراچی سے ہوئی، جس کے بانی مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد رفیع نورانی تھے۔ دارالعلوم میں پھر سے ان تین استاد حضرت مولانا بدیع الزماں صاحب دسر اللہ تعالیٰ تھے۔ جب دارالعلوم تانکہ داڑہ مشرفی گئے منتقل ہوا تو اس جا چلے گئے اور ان کی کتابوں کے لیے حضرت مولانا محمد عیسیٰ عسکری دسر اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ سرعہ عربیہ اسلامیہ نوٹاؤں میں داخلہ لیا، پھر دارالعلوم اسلامیہ جامعہ محمد عیسیٰ عسکری نوٹاؤں کے نام سے مشہور اور معروف ہے۔ دسر اللہ میں ابتدائی درجات کے علاوہ اکابر اسلام تھے، ہمارے تانکہ داڑہ کے بعض مہتمموں نے بھی یہاں داخلہ لیا جن میں مولانا صاحب اللہ علیہ السلام دسر اللہ تعالیٰ بھی تھے۔

ہمارے دور میں عالمی عہد اللہ صاحب مولانا غلام طویل مولانا ابراہیم الحق اور عبدالصمد صاحبزادہ مولانا محمد رشید نورانی قابل ذکر ہیں۔ ان حضرات کا انتقال ہو چکی ہے جو گویا اور عالمی عہد اللہ کی مدینہ منورہ میں اشکال فرما گئے اور جنت البقیع میں دفن ہو گئے۔ حضرت مفتی ولی حسن صاحب اور مولانا بدیع الزماں صاحب دسر اللہ بھی تانکہ داڑہ سے یہاں منتقل ہوئے۔ یہ قدرے کا وقت ان کی زمانہ تھو کوئی درس کاؤ تھی، مسجد بھی باجمل تھی، ان کے دور و دراز سے علماء محدث تانکہ تھے، ان میں سے ایک تھے۔ اس زمانے میں حضرت شیخ الحدیث کے آفریقہ کی شاگرد مولانا عزیز گل صاحب کی زیارت دسر میں ہوئی جن کے چھوٹے بھائی مولانا بدیع گل صاحب دسر اللہ دسر میں حدیث کے استاد تھے اور مولانا غلام اللہ صاحب پشاور دسر اللہ حضرت مولانا نورانی دسر اللہ کے ساتھ ہی گرواں

میں دارالافتاء کے دونوں بزرگ رہا کرتے تھے۔ مفتی احمد الرحمن صاحب کے بڑے بھائی مولانا یحییٰ الرحمن صاحب دسر اللہ قائم دارالافتاء تھے۔

اس زمانہ میں ان کی سلسلہ چاری کے صاحب کی بری ایک مطلق رہا، وہ بارہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ مبارک سلسلہ جو از ۱۳۹۹ھ میں حضرت مولانا نور اللہ مرقدہ سے بخاری بننے کی سعادت نصیب ہوئی اور اسی سال سفر طائف طے کرنے کے بعد حضرت مولانا مولانا مولانا کے علم سے بلوچستان میں تدریس کی ابتدا ہوئی۔ چند برس مختلف مدارس میں یہ چلے گئے کے بعد ۱۴۰۰ھ میں سعودی عرب مکہ المنکرہ کے مدرسہ سولہ میں تقریر ہوا اور ۱۴۰۱ھ میں سادات ائمہ اربعہ کے مسجد اسلامی "دارالعلوم ذکر" میں تدریس کی ابتدا کی اور اس وقت تک ان کے مدرسہ میں اہل احوال کے ساتھ تعلیم ہوں۔

اس کتاب کے ترجمہ کے دوران میر ۲۱ سال بیتا اور کئی عرصہ ۲۰۰۰ میں دورہ حدیث کے سلاذاتقان میں دوم آیا، جلسہ تقسیم استاد سے ایک رات قبل اپنے شیخ صاحبین اکرام سمیعی، امیرانہم اور عیسیٰ عسکری کے حاضر میں جاں بحق ہوا۔ جلسہ تقسیم استاد کے روز گھر میں چار جنازہ سے گئے ہوئے تھے۔

رحمہ اللہ رب العالمین

احمد علی دسر اللہ صاحب میر سے بری باندھی گئی اور ستر لڑکیاں سے بھی مجھے اپنی گویا، بنی اللہ ما اصدقہ واللہ ما اعطی وکل عہدہ داخل مستفی، والحمد للہ علی کل حال، اما اللہ واما الیہ راجعون۔

دریں جگہ کہ بیمار دس سال ام آفراس است

زمانہ جام بدست و جنازہ برداش است

اللہ تعالیٰ ان چاروں اور تمام اہمیت کی عظمت فرمائے اور سب مسلمانوں کو حسن ظان کی سعادت نصیب فرمائے۔ وصلى الله تعالى على سيدنا محمد وعلى آله واصحابه اجمعين، رحمتهن ورحمتهم۔

کتبہ عبداللہ بن عباسی دسر اللہ تعالیٰ مد

شب بدست ۱۴۰۲ھ مطابق ۲۰۲۱ء



حضرت مولانا مفتی محمد صالحی  
مفتی اعظم دارالعلوم دکن، انیسویں صدی عریضہ

ہو ہے۔ ان تمام امور کی قانونی تکلیف حدیث کے بغیر سرے سے ممکن ہی نہیں ہے۔ صرف قرآن کریم کو مانتے ہوئے کھانے کا مطلب اسلامی شریعت کا اصول و دوازے میں داخل کر دینا ہے۔ لیکن جہاں تک قرآن کریم کا سوال ہے قرآن صرف اصولی ہدایات پر مشتمل ہے۔ ان اصولی ہدایات کی تفصیل و تشریح اور تفصیلی وضاحتیں حدیث کے ذریعہ ہی کی جیں گی۔ اسی لیے اسلام کی پوری تاریخ میں حدیث کی حیثیت کو کبھی باضابطہ بحث کا موضوع نہیں بنایا گیا۔ پس علماء و ائمہ کے طور پر بعض افراد کا رویہ یہ ہے۔ اصل مسئلہ والجماعت میں سے کسی بھی جماعت کا کیا مطلب نہیں رہا۔

یہ صورت حال بالکل نئی ہے کہ حدیث کی حیثیت سے انکار کرتے ہوئے صرف قرآن کریم کو مانتے ہوئے کھانے کی بات کہی جائے۔ بعد ازاں میں اس شخص سے اہل قرآن یا مسکین حدیث کا فرقہ ظہور ہوا۔ مہذب پتھر اٹھ کر اس فرقے کا پتھر اٹھو کیا جاتا ہے۔ لیکن کلام اللہ پر وہ اسلام پر ہی چڑھ چکی ہے، لہذا عوامی و دانشور کی فلاح کے لیے سر اٹھانا بیوقوفانے اس طریقہ انکار و نفی حدیث کو آگے بڑھایا۔ بعد ازاں کے علماء و ائمہ و اسی اور ۱۹ ویں صدی میں حدیث کی حیثیت سے انکار کرنے والے تمام کمال میں مصر سرگروسٹ ہے۔ اور آج یہاں اپنے لوگوں کی کھوپ کی کھوپ پیرا ہو رہی ہے۔ اس وقت عرب و غم کے سماج میں حدیث حدیث کا لٹا کر کے دلوں میں ایک جماعت قرآن لوگوں کی ہے جو اسلامی شریعت دیکھنے اور اسلام کے حوالے سے ہی حدیث کے قول یا انکار کو بحث کا موضوع بناتے ہیں۔ بلکہ دوسری جماعت اصلاً مطلب کی یہ وہ وہ مطلب کے ساتھ وہ داروں اور کارخانوں میں اصلاً وہ لکھو واریج دیکھنے والے مستشرقین پر مشتمل ہے۔ سو لکھو دور کے لیے یہ باطل بھی جماعت ہے۔ یہ جماعت جو اسلام کو لٹا دینے سے انکار دینے کے لیے بلا سے بلا ہے دیکھوں اور مصروفوں پر کاموں میں دن رات مشغول ہے، اسلام کے اصول و اساسیات میں شک و گمان نہ پیدا کرنے والے اعلیٰ اسلام کی خواہش رکھ رہی ہے۔ اس وقت خاص طور پر پچھلے آٹھ سو سالوں سے اسلام سے حلقہ ساری گفتگو اسلامی شریعت پر مرکوز ہے۔ کوشش یہ کی جا رہی ہے کہ (لغوہ پتھر ایسے اسلام کو تھوڑا کر دیا جائے جو ممکن "روحانیت" "پہنکی ہو" "شریعت" "پہنکی ہو" کیوں کہ ان کی فکر میں ساری مطلق حدیث کے تصور کی ہی پیداوار ہیں۔ اس لیے اس شخص سے اصل

لکھنے پر اسلام کا حلالی مانتے اور انکار ہے۔ کیوں کہ اس کو نظر انداز کر دینے کی صورت میں شریعت کا کوئی مانتے ہوئے رہا ہی نہیں رہ سکتا۔

### تدوین حدیث

تدوین حدیث کے موضوع پر مقالے چھپ چکی ہیں بہت سی کتابیں لکھی ہیں، یہ موضوع اس لیے نہایت اہم و اہل علم کی توجہ کا مستحق ہے کہ حدیث سے حلقہ علماء و ائمہ نے دلوں کو خراب وہ اسلام سے نفرت رکھنے والوں پر پورے پورے کالج محصور و محنت دیکھنے والے تمام کام کو حل و فریب دینے کا موقع مل جاتا ہے۔ مانتین حدیث پر بار بار کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کیا کدوں کدوں اور محو کرنے کا کام کیا جاتا ہے۔ ایسے لوگ بعض صحابہ و مہد و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس موضوع سے حلقہ مصافحت کی روایات کو نقل کرتے ہیں اور اس پر اپنے تقریریں انکار حدیث یا نفی حدیث کی حمایت قیصر کرتے ہیں۔ حضرت حدیث کے مسئلہ میں اسلاف کا چار نامہ مطہر مذہبی حلقوں میں لکھنے کے قابل ہے کہ انہوں نے جہاں اور پہلوئوں سے حدیث کی اصل حیثیت کو داغ کرنے کی کوشش کی وہ ہیں انہوں نے حدیث کی تدوین کے حوالے سے تمام ضروری اور اہم تصنیفات کا بیج کر کے اصحاب بصیرت کے لیے رش و ہانچ کر دیں انہوں نے۔ حقیقت یہ ہے کہ نہ نبوی و نہ ائمہ اہل عہد خلافت و راشدہ میں حدیث کی کتابت کی اہمیت کی ایک بڑی مثال ہے چار ہزار سال کا کتب خانہ جو یہ آیت قرآنی یا ہم خلافت و ہانچ کر دیں کیوں کہ اس وقت تک قرآن کریم مدون و منقذ نہیں ہوا تھا۔ حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے متعلق حدیث جس میں کتابت حدیث سے منع کیا گیا ہے، واضح طور پر اس مسئلہ پر مبنی تھا وہ اسی خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے لکھی جاتی تھی مروی ہیں جن میں کتابت حدیث کا ہر مذہب کی ہے۔ چار ہزار سال سے حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ ایک انصاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے حاشیہ کی کڑوی کی حفاظت کی تو آپ نے فرمایا: **مَنْ حَفِظَ مِنْكَ** یعنی اسے لکھو لا تفرق یا صاحب باطن ۹۵: ۲۱

اسی طرح حضرت انس سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: **اَلْعِلْمُ اَلْاَعْلَمُ** والکتاب افضل





اہم اور تعلیمی خدمات اہم ہوتی ہیں اس کے اختلاف کی ایک جھلک علامہ رشید رضا مصری کی دارالعلوم عربیہ میں لکھی گئی تقریر میں نظر آتی ہے۔ کہ وہ ماہ تعلیمات کثرت، فصیح عربی میں کسی کی ہیں جس کے سبب اس کا کام کو حکم کے طلبہ و طلباء کو اہم اور عرب کے عام و خاص خواہد تعلقات اور طلبہ کو کچھ اور اس کے انتظامی مفید کام کرتے آئے۔

### فقہی اشکاف اور حدیث

یہ ایک مسئلہ حقیقت ہے کہ حدیث میں کام نے اہل حدیث نبوی کی تحقیق و جستجو اور اس کے قواعد و مستند میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا لیکن اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ حدیث کی قرین و تحقیق و تصدیق، بکراہی کو چھوڑنا کہ حدیث کو کچھ نہیں اور ضعیف قرار دینا ایک اجتہادی معاملہ ہے۔ جس میں اشکاف کا پورا پورا نظریہ دینی ہے نہ کہ کوئی۔ اشکاف کا یہ مسئلہ ضرور صحابہ کرام کے درمیان حضور ﷺ کے عہد میں بھی ہوتا ہے۔ جو تابعین اور تابع تابعین تک متعلق ہوا اس فقہی اشکاف میں حدیث کا کردار نمایاں اور اہم رہا۔ ان حضرات اور بعد کے فقہاء کے درمیان جو بھی فقہی اشکاف ہوتا ہے، مخصوصا جہاں دینی مسائل پر اور احادیث یا اپنے خیال کی کچھ رکھنا ضرور ہوگی۔ اس وجہ سے امام ابوحنیفہ اور دوسرے فقہاء کے بارے میں آج سے کہہ سکتے ہیں کہ ان کے علم اور اس کے مسائل کے کلام میں کئی رائے قابل قبول و قابل اختیار تھیں۔ علمائے اس فقہی اشکاف کی نوعیت اور حقیقت اور اسباب کی وضاحت کے لیے بھی کتابیں لکھی ہیں جس کا مقصد بھی ہے کہ اس فقہی اشکاف کو بعد کے لوگ "ماہد سید" اور "محدثات" اور "محدثات" کا درجہ نہ دیں۔ فقہائے علم کی اس وضاحت کے بارے میں (محققین کا اعلان) اور حدیث نبوی کی دلالت بخامی، بالغ نظری اور گمانہ شریعت پر بحث نظر دینے سے پہلے حقیقی اور شریعت کی حفاظت کا کام کے بعد چار تاریخ کا ایک بے مثال واقعہ ہے کہ کوئی بدعتی کا کلام نہ جانے اس موضوع پر شیخ الاسلام ابن عبد البر اندلیکی خیرہ آثار کی کتاب "رفع السلام عن الامم" الاصلام سے کون واقف نہیں ہوگا۔ حضرت شہداء علی علیہ السلام نے بھی اپنی کتابوں میں اس موضوع پر بحث نہ کی کہ خود اس پر اپنی مستقل کتاب "الاہداف فی سبب الاختلاف" کے نام سے لکھ کر رکھی۔

اس فقہی اشکاف کے مخصوص اسباب ہیں:

- ۱۔ براہ کلام ایک حدیث کی عالم کو پہنچتی ہے، دوسرے عالم تک نہیں پہنچتی ہوتی۔
  - ۲۔ ایک حدیث کو کسی عالم نے دیکھ کر قبول کیا تو کسی نے احتیاج پر اور کسی نے اہانت پر، اس کی وجہ سے مسائل میں اختلاف ہوتا ایک عام بات ہے۔
  - ۳۔ کبھی دینی کا اقل حدیث میں وہم بھی اشکاف کا سبب بنتا ہے۔ جتنا کسی راوی نے حضور ﷺ کے نزدیک کے اس کیسے جگہ کو اس میں نقل کیا تو کسی نے تصحیح اور کسی نے غلطی۔
  - ۴۔ اسباب دینی کی تفسیر میں اختلاف بھی اس کا سبب بنتا ہے۔ جتنا احتیاج میں اختلاف قبیلہ کی مراعات کی سطح امام ابوحنیفہ نے احترام قبیلہ قرار دیا۔ امام شافعی نے یہ کہاں کی وجہ سے اپنے دوسرے مسائل نماز میں کے ان کا سامنا کیا چاہی ہوگا۔
  - ۵۔ لفظ مشرک کے معنی کی تفسیر میں اختلاف تھا کہ وہ امام ابوحنیفہ نے بعض پر وہ امام شافعی نے طبرہ پر مبنی کیا۔
  - ۶۔ حدیث کی بعض اقسام کے قول و رد میں اصولی اشکاف بھی اس کا سبب بنتا ہے جتنا اسرسل روایات امام ابوحنیفہ و امام مالک کے نزدیک صحیح ہیں امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک نہیں۔
  - ۷۔ بعض روایات کی ترجیح میں اختلاف جتنا امام ابوحنیفہ نے رفع یدین کے مسئلہ میں امام مسعودی کی حدیث کو امام مالک نے انہیں امری روایت کو ترجیح دیا۔ امام ابوحنیفہ نے اچھے راویوں پر مشتمل حدیث کو زیادہ اہمیت دی امام مالک راوی نے کم واسطہ دی سنو کہ مقدم رکھا۔ اور یہ سبب صحابہ کی سنت ہے۔
  - ۸۔ براہ کلام ایک روایت منحصر ہوتی ہے، دوسری تابع نہیں ان میں سے کون سا قول اصل آپ ﷺ سے پہلے صادر ہوا اور کون سا بعد میں۔ لیکن تابع و منسوخ کی تفسیر میں اختلاف پیدا ہوا ہے، اور فقہی نقطہ نظر اس کا اثر چار ایک دیکھا جا رہا ہے۔
- اسی طرح ان تمام اشکاف کے باوجود ان حضرات میں جنگ و جدال اور اختلاف پیدا کرنے کی نیت نہیں ہوتی تھی۔ ایک دوسرے کے پیچھے نہ اپنی عام طور پر جائز گفتگو کرتے تھے۔ کاش آج کے مسلمان بھی ایسی رسالتی اور قسح کا مظاہرہ کریں تو بہت سے اشکاف مٹا دیں اور حدیث میں

فی زمانہ ایک عہد اس نوع کا پانچواں ہے جو برعکس اس بات کا پروچاندہ کرتے ہیں  
مصروف ہے کہ نہ وقت کے انکسار کی بہت بڑی تعداد مضیقہ بڑھاتی ہے۔ یہ غلطی اور  
کراتے میں مصروف ہے کہ جو نہ ان اصول و ضوابط کے مطابق جوہر میں چلے جائے اور نہ کمری ارتقی  
میں وہ قابل استحصال اور ان کی حیات میں اپنی فضا میں۔ حالانکہ یہ بھی ممکن ہے۔ فضا اور اس کرم  
نے خواہاں اعلیٰ درجہ آجاتے کہ نہ کرنا مستحکم انکسار کے اصول و ضابطہ کے۔ ان اصولوں کو اکثر  
اندا کر دینا کسی بھی طرح میں اعلیٰ درجہ کے مطابق نہیں ہے۔

بہر حال ان تمام باتوں پر غور کیا جاتا ہے اس میں سے جو باتیں کامیاب رہتی ہیں ان سے استفادہ کیا جاتا ہے۔ لیکن اس استفادہ کی بنیاد پر حق و عدالت کی لحاظ سے عملی اصلاحات نظر کیا جاسکتے ہیں۔ جیسا کہ عدالت کے حکمران کرتے ہیں۔ عدالت ہی عمل میں نہیں سکتا۔ وہ ایک اسلامی یا ملکی سطح پر عملی سطح پر انصاف کو ضروری قرار دے کر عدالت میں آگے بڑھتا ہے۔ دوسرے عدالت کی عدالت کو ناقابل استعمال قرار دیا جاتا ہے۔ عدالت چاہیے کہ عدالت کی صورت میں اصلاحات متعلقہ کمانڈ کی پہچان کو ایک عملی طور پر ممکن ہے جیسا کہ حکمران کو متعلقہ قسوں کی اصلاحات میں ملے۔

۱۵۱۱ء تا ۱۵۱۲ء

[illegible]

انسان کے ہر کتاب میں غصہ و حسرت سے تالیف کی ہے وہ بلاشبہ ایک اہم شے ہے۔

انہیں اس راوی سے منسلک بیفتاؤں کے نتیجے میں جو کوئی کرب و بلا سے برداشت کرنا چاہی وہ شعلہ کی صورت اور صلہ اور بد رشت کے تعلق سے ان کے شغف اور انگلی پر ناچا دل ہے۔

[illegible]

بصرے کے لیے تہہ اور اس کی حفاظت پر بھی باعث مسرت ہے کہ وہ سال تک جب شیخ صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ کے درگاہ و محفلین اور شاگردوں و پیروں متبعین نے ان کی عمر کی مے بہاریں گزارنے پر یہ فیصلہ کیا کہ شیخ کی تاریخ ساز و مجدد آخری شخصیت اور عظیم و باقاری دولت کے معجزانہ شخصیت کے طور پر علامت و حضوری پر مشتمل ایک کتاب کی شکل میں ایک نواصورت ذرا تھانہ شخصیت و محبت پیش کیا جائے۔ اس موقع پر تمام کو اس سعادت میں حصہ لینے کا موقع ملے گا۔

قرآن کے اپنے مضمون میں شیخ نے ان کی انصاف پسندی کے ترغیبیں اور ان کی اخلاقیات کا وعدہ کیا تھا۔ دوست کتاب پس جاننے کے بعد کی پہلی کڑی ہے جسے یہ کہ اگرچہ غرضی ہو رہی ہے۔

دعا ہے کہ اہل حقانی کی مناسبت و معترجم کو اس سبب کی حمایت و ترغیب کی بجائے ہجرت سے  
جائزہ فرمائے اور اسے از حد اعتدال آگے لے جائے اور اللہ کی تعالیٰ دارالعلوم و کتب میں اس کی  
محبت و شرافت میں بغیاضی کروا دے اس کے کام میں ہر شخص اور سبھی کی مدد فرمائے اور اسے  
محبت و عقوبت سے لے کر اسے (آمین یا رب العالمین)

## مقدمہ طبع پنجم

الحمد لله رب العالمین و سلام علی عباده الذین اصطفی و خاصۃ منهم  
نبیاً و سیدنا محمداً المصطفی، علیہ صلوات اللہ و تسلیما۔ و بعد:  
پا رہے کہ "اثر اللہ فی الشریعہ" کا یہ پانچواں نمبر ہے جس سے پیشتر اربعہ نمبر  
کے بعد کتابت کی گئی اور بعض تصحیحات کے اضافہ پر مشتمل ہے۔ جن کو میں نے مندرجہ اور  
مقام کی اہمیت کے پیش نظر قابل ملاحظہ سمجھا۔ اثر خدائی سے اس کی روشنی اور سیدگی رگوں کی  
توفیق کی دعا کرتا ہوں، بے شک وہی خیر اور شہداء ہدایت کی راہ نمائی فرماتے ہیں۔

کتبہ محمد امجد

المکتبۃ المسلمونہ ۲۰۰۶ء مارچ ۱۳۲۸ھ

بسم اللہ

## مقدمہ طبع دوم و چہارم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ اَللّٰہُمَّ بِرَحْمَتِکَ اَتُوْنَا اَمْرًا یَنْفَعُنَا فِیْ دِیْنِنَا وَ دُنْیَانَا وَ اٰخِرَتِنَا  
نَعْرِ مِنْ کُلِّ مَرَضٍ یُّرَاقِبُکُمْ عَلَیْہِ اَنْتَ تَعْلَمُوْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَنْتَ تَعْلَمُوْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَنْتَ تَعْلَمُوْنَ اَمَّا بَعْدُ  
فَاَنْتَ تَعْلَمُوْنَ اَمَّا بَعْدُ

ترجمہ: تمام مریضوں کو کھلے ہیں جو آپ کے ہمارے ہمارے ہیں جس کا حکم  
ہے کہ سب کو شفا و برکت میں سے ان کا ایک حصہ کہہ دے اگر یہ دیکھیں کہ کفر  
کا کیا کیا دھڑلہ نہ کہ کھلے کفر ان کی طرف سے ہے۔ (در تفسیر حدیث)

اور بعد سلام و دوایں کا طریقہ کے سرور اللہ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو ان کی  
ہیں ان آپ نے فرمایا "ہر پچھلے گزرا ہونے والے سے یہ علم نصف ہو رہا ہے اور لوگ ہی حاصل  
کر چکے ہیں گے اور انسان کی حالت یہ ہو گئی ہے کہ اس نے دلوں کی تحریف اور جانوں  
اور سامانہ و بیعت کے کھسوں کی دھوکا دہانہ و غارت گاہوں سے دور ہونے کی گئی ہے۔" (۱)  
فرمایا ہے کہ "اثر اللہ فی الشریعہ" کتاب دوم اور اچھے نمبر (۲) ہے۔ عمرہ منورہ سے سابقہ  
ایک نمبر کے قلم ہو جانے اور اس کی دوبارہ فکر و اشاعت پر شہداء اصرار کے باعث کاروائی

(۱) اگر کسی کو صحت حاصل ہے تو کہہ دے کہ اس کی صحت حاصل ہے اور وہ اس کے اثر سے فائدہ لے رہا ہے۔  
نام ہو جو عمل و سرگرمی سے اس کو صحت کی گنجائش ہے، اور انہوں نے کہا کہ اس کے مطالعہ کا اثر قبول  
ہونے سے صحت ہے اور اس کے اثر سے صحت کا مطالعہ اس کو صحت ہے۔ (۲) نام دوم صحت کی برکتیں۔

(۲) کتاب فی آثار اللہ فی الشریعہ کا یہ نمبر اس کتاب کے اثر سے فائدہ لے رہا ہے اور اس کا یہ کتاب  
کے اثر سے فائدہ لے رہا ہے۔

کرام کی خدمت میں اس کتاب کو پیش کیا جا رہا ہے۔

ان صفحات کے فارغیہ کو معلوم ہے کہ ان میں ذمہ دہت موضوع پر احساس ہے اور ایضاً کا حامل ہیں۔

اس کتاب کے چھ حصوں میں محتاج امور دست کرنے والے دلوں فریق پائے جاتے ہیں۔

ولا تسمع الکلام من من کل جانب

ولا من من خلفک ولا من (۱)

یعنی ہر طرف سے آنے والی باتوں پر کان نہ دھریے، ایسا ہونا گزیر ہے کہ کوئی آپ کی خاموشی کی سزا کوئی دہشت۔

لیکن میرے اہل بیت کے لئے ایسی کافی ہے کہ میں نے اپنے خلیفہ مہاجر میں ملک و ملک کے مآذ کا دفاع کیا ہے اور جو ان نسل کے دلوں میں دین کا صحیح نقطہ نظر رائج کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ ان کے دلوں سے دین اور شریعت کے بارے میں ان شبہات کے کٹاؤں سے جان بچیں کہ ان دلوں، جو علم و تربیت اور صحیح رہنمائی سے عاری ماحول کے اثرات کے نتیجے میں اپنی پاکیزگی و شہادت اور پریشانی میں مبتلا رہے ہیں۔ ایسے لوگوں جو سیاست، معیشت اور فکری طاقت اور بحث سے محاسن اور مہم وادب سے محروم معاشرے میں پلنے والے اور نہاد آزادی کو انفرنگانہ دلوں سے متاثر ہوئے بغیر درہ تکتے۔ جو جدت پسندی اور آزادی کے جہان میں ایسے بے گام ہو گئے کہ وہ اپنی مصلحت میں درامداری ان کا تعجب و شہادہت مطلق بن گیا اور علم و معارف کے کوئی عام معروف اور عجیبہ و غریب سے شروع اور بقاوت کرنے والوں کو "مرد ملت و دینی اسلام" سمجھے ہوئے عقائد سے نوازا کر ان کے طوحریت کو ثابت کرنے کے لیے بے بنیاد دعوے قرائے گئے (۲) جب کہ (اس وقت آپ کے زیر مطالعہ) ان صفحات نے علم و فضل کی حامل

(۱) پر احمد اور فہرہ فہرہ نبوی ص ۱۱۱ تا ۱۱۲ اور ۱۱۳ تا ۱۱۴ کے خارج ہے۔

(۲) یہاں دینی صورت و عمل میں رہائی سے کسی حد تک اس پر صبر کرنا اہل علم کا فریضہ ہے۔

برگزیدہ شخصیات سے قبولیت کی سند اور ان کی پسندیدگی اور تائید کا بہترین خراج تحسین وصول کیا۔ علمائے اسلام کی ان پانچویں شخصیات میں علمائے حاضرین کے سر شیل جن کی موافقت، پسندیدگی اور قبولیت کی سند کو میں اپنے لیے انتہائی اعزاز اور سرمایہ افکار سمجھتا ہوں وہ برصغیر کے اہل علم و فضل اور ادب و فکر و نظر پانچویں اور اپنے تمام متعلقین و دانشمندان کے ہلوم مرجع علامہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی دمرطہ (وفاقت یک شہدائے حق و احد فونی الخ) ہیں۔ انھوں نے انتہائی شفقت کا اظہار فرماتے ہوئے اس کتاب کے مضامین کی تمام کاپیاں اپنے ایک شاگرد کی زبانی طور سے سننے کی رحمت فرمائی، جب کہ میں خود بھی اس سہرا کاپی میں حاضر تھا، لہذا رحمت سننے پر انتہائی خوشگوار اور پر مسرت لہجہ میں ارشاد فرمایا کہ اس کتاب کے مضامین کو مکمل طور پر چھ ماہ جاتے اور پھر یہی کتاب کو انتہائی طور سے دیکھا اور اس دوران وہ چاروں کے سب اپنی چار پائی پر تشریف فرما رہے اور انہی اس شفقت کے بدلے ان کو جنت عطا فرمائے (آمین) اور حریدہ مریدی فرماتے ہوئے چند نکات بھی کتاب کے بارے میں ارشاد فرمائے جن کو آگے چل کر میں نقل کر دوں گا۔ اور انہی کے فضل اور اس کی حریدہ توفیق سے ایک مجلس پر وہ کرام میں علماء اور اہل فہم کے سرانی، فقہی، خانوادہ کے کاشم و چراغ علماء استاد شیخ مصطفیٰ دارقرا و حفظہ اللہ تعالیٰ نے اس درسا کو دیکھا اور چار کرا پائی رضا مندی اور پسندیدگی کا اظہار فرمایا اور شہدہ علی مصروفیات سے وقت نکال کر انتہائی قیمتی ارشادات سے نوازا اور اس کتاب کو روایت اور دہانت کے درمیان ایک پلی کی تعمیر سے تشبیہ کر میری یاد دہا رہی میں اٹھائی کیا جبکہ یہ انتہائی مفصل کام ہے خصوصاً اس زمانے میں جبکہ اہل زمانہ نے روایت کے علم کو آسان اور معمولی سمجھا اور روایت اور حدیث سے اعراض کیا ہے، کما قبل: الناس اعداء لعدا حیلوا۔ ایسے مشکل مرحلے میں انہی تعالیٰ سے اس کی اعانت اور توفیق طلب کر رہا ہوں۔ اس شخصیت کے بارے میں جہاں میری حوصلہ افزائی کی گئی اور اسے بے حد سراہا گیا، وہاں اس کتاب کے لکھنے پر مجھے اتنی بھی پہچانی نہیں جس پر میرا اختیار کرنے پر قیامت کے دن ایسا کرنے والی کیا اہم اور ب



اہلِ علم کی رحمت و احسان سے اجازت و کتاب کی اس قدر تکلیف ہوں۔ کہنے والوں نے یہاں تک کہ دیکھا کہ یہ کتاب دراصل اہل حدیث کے ساتھ کھلی زیادتی اور ان کی مخالفت پر مبنی ہے۔ اہل حدیث کی پسند اس کتاب میں اس قسم کا سواد پر گزرتی ہے، اس میں عبرتی زبان و لہجہ سے لکھا ہوا ایک حرف بھی نہیں جس میں ان باتوں کی طرف کوئی اشارہ نہ کیا گیا ہو۔ ہاں اہل حدیث نے یاغیاں نے محدثین کی قدر و حرمت و ان کے شریعت کے حواج اور روح کو گنگا سمیٹنے کی اپنی صلاحیت کو تاریخِ مصلحت کی نظر سے گریز کرنا ہی حدیث کی مخالفت ہے تو سوائے اس کے اور کیا کہا جاسکتا ہے۔

وَنَحْنُ مِنْ غَیْبٍ لَّوْا ضَعُفًا

وَالَّذِیْنَ یَنْفَعُ الْفُلْکَ یُضْعِفُونَ

یعنی: دنیا میں کچھ باتوں میں کبڑے نکالنے والوں کی کمی نہیں اور اس علماء کی جزو درجہ شدت ان کی کج فہمی ہوا کرتی ہے۔

چنانچہ عبرتی لہجہ کے لیے انتہائی کافی ہے کہ کمال اور مظلوم کے درمیان فیصلہ کی کمزوری مقرر ہے آلے دہلی سے جس میں کمال سے مظلوم کا حق ملا یا جائے گا، اہل حدیثی میرے حال سے بخوبی واقف ہیں کہ میں نے شریعتِ خدا کی بنیاد یعنی حدیثِ شریف کے دفاع حق کی خاطر یہ غامض فرسائی کی ہے، یہاں حدیثِ شریف اور سنتِ مطہرہ کے نام خدایا مظلوموں سے لوگ شریعتِ اسلامیہ کے ساتھ کھولاؤ نہ کر لے سکیں۔

کیا اہل اسلامی کتاب و سنت کا شرع اور خلاصہ نہیں؟ پھر اس کے شرع اور خلاصہ کا دفاع اصل اور بنیاد کے ساتھ زیادتی یا احادیث کیسے کہلائی جاسکتی ہے؟ یہاں میں اصل وراثت بیان کر رہا ہوں:

خاموشی و اجتناب چاہتا ہے اسے کیا سمجھے؟

ناظر مرگے بوجھل ہے اسے کیا سمجھے؟

ایک دفعہ ایک نوجوان عبرتی ملاقات کے لیے آیا جو ہمارے شہر حلب کی ایک درکشاپ میں بیٹا ایک کتاب و چالنے کی ایک طویل مدت میں میرے پاس وارد ہوا۔ اپنے

سر پر سنتوں کی مانند سر دھجے میں بونٹا بارہادرات کے بارہا گئے اور کسی نتیجے پر پہنچے بغیر یہ مجلس پر جماعت ہو گئی۔ اس لیے کہ وہ قوس کے ضابطہ میں اور کھٹے سے عاری ایک جہلی شخص تھا اور اس طویل وقت میں اس کے مدینے پر کچھ اہل حدیثی کا احتضار اور اپنی مسئولیت کے پیش نظر میرا تجویز اختیار کرنے میں ہی عیالیت نظر آئی۔

مفسرین اس اہل حدیث کی یہ ہے کہ اس کے ہاتھ میں ایک بچہ تھا جس میں کونٹ کے گوشے سے دھوکہ کرنے کے بارے میں کچھ مسلم کی ایک حدیث درج تھی اور امام نووی درج اہل حدیثی کا یہ قول بھی کہ "یعنی حدیث اگر ان کے مذہب کے خلاف ہو تو مذہب پر عمل کے بجائے وہ حدیث پر عمل کرے گا" اختیار کرتے ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی تحریر تھا کہ "ابنِ صالح الحدیث فقہ مدنی" جب کچھ حدیث سے مستثنیٰ آجائے تو وہ حق میرا مذہب ہے۔ اس میں کمال ان کے امام اور مولانا امجد علی گھنوی درج اہل حدیثی کا بھی ذکر تھا، اس کے کلام کا خلاصہ یہ تھا کہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی درج اہل حدیثی جب یہ کہتے ہیں کہ "اگر حدیث کچھ ہو تو حق ہمارا مذہب ہے" تو قیامت کا گوشت کھانے سے ان کو بھی دھوکہ لازم ہونے کا قول کرنا چاہئے تھا، اس کے طرز کا اندازہ اس سے بھی ہوا کہ کھٹکے کے دوران ان ائمہ کا امام الخواص اور کھٹکے کی کوٹھڑی پر چڑھا۔

میں بھانجیوں سے ملنے یہاں کتابوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ اور کتاب و سنت سے مستثنیٰ ہونے کے بارے میں ایک ٹیچر مسلمان ایسے طواریت میں مشغول ہو گئے، دھوکے بازوں بددین میں دانستہ دھوکے کی تسلی سے میرا کر سکا ہے، یہاں ہمارے کھٹے پر قریب خود ہوا کچھ بھی انہیں کے قبیل کے ہیں اور انہیں کے ذریعہ ہیں۔

اب آپ ہی فیصلہ کیجئے کہ حقیقی معنوں میں حسبِ کون ہے؟ کیا وہ جو اس قسم کے طریقہ کار کو قریب خود ہوا لوگوں کی سرگرمیوں پر دھوکہ لگائے اور دین کے مقاصد و مقاصد کی کج طرح پر وضاحت کرے؟ یا وہ جو ہمارے نوجوانوں کو قریب اور گمراہی کی دلدل میں پھنسا کر ان کو استہزاء اور گستاخوں کے منصب پر فائز ہونے کی اس طور پر حوصلہ افزائی کرتے



کچھ سے ثابت اور تو قیاس ثابت ہے۔ چنانچہ کتاب میں مخالف نے لکھا ہے کہ کتاب کے آخر میں شیخ کا غور و نظر دیکھا جائے گا اس کتاب سے علماء نے فہرہ دریا ہے یہ جہاں ہے!

اللہ تعالیٰ نے مجھے اس منشاء کی توفیق بخشی کہ اس کتاب میں حدیث اور اس کی تائید و تفسیر کے لیے اس چیز کو نہ بننے والوں کی خدمت میں پیش کروں جسے میں مدح سمجھتا ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ نے باطل کو نکلنے سے روکنا میرے لیے آسان فرمادیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ امید رکھتا ہوں کہ وہ استفادہ کی غرض سے اس کو مطالعہ کرنے والوں کے قلوب کی راہ نرما کر فرمائے گا اور یہ اعتراض، دشمنی اور عداوت کی نیت سے نہ میں تو ان کے لیے اس کتاب سے استفادہ کی عروا کے ساتھ لکھا گیا ہے اور آج کے بعد مجھے ان سے کوئی سروکار نہیں رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَقُلْنَا لَهَا أَتَاكِفِي خَيْرًا...﴾ (سورہ مدہ)

ترجمہ: سو وہ بھراگے تو کیا تمہارے پاس کھانا ہوگا؟ (سورہ فتح الباق)

اسے اللہ تعالیٰ اور ہمارے والدین، ملائکہ، اساتذہ، اہل و عیال، اور تمام مسلمانوں کی اوصاف کے ساتھ دلوں کی مطہرت فرمائے۔

وصلی اللہ و سلم علی سیدنا و مولانا محمد و علی آلہ و صحبہ و تابعینہم  
یا حسن یا علی یا یوم الدین، والحمد للہ رب العالمین.

تکم : محمد عابد علی اللہ تعالیٰ

حدیث نمبر: ۱۶۱۶ شعبان ۱۴۰۶ھ

۲۳ شعبان ۱۴۱۶ھ

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ تعالیٰ کے

فرمودہ و کتابت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی تولیٰ ثوبک علینا تقصیرہ و فصلت ما الآیہ و الفضلہ  
والسلام علی سید خلقہ محمد الذی تم بحسنہ و بھادؤہ و غم نصیح طبعہ  
جہدہ و ملاؤہ و علی آلہ و أصحابہ الثمین اتقوا لور حدیثہ و ما لھم صلاؤہ  
و علی من اتبعہم یا حسن یا علی یوم الدین.

الحمد للہ: اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی حفاظت کی سعادت اس امت کے حاکم کو عطا فرمائی اور اولین و آخرین کے سردار کی مشقوں کی حفاظت کا بھی انتظام فرمایا اور اپنے خاص کرم اور محبت سے اس صاحب حدیث کو خلیفہ خاص طور پر اس شرف سے نوازا جو نبوی اور ضعیف کے درمیان سد واسطہ قائم کرنے میں کامیاب ہوئے اور من اور حج احادیث سے یہاں صرف نص ذیل تک احکام کا استنباط کیا اور تراجم و تفسیر احادیث کو معلوم کرنے کے ضابطے سے احادیث کی چھان بین، تحریک و تفسیر کے استعمال میں غرض کرادے دینے کے بعد یہ دیکھ کر بلا حاس کو اختیار فرمایا۔ اہلاد کے ساتھ اور احادیث کی کبرائی میں غلطیوں اور کتب احادیث کا ادراک کیا، ابواب و فصول قائم کیے اور اسوال کے شروع کا استخراج کیا۔ اسے اللہ تعالیٰ پر اپنی رضا اور رحمتوں کی بارش و سائون کا اہل و عیال و عیال میں تائید و تائید فرمائے۔

احادیث کے باہم تضاد کو دور کرنے اور تضاد دور کرنے کی صورت میں وجہ ترجیح کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک حدیث کو دوسرے پر ترجیح دینے، اختلافات حدیث کی وضاحت اور محاکمات کی تفسیر و تفسیر میں ان صاحب حدیث کا بے دریغ کردار اور اجنبی و عظیم الشان رہا ہے، لیکن مقصد کی یکسانیت اور قیاسی تفسیر رکھتے ہوئے وجود ترجیح اور طریقہ کے

مختلف ہونے کے باعث بہت سے مسائل و حکام میں انھوں نے باہم اختلاف کیا۔ یہ اختلاف فطری بھی ہے اور تاریخی بھی، اس میں شک کی جگہ نہیں ہے اور نہ قابل مذمت ہے بلکہ یہ اختلاف قیامت کے لیے باعث رحمت ہے جیسا کہ اہل علم بخیر جانتے ہیں۔

عربی کے متحول اصطلاحات اعداد لفظ جہلہ کے مطابق کہ جس چیز کی تحقیقات سے لوگ واقف نہ ہوں، اس کی دشمنی پر اتر آتے ہیں، ہم انہم سے عاری لوگ، انہما اور قلیا، یہ ہے سرور یا اعتراضات کی جو چھاد کر سننے میں غلط فہم رہے۔ اہل حق اعتراضات کو دور کرنے کے لیے محققین اور متحرکین علماء نے اختلافات کے حساب پر دو قسمی ڈالنے کے لیے رسائل اور کتابیں لکھیں، جیسا کہ علامہ حافظ ابن عربی، عبدالحکیم بن حبیب الحارثی نے دفعیہ اعلام میں اور علامہ ابن کثیر نے تفسیر ابن کثیر قرطبی، رحمہما اللہ تعالیٰ نے جلد اول الجملہ تصنیف کی۔ اسی موضوع پر میرا ایک رسالہ اردو میں چھپ چکا ہے، جس کا نام میں نے اختلاف افلاحتہ کمالہ الحمد للہ لوگوں کی ایک بڑی تعداد کو اس سے مطلع کیا۔

اس دور میں ہمارے مراد عزیز کا ضل گرامی علامہ شیخ محمد عابد کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ تین سال قبل جامع مدینہ اکتاب میں انھوں نے ایک مفید اور قابل ذکر مقالہ پر حواہ اور پیراس میں ایک مستقل کتاب کی شکل میں حذف و اضافہ کے ساتھ رقم بند فرمایا۔ جس کا نام "مختصر الجمعین الشریف من اصطلاح الاحادیث القدیہ" رکھا۔ کبیر بنی کے کوارض اور فکر کی کڑ ہوئی کی بنا پر میں بذات خود اس کے مطالعہ سے قاصر تھا، اس لیے میں نے اس رسالے کو اپنے بعض اصحاب کی ذمہ داری سونپ دی، اور اس کو احتیاطی مفید پایا، جو اختصار کے باوجود اعلیٰ علمی فوائد اور لائق قیمت نکات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب سے مستفید ہو کر مجھے روحانی مسرت اور تھیں فرحت کا احساس ہوا۔ یہ کتاب اس لحاظ سے کہ ہر مدرس اور طالب علم اس کا مطالعہ کرے، یہ کتاب کجروی اور سرکشی کی راہ سے بچانے والی ہے اور آخر نظام کی شان میں کستائی کرنے والے چٹا جو اور حرمیں نصیب لوگوں کی روش سے حفاظت کا سامان بنیجہا لے والی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے ہماری دعا ہے کہ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو اپنی پینتے دھور سرشتی کی راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ساری زندگی ہمیں اس راستہ گرامی کی مسرت پر قائم رکھے جو روشنی اور جاہل کی گھبراہٹ ہے اور اس راہ میں پر خاتمہ نصیب فرمائے جس نے تاریکیوں میں روشنی کی پرواز دکھائی۔

وصلی اللہ العالی علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

واللہ اعلم بالصواب

محمد زکریا حسن محمد نجفی کاندھلوی

مدینہ منورہ ۵ شوال ۱۴۰۱ھ

## شیخ مصطفیٰ احمد الزرقانی کے قلم سے

سب تفریقیں اللہ تعالیٰ کے لیے جو اپنی کتاب میں ارشاد فرماتے ہیں ﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَیْكَ يَا مُحَمَّدُ لَفُجِّرْنَا بِكَ بِمَا كُنْتَ تَفْعَلُ﴾۔ اے اللہ! سو کیوں نہ تھا کہ ہر فرقہ میں سے ان کا ایک حصہ لے کر بھیجا دین میں اور ان کو شہر پہنچا دیں اپنی قوم کو چونکہ اس وقت کر آئیں ان کی طرف تباہ کنہ پہنچے رہیں (ترجمہ جنتی احمد و درہم سلم و حضرت عطاء اللہ انبیا رحمہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل پر اور اصحاب پر رحمہ اللہ فرمائے ہیں)۔

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تہذیب اور دین کے جو قسم سے کچھ سے اور ایک روایت میں آتا ہے۔ کوئی حدیث سے بھر اس طرح دوسروں تک پہنچا دے جیسا اس نے جہاں آگے ارشاد فرماتے ہیں: جن کو حدیث پہنچائی جاتی ہے ان میں سے بہت ایسے ہیں جو سنے والوں سے زیادہ حفاظت کرنے والے ہیں اور ایک روایت میں آتا ہے: بہت سے حاملینِ حدیث (یعنی حدیث کے یاد کرنے والے) میں سے اور دین کی کچھ پائی جاتی ہے) جن تک حدیث پہنچاتے ہیں وہ ان حاملین سے زیادہ کچھ یاد اور تھیں ہوتے ہیں اور بہت سے حامل تھے ایسے ہیں جو خود واقف نہیں ہوتے (ترمذی) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے سیر سے کساپ میں حلال اور حرام کو سب سے زیادہ جانتے والے معاذ اللہ (یہ روایت بھی ترمذی کی ہے) اور ابن ماجہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد موقوف ہے صحابہ کرام میں سب سے اچھا فیصلہ کرنے والے قائل ہیں۔

ان روایات اور خصوصاً شرطیہ اور اس کی شکل و روایات حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ علم دین کے لیے لفظ مخصوص اور الفاظ روایات کا حفظ اور ضبط کرنا کافی نہیں، بلکہ یہ حق علم کی صفات اور روایات کے معانی کو سمجھنے کے لیے ابتدائی مرحلہ اور پہلا قدم ہے۔ اصل مقصود

ان روایات کی کمر پائی میں یاد کرنا کی جگہ سمجھ حاصل کرنا ہے اور یہی درجہ علم میں مقصود اور مطلوب ہے اور یہ ایسا مقام ہے جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان بھی کچھ اور دانش و فہم کا تفاوت پایا جاتا تھا اور ان کے بعد کے لوگوں میں بھی اقول کے تفاوت کے سبب سے فہم و فہم کا اختلاف ایک فطری بات ہے۔

میں نے داخل گرا کر اپنی شیخ احمد عمری کی کتاب "اثر اللہ فی الشریعہ فی اختلاف الامم و الفقہاء" کا مطالعہ کیا اور اس کتاب کو میں نے اس کے مؤلف کی طرح علیل اللہ پایا، - حفظہ اللہ - میں نے اس شخص کتاب میں حدیث نبوی کی شکامہ بھی اور واضح روایات کے مطالعہ پر دیکھے جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایسے لوگوں کی کئی جنس میں کو بہت پہنچائی جاتی ہے اور وہ پہنچانے والوں سے زیادہ اس بات کو سمجھتے اور حفاظت کرنے والے ہیں۔ مؤلف نے اس کتاب میں دسویں باب سے علماء اسلام اور احادیث کے حفاظت اور مہارت و دہیہ سے حدیث نبوی کے کھوکھ کی اساس پر عظیم تشکیلات کی عمارت تعمیر کرنے اور فروغی احکام میں ان کے کھوکھ سے اختلافات کے اسباب پر بحثوں کے ذریعے غریب روشنی ڈالی۔

مجھے کتاب کے اس پیش قسمت اور مقدمہ مبارک نے یہ حدیث ڈکھا جس سے مصنف کی جتنی فکر و وسعت مطالعہ اور حسن ترتیب کا بھی اندازہ لگانا مشکل نہیں اور یہ نہ صرف کمال ہے کہ اپنی مختصر کتاب میں احکام و مواد اس قدر افریقہ میں ایسے سلیقہ سے سودا ہے کہ اس موضوع کی تحقیق کرنے والوں کے لیے بڑی بڑی جہم کتابوں سے اس قدر مستفاد اور کام و مواد کے کچھ کرنے کی مشقت میں کافی حد تک تحقیق اور کلمات ہو گئی ہے۔

مجھے کتاب میں بھی زیادہ پسند آئی ہے کہ مصنف حدیث نبوی اور اس کے مہال کی معرفت میں دروغ نہ دیکھتے ہیں۔ اس کتاب سے گل انھوں نے حافظہ دین لکھ کر "تقریب اجتہاد" کی تحقیق فرمائی اور امام ذہبی کی "الکشاف" اور ابن دہان کے علماء بھی کتب لکھیں۔ مصنف اپنی اس کتاب کے ذریعے روایت اور روایت کے درمیان اور روایت الفاظ

حدیث اور اس کے معانی اور معنی کے سامان ایک علی التقریر کرنا چاہتے ہیں۔

اور میں اس کہتے میں حق باہم ہوں کہ یہ کتاب حدیث میں عقیدہ کے لیے قادی کی بحرین معانوں اور اسے قیہ جانے والی ہے اور حدیث کے معانی اور دلالت کی تفہیم ہی میں راہ نمائی کرتی ہے۔ اشکاف فی السنن کو علم اور دین کی بہترین جزاء عطا فرمائیے اور اس کتاب سے لوگوں کو فتنے بچائے۔

اس موقع پر میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اپنے کلام کے اختتام پر علماء اور ائمہ کے اشکاف پر ایام ابوکر ابن امیر کی ایک ایسی وضاحت پیش کروں جو ایسے اشکاف کو جو ضرور مسائل اور مسألت کے مفہوم میں اشکاف کا باعث ہے ایسے اشکاف سے بچنے اور بچا کرنا ہے جو مسألت کے لیے مفید اور نافع ہے۔ لہذا میری "اشکاف صغریٰ" میں ﴿وَالْمُفَصِّلُونَ﴾ یعنی ﴿وَالْمُفَصِّلُونَ﴾ کے تحت لکھتے ہیں کہ ولا غرطاً یعنی حقائق میں ایک ایک نگہوں میں مسألت ہذا اور اشکاف کے رد اور یہ بھی ممکن کیا گیا ہے کہ حدیث کے رد اور بعض نے یہ ممکن کیا ہے کہ قرآنی احکام میں ایک دوسرے کو خطا کا دور خلاصت ظہور دیکھ کر ایک اپنے اجتہاد پر عمل کرے۔ اس لیے کہ سب اللہ کی برسی کو بکا کر اپنی دلیل کے مطابق عمل کر رہے ہیں، وہ افتراق اور اشکاف منوع ہے جو فقہ کا باعث ہو اور فرقوں اور فرقوں میں باہت و سے، البتہ فرس کا اشکاف تو شرع متین کے ماسی اور غویوں میں شمار ہوتا ہے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر شاہ ہے جب کوئی حاکم اجتہاد کے درجے کوئی فیصلہ کرے، اگر وہ فیصلہ کسی ہے تو اس کو وہ اجتہادیں گے۔ (ایک اجتہاد یعنی کوشش کا اور دوسرا اجتہاد کی ہونے کا) اور سب طاقت کوشش اور اجتہاد کے باوجود اگر مسئلہ میں غلطی ہوگی اور حاکم نے فیصلہ نکال دیا تو اس کے لیے ایک اجر ہے۔ (۱) یعنی کوشش تو چہ پی کر لی اور جتنا انسان کے من میں ہوتا ہے، اجتہاد وہ تکلف ہے اور کوشش کرنے کا اگر غلطی کی صورت میں بھی ملے گا، یہ

(۱) منقول علیہ: أخرجه البخاری وخرجه واطر الأشکاف الصغریٰ، بتصحیح سعید أحمد (إعراب من منظومات المصنفات الإسلامية للفرما والفرما والفرما) (بستان) ۱۹۷۲ء و ۱۹۹۱ء، ج ۱ ص ۱۵۲

حدیث بخاری اور مسلم کے علاوہ دیگر نے بھی روایت کی ہے۔

مصحف کی یہ عمر اور تحفہ کتاب اپنی خوبیوں کے باوجود بعض ایسے نکات پر مشتمل ہے جن سے اشکاف کیا جاسکتا ہے، مؤلف عظیم اللہ نے حدیث ضعیف پر عمل کے جواب پر ان شروط کے ساتھ جو انھوں نے بیان کیے ہیں بہت زور دیا ہے اور اس موضوع پر بہت تفصیل سے علماء کے موقف پر بھی بحث کی ہے لیکن ایک مسئلہ اب بھی باقی رہا ہے اور وہ یہ کہ ضعیف حدیث پر ان شرائط کے باوجود جو عمل میں نذر ہے اور اس پر علماء کا اتفاق نہیں۔ اگرچہ اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا، مگر باہم اور یہ میں کوئی مذہب بھی ایسا نہیں جس میں ختمائے بعض احادیث ضعیف کا سہارا دیا ہو، ان میں ایسی احادیث بھی ہیں جن کی قبولیت پر فقہاء کا اتفاق پایا جا تا ہے جیسے حدیث "مَنْ مَعَ الشَّكَاةِ بِالْكَفَاةِ" (احادیث احمد سے اترتے کرتے)۔ (۱)

آخر میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ اس واقع کتاب سے لوگوں کو خوب فائدہ پہنچے اور اللہ اس کے مؤلف کو بہترین جزاء عطا فرمائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا محمد و رسول اللہ امام الہدی وعلی آلہ وصحبہ الکرام الطاهرین وامن ینح علیہم وبنہادہم اعدائہ۔

فتویٰ

مصطفیٰ احمد قرظا،

۱۹۷۲/۱/۱۵

(۱) اس حدیث کو حدیث نے روایت کیا ہے جن میں علی بن ابی طالب ہیں، اسے "مصحف" (مروئی فیہ) میں اس حدیث کو روایت کرتے ہیں جس میں تم (۱۹۷۲) کے الفاظ میں سے ملتی کہ ہے، اس حدیث کی کجائے کو بھی ملتی ہے، لیکن اس کا شک ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## مقدمہ طبعِ اول

لحمداً لله رب العالمین والصلوة والسلام واکتمل التسليم علی سیدنا  
ومولانا محمد رسول الله امام الائمة المحمديين وسيد القاهين والسميعين  
وعلى آله وصحبه أجمعين۔

الحمد : اس رسالہ کا ابتدا ایک مقالہ سے ہوئی، جو انجیل کے ۱۹۹۹ حصہ میں، امام مفری  
شمس دہلوی کی شام کو بلا وطن کے مشہور اور تاریخی شہر طبرک کی ایک مسجد میں جامع اردو  
میں (اللہ تعالیٰ اس قرینہ کا وہ ختم کامل کو یاد رکھے) افتخارِ ابراہیم و عبد اللہ کے موضوع پر میں  
نے ایک پیچیدہ و بڑا رسالہ کے حصے شہود پر آئے گا، سب سے پہلے، میرے احباب اور مسلمان  
بھائیوں نے اس تقریر اور بیان کو ذرا دیکھنے سے آراستہ کیے پہلے کی خواہش ظاہر کی، تاکہ  
یہ بیان مومنوں میں پھیلے والے بے شمار سوالات کا جواب ہو جائے اور اعلیٰ عقل کے لیے سیرانی  
کا باعث بن کر ان شاء اللہ دینی ائمہ مکیان اور دینی سکون کی راہ ہموار کر سکے۔ میں ان کی اس  
خواہش کو نظر انداز نہ کر سکا، اور اعلیٰ کی توفیق سے مائیں ہمدانیوں سے موضوع کو خوب دلچسپی میں  
داخل کیا، بہت اس مقالہ کے بنیادی عناصر کو جس کا توں دیکھتا ہوں۔

سلفہ سابقین کی اجازت میں جو کچھ میں نے لکھا، اس کو اپنے ساتھ اور دشمنوں کی  
خدمت میں پیش کیا، چنانچہ مجسم سو فی، مفسر، محدث اور محقق، اپنے استاد اور مری طبعاً شیخ  
عبد اللہ سراب الدین علیہ السلام کی خدمت میں اسے پیش کیا، انہوں نے اپنی فیضیت سے

اپنی موافقت کا اظہار فرمایا، کتاب کی خوب تحریف کی اور بے حد سراہا۔  
اس کے بعد میں نے رپوش میں تمہارے استاد علامہ محقق، عظیم محدث اور فقیہ شیخ  
عبد القادر کو خدہ خط اللہ تعالیٰ کی خدمت میں بہ رسالہ بیکھا، انہوں نے مجھے شدید جلاوت  
سے نوازا اور اپنی تحریر کے ذریعہ میری حوصلہ افزائی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہوں کہ وہ  
اپنے فضل و کرم سے مجھے ان کمالات کا کمال دے، ان کے قلم سے لکھے ہوئے کمالات ہو جائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لیکن میں مجھے اس عمدہ اور نفیس مقالے کے مطالعے کا موقع ملا، جس کا عنوان "اثر  
الحدیث الشریف فی افتخارِ ابراہیم علیہ السلام" ہے، لیکن کے شہر "صلحا" میں ہجرت کے دن  
رمضان المبارک ۱۳۹۸ھ کی دوسری تاریخ کو میں نے ایک ہی نشست میں اس کو مکمل طور  
پر پڑھا اور پیش قیمت فوائد حاصل کیے اور کتاب کے مؤلف کے لیے حریہ توفیق کی دعا کی  
اور یہ کہ ان کا سب سے اثر اس قدر وسیع ہو کہ پھر مجدد کے اقتدار کو، وسیع اور کشادہ، شایر اور  
پھیلا کر اپنی خود راہی سے الگ راستے جو پڑ کر کے اثر اور فتنہ کے بارے میں لوگوں کو  
شکوک و شبہات میں ڈال کر، ان کی سلسلہ علمی فتنہات کو بھانسنے کا الزام دے کر افسوس کے  
تکڑے کر دینے کے لیے ہیں، ان کا کام ہونی چاہیے۔

الحمد لله کہ مؤلف محقق علیہ السلام کو اللہ نے یہ توفیق بخشی وهو سبحانه ولي الإمام  
والقائمین علیہ السلام تعالیٰ سے انتقام اور سید کی راہ پر چلنے کی دعا کرتے ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وعلی آلہ واطفئہ المصطفیٰ  
السمیعین، حد کل عالم وصالح وصدیق، آمین۔

کتبہ : الفیضانی اللہ تعالیٰ، العربیہ ص، وطنہ عبد الصلاح ابو عبدہ رفاہ  
اللہ فی بلدہ صالحاً معافاً بفضلہ وکرمہ۔

(اللہ تعالیٰ کا تاج دہن سے نور و ہدایت اور خدہ اللہ تعالیٰ اپنے کرم و احسان سے  
اس کو اپنے شہر عالیہ اور مملکتی کے ساتھ بیکھا ہے۔)

اسی سال (۱۳۹۸ھ) دہشول کو جمرات کے لیے حضرت اعظم علامہ شیخ حسین بن علی صاحب اعظمی پر ہندوستان کے چوٹی کے علماء میں شہر کیے جاتے ہیں (۱۳۶۹-۱۳۷۳ھ)۔ وہ اسے "شہر" "مطب" "تخریفات" نے۔ لکھے بہت خوش ہوئی کہ ابھی تک کتاب کا مسودہ طباعت کے لیے نہیں لکھا تھا۔ میں نے بھل سے آخر تک ان کو یہ حال بتایا۔ انھوں نے بڑی کثرت اور غور سے سماعت فرمایا اور مجھے کے بعد یہ حدیث کا اظہار فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ: آپ نے جو کچھ لکھے چاہ کر لیا ہے، میں اس کے ہر حرف سے اتفاق کرتا ہوں۔

اللہ شہ کا اللہ تعالیٰ نے مجھ سے یہ کام لیا اور دعا کرتا ہوں کہ اس کتاب کو پھر سے لیے اس دن و فجرہ عبادی، جس دن ان کی ہار گاہ میں حاضری ہو اور یہ بھی دعا ہے کہ لوگ اس کتاب سے خوب مستفید ہوں۔ (۱) والہ ولی التوفیق والحمد للہ رب العالمین۔

مکتبہ: محمد مؤمنہ

طبع: جمعية التعليم الشرعی

۱۳۹۸/۱۹/۲

## تعمید

اشکاف ابن عربہ کے اسباب کا موضوع ہر مسلمان کی علمی اور عملی زندگی کا اہم ترین موضوع ہے، علمی زندگی کا باطنی معنی یہ موضوع دین شہین کے احکام کو ان کے اولین سرچشمے کتاب و سنت سے مستحکم کرنے کے طریقوں کے حوالے سے، اس اسلام کی کمال مہارت سے ایک مسلمان کو الحقیقت تک پہنچاتا ہے۔ نیز اور دوسرے پہلوؤں، جن کی تکمیل کا یہاں موقع نہیں، کو اہم کر کے اسے ساتھ ساتھ اس اخذ و استنباط کی خاطر کی جانے والی عظیم تر کوششوں سے روشناس کرتا ہے۔

ایک مسلمان کی علمی زندگی میں اس موضوع کی اہمیت اس لیے ہے کہ یہ موضوع اس کو ان احمدیہ کے بارے میں مطمئن اور بے فکر بناتا ہے جن کے ہاتھوں میں اس نے اپنی عبادت، معاملات، اخلاقیات اور معاشرتی امور کی ہاک ڈال دی ہے اور ان کو اپنے اور باری تعالیٰ کے درمیان بے فکر و مامور میں داخل کر دیا۔

یہ اہمیت ان اس کو اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب کہ ابن عربہ کے درمیان دروازے والے اشکاف کے اسباب سے مقدر و مبررات الحقیقت حاصل کرے اور یہ معلوم کرے کہ ان کے اعتقادات ان کے مقرر کردہ اصول و ضوابط روشنی میں حق کی تلاش اور حقیقت تک رسائی کی جدوجہد کی خاطر ہی ہیں نہ یہ جوئے ہیں، انھوں نے حق الامکان اٹھائی کوٹھڑا رکھا ہے اور اشکاف وہیں کیا ہے جہاں اشکاف کرنا ناگزیر ہو اور اس سلسلے میں ان کو تصور و رائے میں طہر لایا جاسکتا: کیوں کہ وہ حق کے پرچار اور مکمل وحمت کے طلب کار تھے۔

ان میں کوئی ایسا نہ تھا جس نے مصیبت اور طور و رائی و طور و رائی کے باعث یا کامیابی کی خاطر کسی دوسرے پر اپنا اختیار قائم کرنے کے لیے مخالفت کی راہ اختیار کی ہو، ان



اس نام پر بحث پیدا ہو کہ کتنا ہے وقت میں اور کتنی زیادہ ضرورتی ہو چکا ہے۔ جب کہ ہم کو مذکورہ بات حقیقت کے خلاف ایک ایسی مہلک اور گمراہ کار سنا ہے جس نے ایک طبقے کو اپنی اہمیت میں بے گناہ عقلم سے چٹائی کا شکار اور ان کی عظیم مصلحت سے غمخوار کر دیا۔ سنا کرنے کا سامان کچھ بچھلایا ہے، علاوہ ان میں ان کے مقابلے میں اتحاد برتری کی دعا پھیلا دی گئی ہے اور واقعی دنیا تک کے لیے داروین اور لگن نظر حق و حقد اور حسب الماء کے باوجود، ناقص اتحاد اور بد دوستی چاروں ہی جتنی بلند الانحیثیات کے خلاف ایسے لوگوں کو حکم پھیلانا رہا ہے جو خوش فہم سمجھتے کہ وہ کسی خبیثیت کا شکار ہو رہے ہیں۔

میں مذی بھٹک سوسوں کے شمس پہلو پر مگھنکوڑ کرنے کے لیے اٹھو تو ان کے حضور میں در  
کا خواجہ سگار دہوں، ۱۹۰۷ء ہے "اگر کے اعتقاد کلمات میں حدیث نبوی کا کردار "۱۰۰" شمس کو کشی نے  
حسب ذیل طریق سے بیان کیا ہے:

[illegible]

ب - پہلا سبب : جس کے تحت اس بات کی «خفاحت» کی گئی ہے کہ جو بے شرفیت کب چلے لیں ہوتی ہے؟

۲۔ - فیصلہ: صاحب : جس میں پہلے ہر شخص اس بات کے حوالے سے اکثر کرام کے مسئلوں کے اختلاف کی وضاحت ہے۔

بعض ایسے اعتراضات شبہات بھی ہیں جن کو سمجھنے اور حل کرنے میں لوگ پریشان نظر آتے ہیں ان کو بھی مذکورہ اسباب کے ذیل میں پیش کر دیا گیا ہے۔

آخر کتاب میں کتاب کے مضمومات کا خلاصہ بھی پیش کرنے کا ارادہ ہے، (ابن حبار، صفحہ ۱۰۷)۔



یہی کو مضبوطی سے قیام لینا اور زندگی کی طویل شاہراہ پر اسی کو مشعل راہ بنا کر اس کی روشنی میں زندگی گزارنا ہی نجات اور کامیابی کا واحد راستہ ہے اور جس نے منہ منہ سے حدیث سے منہ موڑا تو یہ مہر حق اس کی سرسختی اور سرسختی سے تقسیم سے اعتراف کے لیے کافی ہے۔

بہت کئی مسلمان کے قلب و نظر میں ایسے دین کے بارے میں (امین کی روحی امامت کے اعتراف کے بغیر) پہلو پہلو کا گورہاں اٹھنا نظر راج ہو جانے کا اسی وقت شرعی حکام میں اختلاف کے اسباب کی تلاش ہو سکے گی اور جو کچھ ان حضرات میں سے ہر ایک کی تمام تر کوشش سنت مطہرہ سے قریب تر ہونے کی رہی ہے، لیکن اگر وہ ان کی امامت کا حق جانک و معترف نہیں، بلکہ قسم و حلی و حلیٰ یثیقہ اور امام سب ایک دوسرے کے کواکب ہیں، کاغذ و لکھنؤ کا ہے یا وہ ان لوگوں میں شامل نہیں جن کا اعتقاد یہ ہے کہ ان ائمہ دین نے اپنے اقوال کے ادال کی تلاش میں بالکل اپنے کو اس طرح مٹا ڈالا جس طرح ڈوبنے والا اسباب نجات کے حصول کے لیے مر جاتا ہے تاکہ کچھ روایات کی ابتداء کر لیں تو اس کے دل میں اس بحث و جمجم میں سرکھانے کا جذبہ ہی پیدا ہو گا۔ بلکہ گورہاں مٹا ڈالنے سے دیر ہونے کے باعث اسے یاد ہو کر ان پر تاقید و محسوس کی کوشش کرے گا کہ ان کے مقابلے میں اپنی ملی برتری کے اعتبار سے بھی پائز آئے گا۔

اس کے بعد اسے دین کے اختلافات کے اسباب پر تنقید کا حق ملے گا۔

## پہلا سبب

حدیث کب قابل عمل ہوتی ہے

سبب اول یہ کلام چار نکات پر مشتمل ہے۔ وہ کہ تعلق منہ حدیث سے اور وہ کہ مشن سے ہے۔ وہ چار نکات یہ ہیں:

- (۱) حدیث شریف کے کچھ ہونے کے بعض شرائط کے بارے میں اختلاف۔
- (۲) کیا عمل کے لیے حدیث کا کچھ ہونا شرط ہے؟
- (۳) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دائرہ مافوق حدیث کے کائنات کی بحث۔
- (۴) عربیت کے لگاتار سے حدیث شریف کے ضبط (گھڑ کر یا زبانی پر) سے غور پر حدیث کا محفوظ کرنا (کاغذ و لکھنؤ)۔

### پہلا اہم نکتہ:

حدیث شریف کے کچھ ہونے کے بعض شرائط کے بارے میں اختلاف اصل و فروع سے دو پہلو پہلے ہونے کے خلاف ہے جس میں ایک اختلاف ہے بیان کرنا۔ چہرہ ملا دین پر تعلق ہیں کہ حدیث کے کچھ ہونے کی پانچ شرطیں ہیں:

- (۱) سند کا متصل ہونا
  - (۲) راوی کا عادل ہونا۔
  - (۳) راوی کے بارے میں کوئی گھٹیا طور پر اس کو تنہا کرنے کا ثبوت۔
  - (۴) سند اور متن میں شذوذ کا نہ ہونا۔
  - (۵) طبع کا دوسرے حد اور متن دونوں کا محفوظ ہونا۔
- اتصال منہ کے ثبوت کے لیے خود محدثین کا ایک شرط پر اختلاف واقع ہوا ہے جو



نے احادیث کے خلاف ذخیرے کو جس پر عمل کیا جاسکتا ہے؟ کا رد قرار دیا انھیں یہ بڑی تعداد اس حدیث کافی کم ہو جاتی ہے جب ان احادیث کو الگ کر دیا جائے جو امام شافعی کے نزدیک ان چار روایات سے تقریرت یا کراہی عمل اور جرح میں جاتی ہیں۔ جن کا ذکر ہو چکا ہے۔

(۲) **عدالت راوی کا ثبوت**۔ اس بات میں اختلاف کی بڑی گنجائش ہے اور اس سطر کا میدان بے حد وسیع اور کشادہ ہے۔ جس قسم کی عدالت راوی میں مطلوب ہے، اس کی فرصت میں اختلاف ہوں گے کہ:

۱- کیا یہ بات راوی کی عدالت کے لیے کافی ہے کہ راوی مسلمان ہو

اور اس میں کسی قسم کی جرح کا ثبوت نہ پایا جائے؟

۲- یا یہ کافی نہیں، بلکہ اس کی ظاہری عدالت کا ثبوت پیش کرنے سے

ی عدالت ثابت ہوگی؟ ایسے راوی کو مسترد کیا جاتا ہے۔

۳- یا عدالت ظاہرہ کے ساتھ عدالت باطنہ کا بھی ثبوت ضروری ہے؟

۴- اس میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے کہ ایک امام کی تعدیل (راوی کو

حادل قرار دینا) کافی ہے یا ہر راوی کی عدالت کے ثبوت کے لیے

دو اور جرح و تعدیل کی تعدیل ضروری ہے؟

المنکلف کے ان اقسام میں اس کا بھی اضافہ کیا جاسکتا ہے کہ یہاں وقت جرح کرنے والا کسی مسلم عادل کی عدالت کو بھی ساتھ کر دیتا ہے۔ اس سلسلہ میں دیکھنا گفتنی بھی ہیں۔ جس کی شرح کرتا اس مقام پر مناسب نہیں۔ اس کی چند مثالوں سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں۔ جیسے کتنے ہی عادل راویوں کی عدالت کا صرف اس لیے اختیار نہیں کیا گیا کہ وہ عراقی تھے یا فقہاء میں سے تھے جن کو اہل اہل نے کہا تھا انھوں نے عقل قرآن کے مسئلہ پر جو اہمیت دے۔ (جب کہ یہ قدر ضرور عروج پر تھا) یا ایسے امور ہیں جن کا رد مالک اور ان سے اختلاف وہی علماء کر سکتے ہیں، جنھوں نے اس علم کی تاریخ کا بغور مطالعہ کیا ہو اور جو طویل تجربہ کے ساتھ اس علم سے وابستہ بھی رہے ہوں۔

بار اپنی طلب برادری کو میں نے اس جانب متوجہ کیا ہے کہ وہ جرح و تعدیل کی تاریخ اور جرح و تعدیل کی اشیاء اور ان کی باتوں پر بھی نظر رکھیں جو اس موضوع میں داخل کی گئی ہیں۔ یہ سب مطلوبات کتب میں مذکورہ رسوم و الفاظ کے علاوہ ہے۔ اب ہوا چنے سرمایہ مطلوبات میں مثال کے طور پر ”تقریب“ ہی اس انصار کے لئے اس کا کیا مطالعہ ہے؟

ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی امام مہم شیعہ یا فقہاء میں سے کسی راوی کی تعدیل کرتے ہیں پھر محدثین یا فقہاء میں سے کوئی امام اسی راوی پر جرح کر دیتا ہے۔ اور ایسے راویوں کی تعداد جن کی عدالت یا ضبط یا اتفاق پایا جائے ان راویوں کی بہ نسبت جن میں جرح و تعدیل کا اختلاف ہے، ناچھائی نہیں ہے۔

ان دو وجوہ اختلاف میں ایک اختلاف ایسا بھی ہے جو اختلاف کے دائرے کو بے حد وسیع کر دیتا ہے۔ اور وہ ہیں کہ ایک راوی جس میں اختلاف ہوتا ہے ان سے دوسرا احاد بڑے مروج ہوتی ہیں، یا پھر اہل اہل کو عادل قرار دیتے ہیں اور ان کی روایت کو وہ تمام احادیث سے استعمال کرتے ہیں اور جو اس راوی کو کراہی قرار دیتے ہیں، اس استعمال کو تسلیم نہیں کرتے۔ چونکہ ان کے نزدیک حدیث ضعیف ہو جاتی ہے تو اس سے استعمال کرنا بھی ضعیف ہو جاتا ہے۔

ایک اختلاف ایسا ہے جس میں ہر اختلاف کرنے والا یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ حدیث سے استعمال کر رہا ہے۔ اور ان روایات کے خطا کے مطابق احکام کو بھیجتا رہتا ہے اور وہ یہ بھی ثابت کر دیتا ہے کہ اس کے مدعی کو عقلی اجتہاد حدیثین کے مسئلہ اور احادیث کے مطابق ہیں اس مقام پر ہم اس کے کام کو مسترد نہیں کر سکتے۔ اسی طرح گجرات کے دیگر شراک کے وجود میں بھی اختلاف ہوا ہے۔ مثلاً خطیب راوی کی شریعت کے بارے میں یہ ضروری صحت جو شل ذکر ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ خانی کے نزدیک خطیب راوی کا مطلب یہ ہے کہ راوی نے جس وقت اس حدیث کو سنا تو اس حدیث کو بیان کرنے کے وقت تک اس کو روایت نہ کی، اور ہر راوی وہ جیسے پہلے دن اس کو حاصل کیا تھا۔ اس میں



حدیث کی صحت اور کمالی عمل ہونے کے لیے پائے جانے والے شروط پر اختلاف علماء سے تعلق رکھنے والے واقعات میں سے یہ روایت بھی ہے جو شمسری نے کتاب اصحاب ائمه حسنة واصحابہ (ص ۱۳۶-۱۳۷) میں بیان کی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ: عیسیٰ بن ہارون عباسی الطبرستانی نے امام احمد بن محمد بن حنبلہ کی خدمت میں ایک کتاب لے کر حاضر ہوئے۔ جس میں چند احادیث صحیح کی گئی تھیں اور مامولان سے کہا کہ یہ وہ احادیث ہیں جو میں نے آپ کی صحبت میں ان حدیث صحیح سے سنی ہیں جن کو ہارون رشید نے آپ کی تعلیم کے لیے منتخب کیا تھا۔ اور آپ کے دربار میں ایسے خواص ہیں جو ان احادیث کی مخالفت کرتے ہیں اور مراد خواص سے ابوحنیفہ رحمہ اللہ ثانی کے شاگرد تھے۔ اگر یہ ایک حق کتاب ہیں تو ہارون الرشید کا آپ کی تعلیم کے لیے کتاب لانا اور اگر ہارون رشید کا انتخاب صحیح تھا تو ہارون رشید کا محزون ہیں ان کو دربار سے الگ کر دینا چاہیے۔ مامولان نے کتاب لے لی اور کہا شاید اس مخالفت کی ان کے پاس کوئی دلیل ہو اور میں اس سلسلہ میں ان کی دلیل ان سے دریافت کروں گا۔ پھر وہ کتاب کچھ بعد دیکر سے عین افراد کے حوالے کی لیکن کسی نے قطعی بحث جواب نہ دیا۔ عیسیٰ بن ہارون کو اس بات کی اطلاع ہوئی جو اس سے قبل کبھی مامولان کے دربار میں نہیں آچکے تھے۔ انہوں نے ایک کتاب "الفتح المصغر" کے نام سے لکھی اور اس میں اخبار کی وہ روایت سے روایت کی کہ ان روایات کو کچھ عقل کیا جاتا ہے اور ان احادیث کو قبول کرنا واجب ہے اور کسی روایت میں جن کا مسترد کرنا واجب ہے۔ اور جب احتجاج اور حجاج روایات ماننے آئیں تو ہم پر کیا لازم ہوتا ہے۔ اس کتاب میں ان اہم مسائل کو تفصیل سے بیان کیا۔ پھر ان احادیث کے لیے جواب قائم کئے۔ اور ہر باب میں ابوحنیفہ کا مذہب اور ان کی دلیل بیان کی اور وہ روایات بیان کیں جن سے حضرت امام کے دلائل حدیث سے ثابت کئے اور قیاس سے جو انہوں نے انکا مستحب کہنے کا بھی ذکر کیا۔ اور ہر موضوع کو سبب اور تفصیل سے بیان کیا۔

اب یہ کتاب مامولان رشید کے ہاتھوں میں پہنچی تو اس نے کتاب کا بغور مطالعہ کیا

(چونکہ مامولان کا شمار اہل علم و فضل میں ہوتا ہے اس لیے اس کتاب کے دلائل سے وہ بے حد متاثر ہوئے اور کہا کہ یہ قوم کے لیے ایسا نکتہ حجاب ہے جس کا ہاتھ اور تسلیم کرنا ان پر لازم ہے۔ اور پھر یہ شعر پڑھا۔

عَسْتَمُوا الْقَبِي إِذْ لَمْ يَهْلُوا شَعْبًا

لَا تَأْسُ أَهْلًا لَكَ وَحُصُومًا

ترجمہ: لوگوں کو تو یہ جان سے مراد ہے کہ وہ اس کی ہم سرب ذکر نہ کئے اور ہم اس کے دشمن نہ بن جائیں گے۔

كَفَرُوا بِالْحَسَنَةِ قُلْنَ لَوْ سَبَّحَا

حَسَنًا وَبَعَا إِلَهُ لَدِيمًا

ترجمہ: ان کا حال خود حدیث کی سوا کوئی جیسا ہے۔ ہر روز اس حدیث و شاعر اس کے چہرہ کو حدیث سے تاپا کرتی ہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

”ہمارے قریب ایک ضعیف حدیث دانتے سے لایا اور محبوب اور پختہ وہ ہے۔“ علی کہتے ہیں  
(مروان بن اسلم ہیں) اور ہم بھی کہتے ہیں۔

اور عبداللہ بن احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ:

”میں نے اپنے والد احمد بن حنبل سے پوچھا کہ میں ایسے طریقہ رہتا ہے  
جہاں ایک حدیث ہیں جو کچھ حدیث کا ضعیف ہے احتیاج نہیں کر سکتے اور وہاں اہل امرائی  
نہیں ہیں تو مسئلہ پیش آنے پر کس سے روایت کرے؟ تو میرے والد نے کہا صاحب  
حدیث سے روایت کرے اور صاحب دانتے سے نہ پوچھے کہ حدیث ضعیف دانتے سے  
قریٰ اولیٰ ہے۔“

بلکہ امام شافعی رحمہ اللہ خود بھی مرسل حدیث پر عمل کرتے تھے، جب مسئلہ پیش اور کوئی  
روایت اس ضعیف کے علاوہ نہ پاتے، بلکہ ان کا موقف یہی ہے کہ حدیث مرسل ضعیف  
ہوتی ہے، اس بات کو علامہ عطاء دی نے ”فتح الباری“ میں اختلاف ضعیف میں علامہ داودی کے  
واسطے سے امام شافعی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے۔

اگرچہ شیخ عبداللہ صوفی القماری رحمہ اللہ نے ”الرد المحتکم للعص علی  
کتب القول فیہ“ المسند المتخیر میں فرمایا

”ہمارے اس قول پر کہ ”ضعیف حدیث پر احکام میں عمل نہیں کیا جاتا“ اپنے  
الفاظ پر ہمارے نہیں سمجھا کہ اکثر لوگوں نے سمجھا اسب نے؟ ہمارے کتب میں ایک  
کتاب کا بھی نسخہ جس کا نام ”امور“ ہے اس کے خلاف آٹھویں صدی ہجری کے  
حقاک میں سے ہیں، اس کتاب کا ابواب ضعیف پر مرتب کیا گیا ہے اور ہر باب میں انکی  
اعدادیں ضعیف کو ذکر کیا ہے جن کو انفرادی ہونے والی اور انفرادی طور پر نقل کیا اور اس  
کے ضعیف اور مشکل کا بھی بیان کیا اور ہر ایک میں کتاب ہے جس کے خلاف حدیث کی

## دوسرا اہم نکتہ

جو سنت سے ثابت نہ ہو کیا اس پر عمل کیا جائے گا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث اگر کج یا حسن نہ ہو مگر علامہ کا اس پر اتفاق ہے کہ  
اس پر عمل کیا جاسکتا ہے اور احکام شرعیہ میں اس کو دلیل کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے اور اگر  
حدیث ضعیف ہو تو محمود عطاء کے نزدیک لغات میں اس پر مستحبات میں اس پر عمل اس کے مصروف  
شرائط کے پائے جانے کے وقت کرنا چاہئے اور یہ موقف مصروف اور محمود ہے، لیکن  
بعض علماء احکام شرعیہ اور محال و حرام کے سلسلہ میں بھی اس پر عمل کو ناجائز کہتے ہیں، یہاں  
تک کہ انہوں نے حدیث ضعیف کو قیاس پر ترجیح دی ہے جس کے مصداق شرعیہ ہونے پر  
محمود عطاء نے احتجاج کیا ہے بلکہ حرم عطاء نے قیاس کی حیثیت پر اتفاق کیا ہے سوائے  
محدود سے چند افراد کے جن کی مخالفت کا اپنے مواقع پر کوئی ناقد ہمارے نہیں کیا جاتا۔

ضعیف حدیث پر ایسے مواقع پر عمل اکثر علماء اور حنفیہ مالک اور احمد کا دلہا ہے اور  
بہی محدثین کی ایک جماعت کا دلہا ہے جیسے امام ابو داؤد، امام نسائی اور ابو حاتم، لیکن وہ  
شرطوں کے پائے جانے پر، ایک قریب کو مضبوط شدہ نہ ہو اور دوسری شرط یہ ہے کہ اس مسئلہ  
میں اس حدیث کے علاوہ دوسری کج یا حسن حدیث نہ پائی جائے۔

یہی اس حرم کا دلہا ہے۔ کج یا حسن میں فرماتے ہیں کہ:

”ایمانی اثر (روایت) دانتے کے وقت کے واسطے میں ہے، اگرچہ یہ روایت  
انکی نہیں جس سے احتجاج یا استدلال کیا جائے لیکن حضور اگرچہ ﷺ سے دانتے کے وقت  
کے واسطے میں اس کے خلاف کوئی روایت نہیں۔“





امام ابن قیم رحمہ اللہ نے "فتاویٰ المودود" میں فرمایا ہے: ﴿فَبَلَّغْ كَلَامَكَ لَا تَرْكَبْ آفَةً تَكُونُ لَكَ فِيهِ مِنْ حَرْفٍ﴾ یعنی میں اس میں اختلاف کا ذکر کیا کہ اس کا معنی کثرت خیال ہے جیسا کہ امام شافعی کا قول ہے۔ یا اس سے مراد غم اور غور ہے جیسا کہ حنفی اور مالکی میں جمہور مفسرین کا قول ہے اور جمہور کے قول کو چند وجہ سے ترجیح دی ہے۔ جن میں ایک یہ کہ یہ معنی حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، کو حواشی اور صرف نہیں تاہم اس میں ترجیح کی صلاحیت ہے۔ اور وہ حدیث کا کثرت سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ﴿فَلْيَنْشُرْ لَكُمْ﴾ ایسی جہان نے اس کو مرفوعاً روایت کیا کہ جب کہ ایسا قائم رہا تو نے اس کے مرفوع ہونے کو قطعاً فراموش کرے کہ اس کو حضرت عائشہ سے منقول کیا اور اسی کو صحیح قرار دیا۔ یہ جمہور مالکی سے مروی قول ہے جو اس کے باوجود کہ یہ قول صحیح حدیث سے ثابت نہیں اور غریب ہے لیکن بقول ابن قیم: جمہور کے نزدیک ترجیح کی صلاحیت رکھتا ہے۔

"فتاویٰ عالمگیری" ص ۱۵۰ (۱۵۱) میں اس مقام پر جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کثرت سے ہونے کی حالت میں پیشاب کرنے کے جہالت دئے ہیں، وہاں تحریر فرمایا ہے: "جملہ کثرت بیاہر و کبدہ" یعنی کھیلنے کے اندرونی جانب ورا کے باعث آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کثرت سے ہو کر پیشاب کیا جیسا کہ امام شافعی نے روایت کیا اور اس روایت کی سند اگرچہ ضعیف ہے لیکن سبب ہو کر کثرت کے بیان کے لیے کافی ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر جھٹکین کے نزدیک حدیث ضعیف کا متعدد مقامات پر اعتبار کیا گیا ہے اور اس کی ایک قیمت و اہمیت ہے، لیکن آج بعض اس کے برعکس چمکا کرتے ہیں۔ انھوں نے حدیث ضعیف کو حدیث موطوع کے ساتھ لاحق کر کے دونوں کو ایک ہی "سلسلہ" میں شامل کر دیا ہے۔

## تیسرا اہم نکتہ

حضور ﷺ کے ادا کردہ الفاظ حدیث کے اثبات کی بحث

مقصود یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معنی کو اسی الفاظ سے تعبیر فرمایا کسی اور دوسرے الفاظ سے نہیں۔ جبکہ اس حدیث میں دو ایسے الفاظ وارد ہوئے ہیں کہ ایک کے معنی ظہر ہو گا مگر عربی طور پر ہیں، وہاں اسے غلبہ ہوں جو دوسرے الفاظ کو لینے کے بعد صحیح ہو رہے ہیں۔ اور اس اختلاف کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ اس کے حدود کے قیمن سے کوئی واقف نہیں سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے اس وقت کی سیاسی میں اپنی عمریں گزار دیں۔ اس مسئلہ کو مولفین اور محدثین "روایت بالمعنی" کے عنوان سے ذکر کرتے ہیں۔

### روایت بالمعنی:

جمہور علماء اس کے جواب کے قائل ہیں اور اس کے جواب کے لیے یہ شرط لگائی ہے کہ راوی عربی زبان پر مکمل عبور اور الفاظ کے ولولہ کی بصیرت رکھتا ہو۔ اس اندیشہ کے باعث کہ وہ ایک کل کی جگہ دوسرا لفظ استعمال نہ کرے کہ جن میں تفاوت پایا جاتا ہو اور وہ مذکورہ قائلوں کو اس کام بھی سمجھے۔

لیکن حضرت امام ابو حنیفہؒ نے ایک شرط کا اور اضافہ فرمایا ہے کہ جس کی قدر و قیمت اور اہمیت وہ شخص ہی سمجھ سکا ہے جو اس راہ کا مرہبہ ان ہو۔ وہ یہ کہ روایت بالمعنی کرنے والا قطعاً بھی ہو۔ (۱) تاکہ الفاظ کی تبدیلی سے معانی پر جو اثرات مرتب ہوتے ہیں، ان کا



اڑی تھا۔ امام احمد کے لئے یہ بلائے کے لئے کہ وہ نماز میں ہے قیام زور سے کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر کھٹکھٹا رہے تو حلق میں حائل قرار کے اندر اس کا اور محتاج نہیں ہے اور صحت کے اختلاف کے سبب کہ صحت کا قول کیا ہے۔ دیکھئے تفسیر داس جلد ۱ ص ۶۷-۷۰-۷۱ اور شرح مشکوٰۃ (۱-۶-۷۰)

اور مشغوبہ کے نزدیک تحقیق میں مطلقاً کوئی حرج نہیں ہے۔ اور صحیح قول حق کے نزدیک کھلمکھلے کرنے کے بارے میں یہ ہے کہ اگر وہ حروف ہیں جنہوں کو قرآن مسموع ہوا ہے تو یہ صحیح ہے کہ ان کے مجموعہ (۳-۴-۵) میں ہے۔

اور احکام کے خلاف کسی بھی طرح نہیں اور بالکل غلط ہے کہ حکم کی وجہ سے انکار کیا جائے اور کہ جسے انکار کرنے کے لیے جہاد کا دعویٰ ہے اسے لے کر جہاد سے روک دینے کے لیے گواہی دینا ہے۔ یہ جہاد کا دعویٰ ہے کہ جسے انکار کرنے کے لیے جہاد کا دعویٰ ہے اسے لے کر جہاد سے روک دینے کے لیے گواہی دینا ہے۔<sup>(۱۰)</sup>

اس کے مطابق جو رکعت مسبوق نے امام کے ساتھ پڑھی وہ صحیح امام کے لیے چوٹی اور آخری رکعت ہے اسی طرح اس مسبوق کے لیے بھی وہ چوٹی رکعت ہے۔ تو جس وقت مسبوق امام کے سلام پھیرنے کے بعد بیٹھ گئے رکعتیں حاکم سے گاتو اس کی دوسری رکعت نہ ہوگی بلکہ پہلی رکعت ہوگی کیونکہ وہ سلام پھیرنے کے بعد تھا کے لیے کھڑا ہوا ہے۔ تو تھا ای کی اوتی ہے جو چھوٹ گئیں اور اس میں اتنا بھی سے کہے گا جو پہلے چھوٹ گیا ہے اس لیے پابست مسبوق کے پہلی رکعت ہے تو اس میں وہ جو تکبیر الہم بھی پڑھے گا اور سورہ فاتحہ کے ساتھ سورہ اہی ملانے گا اور اس رکعت کے بعد جب وہ تکبیر سے فارغ ہو کر باقی دو رکعتیں ادا کرے گا تو یہ تیسری رکعت چھوٹ مسبوق کے لیے دوسری ہے تو اس میں فاتحہ کے ساتھ سورہ ملانے گا اور آخری رکعت میں سورہ کو ملانے کے لیے صرف فاتحہ پڑھے گا۔ لیکن اب جب امام ابوحنبلہ رحمہ اللہ کا ہے اور ایک جماعت ملانے کا بھی اور یہ عمل دونوں روایوں کے اختلاف کے مطابق ہے اس لیے اگر قرأت کے اعتبار سے تو تھا پرم عمل ہوا۔ اور خود اور تھید کے اعتبار سے اقوام پر عمل ہوا۔ (۱)

اور دوسرے ایسے بہت سے احکام ہیں جو انھوں کے اختلاف پر مرتب ہوئے کی وجہ سے مختلف ہو جاتے ہیں۔ ایک راوی کی نظر میں اس اختلاف کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ البتہ اگر راوی خفیہ ہو اور اس احکام کی معرفت اس کو حاصل ہو جو ایسے مختلف ائمہی افلاطون مرتب ہوئے ہیں تو وہ روایت کو اس لفظ کے ساتھ متفق کر کے بیان کرتا ہے اور وہ روایت بائقی کے خیال سے اور اس کے چاکنہ ہونے کی وجہ سے اس تھا کو نہیں بدلتا۔

اور اس کی بہت سی مثالیں ہیں اور اگر کوئی ان مثالوں کو فتح کرنا چاہے تو اس کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ کسی دسترس میں ان کو سمجھائیں جائز نہ ہو۔

میں خطیب بغدادی کی کتاب "الاکھارہ" (ص ۱۶۸-۱۶۹) سے ان کا کام نقل کرتا

(۱) انظر المسند النبوی، تخریج علی حد الاستیلاف فی الروایا فی سیر القرون ۱-۶-۱۰۰۰-۱۰۰۴

ہوں میں میں قدرے طراوت ہے۔ دراصل یہ کاخی راہبر غری کا کام ہے جو انھوں نے "المحدث القدسی" (ص ۳۹۹-۳۹۰) میں بیان کیا ہے۔ خطیب فرماتے ہیں کہ راوی کے لیے مجتہد پندرہ ہے کہ حدیث کو بھی الفاظ سے بیان کیا جائے جس میں وارد ہوئے ہیں، کیونکہ احتیاط اور صلاح کی راہ بھی ہے اور جو اپنے الفاظ میں معنی بیان کرے تو اس کے لیے پہلی چوکی اور مکمل احتیاط اس لیے ضروری ہے کہ روایت کے معنی چھوٹے سے بھگم بھی بدل جاتا ہے۔

یہ روشنی بن مکمل بھی کثیر کے طریق سے ایک روایت نقل کی جس کو وہ ابن علیہ سے اور وہ احمد اسحق بن حنیہ صیب سے اور وہ اس بنی انک سے نقل کرتے ہیں کہ "ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ہو عمر فرط لہ"۔

ابن علیہ نے مذکورہ بالا سند سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد کو دھڑلے کے استمال سے منع فرمایا اور یہ روایت کی سند سے ابن علیہ (مسند ابن علیہ) ہی سے یہ حدیث اصل کے قطع کے لیے روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دھڑلے کے استمال سے منع فرمایا ہے اور یہ روایت مکمل کی طرف اس قول کی نسبت کی کہ شیعہ نے مجھ سے ایک حدیث روایت کی جس میں ابن سے لفظی ہوگی، میں نے ان سے یہ بیان کیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے "مرد" کو دھڑلے کے استمال سے منع کیا اور شیعہ نے اس کو علی بن ابی حمزہ سے لفظاً سے بیان کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دھڑلے سے منع فرمایا اور "مرد" کا ذکر روایت میں نہیں کیا۔

میں کہتا ہوں آپ نہیں دیکھتے کہ حامل بن علیہ شیعہ پر اعتراض کر رہے ہیں کہ شیعہ نے مجھ سے روایت کرنے میں لفظی کی اور عمومی طور پر دھڑلے کی ممانعت بیان کی جب کہ دھڑلے کے استمال کی ممانعت مردوں کے ساتھ خاص تھی اور شیعہ نے چونکہ روایت بائقی کا قصد کیا تھا اور "رمل" (مرد) کی تھ جو روایت میں موجود تھی اس کا ذکر ضروری نہ سمجھا جس کو ابن علیہ نے اپنی روایت میں ضروری جان کر ہی نقل کیا تھا۔ یہاں

حدیث کو باطلی روایت کرنے سے دو حکم جو مردوں کے ساتھ خاص تھا، عام ہو گیا۔ اس لیے ہم کہتے ہیں کہ حدیث کے الفاظ میں کسی تعریف اور رد و بدل کے بغیر روایت کرنا حق مخالفت حدیث اور احادیث کے لیے بہتر اور مناسب ہے۔

اور میں کہتا ہوں کہ "شعبہ قویہ" میں "جیسا کہ دوسری حدیث نے کہا لیکن شعبہ کو اپنے دور کے محدثین کے سر شل بنانے کے بعد جو حدیث میں اضافہ کیا گیا اس کی اسے کوئی برتری اور افضلیت کا اعتراض تھا، اس لیے وہ اضافہ کیا گیا اور یہ حدیث اعلیٰ اور سیدہ الحدیث کے لقب سے یاد کرتے تھے۔

اور شعبہ کے بارے میں حافظ ابن عبدالحادی نے "مستخرج" میں کہا ہے کہ شعبہ قویہ میں ایسے ماہرین تھے سلفہ میں اسی شعبہ کی بنیاد انھوں نے ایک فقہ راوی کی پرکاش کیا جس کی روایت کردہ حدیث کے بارے میں انھوں نے کہا کہ ان کی حدیث ایک دوسری حدیث سے جو اس باب میں ہے، متعارض ہے۔ شعبہ کے کام کے سبب دیگر محدثین نے شعبہ کی اطلاع میں اس راوی پر ظن لیکن جرح کی۔ بخلاف امام الکاتب میں اس کی تفصیل دیکھیں چاہئیں ہے۔

اور غلیب نے ان سب احوال کو ذکر کرنے کے بعد محمد بن اسلم کی طرف اس قول کو منسوب کیا ہے کہ "شعبہ قویہ لوگوں سے اہل حدیث کے ساتھ دلائل و روایات کے درمیان واسطہ قضا ہے تو اس کا غلبہ خود کر لینا چاہیے کہ وہ کیا چیز ہے کہ انھوں نے ان کے درمیان کا ہے۔ اور اپنے دوسرے واقعات اور آثار بھی ہیں جو غلیب نے اسانید کے ساتھ بیان کیے، جس میں ابراہیم بن الحنفی کا یہ قول بھی ہے جو اسے "مصلح طور پر بھیجے گئے گا۔"

"تم اپنے صحت کو بھیج دے گا کہ حدیث جان کر تے وقت غیر ضروری طور پر طمان

کراہیدو جس کا طمان کہہ گا۔"

اس لیے اگر نے ان احادیث کو جو فقہاء بیان کرتے ہیں، بغیر فقہاء کی روایات پر نقلیات دی ہے اور افاضی، دوسری حدیث نے "المحدثات المصنوع" میں (۲۲۸) ایک غلطی

فصل "القول فی فصل من جمیع من طرقہا والدرایہ" کے عنوان سے قائم کی ہے۔ یعنی جو روایت اور روایت (فقہ اور افاضی) کو ساتھ لے کر چلتے ہیں ان کا بیان۔ اس میں یہ قول انھوں نے امام کبج بن البراء کا ذکر کیا ہے کہ انھوں نے ایک دن اپنے اصحاب سے کہا "مصلح حدیثات ابوہائل سے اور وہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، یہ مصلح حدیث ہے کہ ایک افضل ہے یا سفلیان ثوری جو "مقصود من خلفہ عن ابراہیم عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ" کی سند سے بیان کرتے ہیں؟ تو ان کے ساتھیوں نے جواب دیا کہ: "مصلح من اہل دلائل زیادہ اقرب سند ہے تو کبج نے فرمایا کہ: "مصلح شیخ ہیں (یعنی حدیث میں ماہر ہیں) اور ابوہائل بھی شیخ ہیں، لیکن سفلیان جو روایت مقصود سے اور وہ ابراہیم سے اور وہ طاہر اور وہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں، اس سند میں سفلیان بھی فقیہ ہیں اور مقصود بھی فقیہ ہیں، اور ابراہیم اور طاہر بھی فقیہ اور وہ طاہر ہیں ہی عبداللہ نے الفاظ بیان اور فرماتے: "فقہ عن سفلیان عن خلفہ عن مقصود۔ اور غلیب بغدادی نے "الکتاب" کے آخر میں انشاء و احادیث کے بعض نقلی امور (کرکے ہیں اور کہا (ص ۳۳۰)۔

"ایک حدیث یہ ہے کہ روایات بیان کرنے والے فقہاء ہیں، لیکن حکام کے

بارے میں فقہاء کی باتوں پر ترجیح سے بہت گہری اور دقیق ہوتی ہے اور اگر کبج کا ذکر وہ دلائل قدر کرے کہ اور انھوں نے دلائل عن طریق کے اس لال کا اضافہ کیا، وہ حدیث میں اس فقہاء

ایک دوسرے سے روایت کریں سب سے اعلیٰ ہوتی ہے۔"

پھر ابراہیم بن سعید ابوہریری کی سند سے کبج کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:

"فقہاء کی زبان کو روایت حدیث حدیث کے لیے ضروری ہے کہ حدیث سے زیادہ

یاد ہے۔"

میں کہتا ہوں (مخالف) اور اس قول کے بارے میں پہلے فقہاء کی طرح خود کبج کا ایک واقعہ ہے اور ان کا جواب اس سے زیادہ جامع و محیط عام ہے اور یہ فقہاء "الشرح

والفعلیل" (۲۵-۲۶) میں بیان الہی حاکم نے ذکر کیا ہے اور امام کبیر کا جواب ہے کہ علماء کے لئے ایک فقہاء کی روایت مشائخ سے زیادہ پسندیدہ تھی۔ حضرت کبیر کا یہ قول عام محدثین کی ترغیبی ہے۔ ان کی تاسیسی اپنی ہی رائے تھیں۔ کیونکہ پہلی روایت میں "أحب إليّ ما نطق به كعب بن علقمہ ہے اور دوسری میں "أحب إليّ ما نطق به كعب بن علقمہ ہے کہ عام محدثین کا یہ شعار تھا ان سب کے لئے ایک ایسی روایت محبوب اور پسندیدہ تھی۔

ابن حبان نے اس بات کی اہمیت کو اور زیادہ بڑھا دیا اگر کیا ہے اور اس کو ترجیح اور قبول کا وجہ دیا ہے۔ اپنی "مجاہد" کے مقدمہ میں ذکر فرماتے ہیں، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ائمہ طحاوی زیادتی کا روایات میں ہم اختیار نہیں کرتے مگر ان کی روایات قبول کرتے ہیں، جن پر ہفت غالب ہو، کیونکہ محدثین روایتوں کے نام اور اسناد کا زیادہ اہتمام کرتے ہیں اور حجون کا زیادہ اہتمام نہیں کرتے، اس لیے جب کوئی محدث کسی روایت کو صرف عابیان کرتا ہے اور اس پر ہفت غالب ہو تو ہم اس کے صرف عابیان کرنے کو اس وقت قبول کرتے ہیں جب وہ اپنی کتاب میں اس کا ذکر صرف عابیان کرتے ہیں اور اسی طرح کوئی صاحب حدیث جو اگرچہ جاحظ اور یحییٰ بن زبیر کی روایت میں لائے نہیں اس کو قبول نہیں کرتا اس لیے کہ ان کو بڑھتی حدیث کی مصدقہ کی نظر آتی ہے۔ یہ بات اتفاقاً زیادتی کے قبول کرنے میں اس کی نایب اختیار ہادی کی دلیل ہے۔

## چوتھا اہم نکتہ

عربیت کے لحاظ سے حدیث شریف کے ضبط کا اعتبار و اطمینان

یعنی اس بات پر غور کرنا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نکتہ کا کتنا طریقہ اور طریقہ (یعنی کے ساتھ) یا مصوب (زیر کے ساتھ) یا غور (زیر کے ساتھ) اور میں اس بات کا علم ہے کہ عربی زبان اپنی اہمیت میں ہے۔ یہ غور و خوض اس لیے ضروری ہے کہ لغت یا قواعد نو کے معمولی اختلاف سے مختلف معانی اور تفسیریں مرتب ہوتے ہیں اور اس کی ضرورت اس وقت پڑتی ہے جب دورانیوں کا زیادہ کا مطالعہ کے نکتے میں اختلاف ہو جائے، جیسا کہ کتب سنن کی بحث میں گذرا۔ اس لیے کہ اگر ایک نکتہ کی مختلف روایات میں سے ایک میں کا محقق ہونا ثابت ہو جائے تو بعض اختلاف بھی نہ رہے گا اور اگر روایات مختلف ہوں گی تو لازمی طور پر بعض اختلاف بھی ہوگا۔

میں ذرا بحث موضوع کے تعلق سے ان فقہاء کا ایک مجموعہ معانی بیان نقل کرتا ہوں جس میں اس بات کی اہمیت کو عمومی طور پر ذکر کیا گیا ہے اور اس کے ساتھ میں خاص طور پر اس کی اہمیت کو مثالوں سے واضح کروں گا۔

موصوف اپنی کتاب مجموعہ مشکل القرآن " کی ابتدا میں لکھتے ہیں (۱۶-۱۷):  
اہل عرب کو اللہ تعالیٰ نے اعراب کی ایک ایسی خوبی عطا فرمائی جو ان کے کلام کے لیے صحت اور نکلت کی ترتیب کے لیے نہایت کامیاب ثابت ہے اور بعض روایات دو ایک جیسے جملوں میں اور دو مختلف معانی میں فرق کو واضح کرنے کے لیے کام آتا ہے، جیسا کہ قائل اور موصول

ہم دونوں کی طرف فعل کی نسبت برابر ہو سکتی ہو تو اعراب ہی سے فرق کیا جاتا ہے۔ اگر قائل ہیں کہ: "علا فانہ اسی" (تو میں کے ساتھ) تو تو میں اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس نے فعل نہیں کیا اور اگر بغیر تو میں کے "علا فانہ اسی" کہے (اشکاف کے ساتھ) تو یہاں تو میں کا حذف دلالت کرتا ہے کہ اس نے فعل کیا ہے۔

اگر کوئی قاری قرآن کی اس آیت "فَوَلَّكَ يَوْمَئِذٍ آلِهَةً فَمَا تُغْنِيكَ" فَوَلَّكَ مَا تَبْتَغُونَ وَمَا تَبْتَغُونَ مِنْهَا مِنْ مَالٍ فِيهَا" کے بجائے "فَوَلَّكَ" کو کوئی پڑھے جیسے قول کے بعد بعض نصب پڑھتے ہیں اور میں کے بعد بھی نصب ان کے پاس چاہئے تو یہاں نصب پڑھنے سے معنی بدل جائیں گے اور آیت کا معنی یوں ہو جائے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بخود ہیں ان کے اس کہنے سے کہ ان اللہ بعلوم ما بسرور وما بعلوم اور انکی بات جان لو پھر کہنا کفر ہے اور یہ ایسی عقلی ہے جو قاری میں کی جائے تو لفظ نہ ہو گی، نہ مختصر یوں کو چاہئے کہ چشم چینی سے کام لیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے "لَا تَقْضَلْ طَرَفِي صِرَاعًا بَعْدَ الْيَوْمِ" جس نے اس روایت میں "لَا تَقْضَلْ" جزم کے ساتھ روایت کیا تو ظاہر حدیث سے یہ بات ہوگا کہ قریشی چاہے مرتد ہو جائے (امیاز باط) یا کسی کو قتل کر دے تو بھی ابدہ او کے بدلے یا قتل کے عوض اس کو قتل نہ کیا جائے گا۔

اور جس نے "لَا تَقْضَلْ" کو رخ کے ساتھ روایت کیا۔ تو یہ قریش کے واسطے میں قائل کوئی نہیں بھول ہوگا کہ کوئی ان میں سے مرتد نہ ہوگا تو قتل کا مستحق بھی نہ ہوگا۔

مواہی کا یہ اشکاف صرف اعراب کے اشکاف سے پیدا ہوا ہے اور بعض اوقات ایک لفظ میں حرکت کے اشکاف سے معنی بدل جاتے ہیں۔ عرب کہتے ہیں: رَحْنُ لَحْنَةٍ (بکلام اچھن) بہت لوگ اس کو لغت کریں اور اگر کوئی شخص لوگوں پر حسرت کیسے تو اس کے لیے میں کا فخر استعمال کرتے ہیں اور اسے لَحْنَةٌ کہا جاتا ہے۔

اگر لوگ کسی کو قتل دیں تو جس کو قتل دی جاتی ہے اسے "رحن شنتہ" کہتے ہیں اور

اگر وہ شخص دوسروں کو قتل دینا ہے تو قتل انجام کے ساتھ "رحن شنتہ" کہتے ہیں۔ اسی طرح "فَزَلَّنا اور فَرَزَلَّنا اور "شَحَرْنَا اور شَحَرْنَا اور شَحَرْنَا اور شَحَرْنَا" وغیرہ

لَحْنَةٌ" وغیرہ تمام مثالوں کا یہاں ہوا معنی ہوتا ہے، اولیٰ میں آ رہا ہے۔ اگر قصاب کوئی بکری قریبی طور پر ذبح کرے اور اس کے پیٹ سے مردہ بچہ نکلے تو کیا اس بچے کا کھانا کھاندا جائے گی؟ ہاں ہے، یا اگر ذبح کیے ہوئے حلال نہیں؟

اس سلسلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مرفوعہ "فَحَسْبُ لَكَ لَهْمٌ" اس کے تعلق سے مختلف روایات مل رہی ہیں۔ اشکاف لفظ "ذکاؤ" دینی میں ہے کہ یہ مرفوع ہے یا منصوب؟

ابن الجوزی نے "مفتیہ" (۲-۱۷۳) میں کہا کہ اس حدیث (۱) کو مرفوع بھی روایت کیا گیا ہے اور منصوب بھی۔ جس نے مرفوع روایت کیا، اس کو بڑا جانا بہتہ "ذکاؤ" لکھیں۔

کے لیے۔ تو اس کا ذبح کرنا یا نہ کرنے (جانور) کے لیے ذبح ہوگا اور اگر ذبح سے ذبح کی ضرورت نہیں ہوگی اور جنھوں نے "ذکاؤ" امر کو منصوب ذکر کیا ہے، انھوں نے فقہی

مباحث میں لکھی "ذکاؤ" فحسب لفظ "ذکاؤ" لہذا جب حرف چار کو حذف کر کے مجزوء کو منصوب جرح لفظ فعلی کے طور پر منصوب پڑھا گیا، یا بجز نصب "لَذا" غرضی نہ لکھیہ بجز

"ذکاؤ" لہذا کی فقہی یہ ہے کہ مصدر اور صفت کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کا قائم مقام بنادیا گیا ہے۔ تو ان کے نزدیک عیس کا ذبح ضروری ہے، اگر نہ ہو گا اور بعض

علماء "ذکاؤ" اولیٰ اور "ذکاؤ" دینی دونوں کو نصب دیتے ہیں "لَذا" ذکاؤ فحسب "ذکاؤ" لہذا "لَذا" (ابن الجوزی کا کلام ختم ہوا)۔

تو آخری دو روایتوں کی بناء پر جنھن کا ذبح کرنا کھانے کے لیے ضروری ہوگا اور پہلی روایت میں وہ اچھل ہیں۔ ایک تو یہ کہ بچہ کی ماں کے ذبح نے بچے کے ذبح سے مستثنیٰ کر دیا دوم یہ کہ جنھن (بچے) کا ذبح کرنا اس کے ذبح کی طرح لازم ہوگا۔ یہ معنی بطور تفسیر

بیچ کے ذبح سے ہوگا (تفسیر بیچ میں ادا ہو چکی اور وہ شہ کو حذف کر دیا جاتا ہے) روایت



مشہور کے مقتضی کے مطابق کہ لفظ "ذکاۃ" دونوں جگہ مرفوع ہے، اس کو اہل اہل شافعی و طبری نے اختیار کیا ہے۔

اہل اہل نے بعد کی دوسرا اہل اہل پر عمل کیا، لیکن اس میں بظاہر ہی کا بھی سبکیا نہ ہو ہے۔  
دونوں حضرات نے اپنے مذہب کی تائید میں دوسرے دلائل بھی ذکر کیے ہیں۔ مثلاً اہل اہل اس کے بعد میں نے قاضی عیاض کی یہ تفسیر کتاب "الامام" میں دیکھا کہ وہ حدیث کے الفاظ کے حرکات و سکنات اور ضبط و جمل پر متکرم کر رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اعراب میں اختلاف کے سبب علماء میں اختلاف واقع ہوا ہے، جیسا کہ علماء کا اختلاف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث "ذکاۃ الحسن" "ذکاۃ امد" "ذکاۃ" "ذکاۃ" "ذکاۃ" کے فتح کو نہ چھوڑتے ہوئے سبکیا نہ ہو اختیار کیا ہے کہ جن میں اس کی ہر ایک طرح مستقل طور پر وضع کیا جائے گا اور اختلاف کے علاوہ مالک اور شافعی نے "ذکاۃ" کے لفظ میں رفع کو ترجیح دے کر جن میں سے اہل اہل سابقہ کر رہا اور اس کے ذریعہ کا جن میں کی صحت کے لیے کافی ہونا اختیار کیا۔

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول "لا تروا ما تروا بحمد صدقہ" علماء کی ایک جماعت نے صدقہ کو مرفوع قرار دیتے ہوئے کہ یہ جہاد کی خبر ہے۔ یوں بھی کیا کہ انھیں نے جو ترجمہ دیا اس میں میراث پوری نہ ہوگی، بلکہ صدقہ ہوگا اور اس کو چھوڑ کر اس میں فرق نے تفسیر ہونے کی بنا پر "صدقہ" کو مرفوع قرار دیا اور یوں بھی جان کیا کہ انھیں صدقہ کے واسطے اس ترک میں نہ ہوں گے جو صدقہ ہے (بلکہ جو ملک ہے اس میں میراث جانی ہوگی) اس میں بھی ان کے اختیار سے یہی اور تفسیر میں کوئی لڑائی نہ ہے گا۔ ضابطہ کی کوئی تخصیص نہ ہے کہ اور اہل اہل اس نے حال قرار دے کر صوبہ کو ترجیح دی۔

اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول: "عو لك عدد من زعماء بعض علماء نے حرف عدا حذف ہاں کہ "عد" کو مرفوع قرار دیا اور ممن کو اس کا تابع ہاں کہ مرفوع اور منصوب دونوں کا قول اختیار کیا۔ جیسا کہ متنازعہ کی صحت کے اعراب میں خمد اور خمر

دونوں جاری ہوتے ہیں۔ اختلاف نے "عد" کو منصوب قرار دے کر "عد" صوبہ کو بھی اختیار کیا۔ "ای" عو اللہ لك عد" اور ممن زعماء کو متنازعہ اہل اہل کہ منصوب قرار دیا، لیکن اسے ممن زعماء کا قید ہر اہل اہل کے لئے نہیں ہے۔

اس موضوع سے متعلق ایک اور مثال بھی دی جا سکتی ہے اور یہ مثال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول:

فمن عمل حسنة ابل في اربعين سنت لكون لا تحرق ابل من حسنها من اعطاهوا مؤثرا (وحي طلائع الاخر) فله امرها ومن منعها فانا اخطوها ونحظر ماله غرسا من غرسات رعا عز وجل وليس لاني محمد منها شيء" رواه ابو داود والبيهقي (۱)

یعنی چالیس چار سالے دنوں میں ایک حسنة کو ذکاۃ میں دینا ہے۔ لوگوں کے صاحب میں کوئی تحریق نہ ہوگی، مگر کوئی ثواب کی حد سے غور ذکاۃ اس کے کا تو اسے قرب کرنے کا جو جو دانا کرے گا تو ہم ذکاۃ بھی لیں گے (اور سزا کے طور پر اس کا آدمی بدل بھی لیں گے۔ یہ ان کی طرف سے لازمی احکام ہیں جو اہل اہل کے لیے اس میں سے کچھ بھی نہیں۔

اس حدیث میں "وشطر ماله" کے اعراب میں اختلاف ہو گیا کہ یہ "شعین" اور "رمانہ" کے فتح کے ساتھ وارد ہے تاکہ مصناف مصناف اہل قرار دے جائیں۔ یا پھر یہ "شعین" کے ضم اور دوائے مشدود کے ضم کے ساتھ ہے (یعنی وشطر) اس صورت میں فعل باختر فی المفعول ہوگا اور اس کا اہل اس کا نائب ماحل۔

اس اختلاف اعراب کے باعث حدیث کے معنی میں بھی اختلاف ہوگا، اس لیے کہ پہلی صورت "وشطر ماله" کا معنی ہوگا کہ جو ذکاۃ لیں دے گا تو اس سے سزا کے طور پر آدمی مل جائے گا اور ذکاۃ لیں مل جائے گی۔ یہ مشہور ہے، لیکن مجہود نے اس پر عمل نہیں کیا۔ اس مسئلہ کا تحقیق سزا اور قوی کے طور پر مل جائے گا تاکہ اس سے ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ کے بارے میں ذکر رہا ہے کہ انھوں نے اس حدیث سے کچھ نظر فرمایا ہے یعنی مائی جہاد۔ جہاد سلم  
 اور دوسری صورت میں جب کہ مراد "فیہکرم" مادہ "ضی" مہول کی شکل میں ہو تو  
 معنی پہلے معنی سے مختلف ہو جانے کا۔ یعنی اس کے مال کے جو حصے کیے جائیں گے اور زکوٰۃ  
 وصول کرنے والے کو اختیار ہوگا کہ جس نصف سے چاہے زکوٰۃ لے۔ بلکہ زکوٰۃ اس حصہ  
 سے وصول کرے گا جو دونوں میں ہو۔ اس معنی کو ابو احمد جہزلی نے ترجیح دی ہے جو امام  
 احمد کے اصحاب میں سب سے نمایاں مشیت رکھتے ہیں۔ مگر علم فقہ کی اور مذہبی مثال  
 دی جاتی تھی اور امام جہزلی نے اضافت مائی صورت کو دوا کی قطعی ترمیم کیا ہے۔

### اس سبب سے متعلق پیدا ہونے والے دو شبہات

دوسرے سبب پر روشنی ڈالنے سے پہلے دو شبہوں کے بارے میں کچھ بات کرنا چاہتا  
 ہوں۔ میں کے بارے میں بہت سے لوگ ذاتی اختلاف کا شکار ہیں۔ ایک تو یہ عقول کا

۱- جب حدیث کا جہاد بات ہو تو وہی میرا مسلک ہے۔

۲- کسی حدیث کا جہاد جمل کے لیے کافی ہے۔

**پہلا شبہ:** پہلا شبہ یہ پیش کیا جاتا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے "إذا  
 صحیح الحدیث فهو مدعی" جب حدیث صحیح ثابت ہو تو وہی میرا مسلک ہے۔ مثلاً کسی  
 مسئلہ میں ایسی حدیث جس میں نفی ہو بخاری اور مسلم نے روایت کی ہے۔ اگر مرنے اس  
 پر عمل کیا تو ہم نے ایک مصلحت پر عمل کیا جو صحیح حدیث سے ثابت ہے اور ہم نے اختلاف امام  
 میں سے ایک حجاز امام کے مسلک پر بھی عمل کر لیا۔ لہذا متعلق اعتبار سے یہ کہا مناسب نہیں  
 کہ شافعی مسلک وہی ہے جو ان کے مسلک کی کتابوں میں ان سے نقل کیا گیا ہے۔

ایک جواب اس کا یہ ہے کہ یہ قول کہ جب حدیث صحیح ثابت ہو تو وہی میرا مسلک ہے، یہ امام  
 شافعی نے ضرور کہا ہو دوسرے حصے میں کہا کہ یہ تو ہر اس مسلمان کے بظاہر نظر کی تر جمانی

کرتا ہے جو امام احمد رحمہ اللہ رسول اللہ کا معنی سمجھ کر ایمان لایا ہو۔ امام شافعی کے اس جملے کو ان  
 کثیر نے اپنی تفسیر میں اختلافاً توسطی دیا۔ اختلافاً العصر کی بحث کا آخر میں نقل کیا۔  
 اور اس پر یہ مصلحتاً حقیر کیا ہے۔ یہ ان کی ان احمادی اور علمی روایتی برتری کی دلیل ہے اور ان اہل  
 ان کے جہاد کی تفسیر کا یہ طریقہ کار ہے۔ امام تہجدی ان پر مہم فرمائے اور ان سب سے مدافعت ہو۔  
 حافظ ابو زہرہ عراقی اپنی کتاب "الاحیاء النورانیہ" (ص ۹۸) میں لکھتے ہیں کہ:

"مراہم میں کوہ حدیث کی کبریا ہے۔ یہ کہنے اور علم میں تہذیب و علم اصول پر

موراجعت ہو اور ملک کے اختلاف اور ان کے گناہ کی معرفت رکھنا ہو اگر کسی دینی گناہ

حدیث پر قطع ہو جو ان کے امام کے قول کے خلاف ہو تو میرے ہذا ایک اس کے لیے اس

بات کی کوئی گمان نہیں کہ اس حدیث کی کبریا کو ہرگز نہ چھ امام کے قول پر عمل کرے۔"

لیکن إذا صحیح الحدیث فهو مدعی سے اکثر کرام کی مراد یہ ہے کہ حدیث پر عمل

اسی وقت کیا جائے گا جب حدیث جمل میں ہو اور ہر دینی ان کا مذہب ہوگا۔

اختلاف و شریعہ اور مذہب کے لئے کرام کے حوالے سے میں اس بات کی وضاحت

کروں گا۔ انھوں نے اپنے اس قول کی مراد کو بھی واضح کیا ہے اور اس قول کے اصل

حاصل میں بھی صراحت کی ہے جو اس قول پر عمل درآمد کی مصلحت سے رکھتے ہیں۔ اختلاف میں

سے علماء اہل حقنا اکثر علمی عقلی نے جو کہ ان اہل امام کے شیخ ہیں، وہاں پر اپنی شرح کے

دراصل میں لکھا ہے:

"جب حدیث صحیح ہو تو جب کے خلاف حدیث حدیث پر عمل کیا جائے گا اور یہی اس

کا مذہب ہوگا۔ جب مذہب کا مسئلہ حدیث پر عمل کرنے کے سبب صحت سے ملے گا تو

اس بات کی ابتدا امام شافعی نے اس کی طرف کی ہے کہ حدیث کا جہاد حدیث میرا مذہب

ہے اور امام شافعی نے امام شافعی نے اس کی ابتدا تو لگائی ہے۔"

علامہ ابن ماجہ (۱) نے ان کا قول نقل کرنے کے بعد اس پر تعلیق لکھی کہ

عام شعری نے ہمارے پاس سے یہ بات نقل کی ہے اور یہ نقل نہیں کہ اس کلام کے صاحب ہی ایک ہیں جو خصوص میں فکر و فکر کے اہل ہیں اور کلام کو مستوع سے ایک نکالتے ہیں۔ وہ اہل مذہب نے مکمل میں، ایسی طرح تصور کرنے کے بعد اس میں نقل کیا تو مذہب کی طرف اس کی نسبت گنگ ہوئی، اس لیے کہ اب صاحب مذہب کی اپنا حق سے یہ صادر ہوا ہے کیونکہ اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر وہ مکمل کے صلف پر متفق ہوتے تو اس سے صبر کر کے اتنی دلیل کی اپنا کر دیتے۔  
اور یہ بھی لکھا کہ:

”جہاں شریعتوں کی مدارش کے قدرت ہوتا ہے مجھ کا مذہب جتنا ہے جہاں چاہیں بات کی صراحت نہ کرے، جیسا کہ پیچھے ہم نے ملاحظہ کیا تھا اور ہمارے شعری نے نقل کیا کہ ان میں سے صحیح اندازہ ہر کی طرف اس آواز کی نسبت کی ہے کہ وہ صاحب مذہب گنگ قدرت پر جانتے ہو اور مذہب ہے۔“

اور علامہ ابن عابدین نے اپنے رسالہ ”شرح رسم الصلح“ (۱۶) میں ابن عیون کے قول کو نقل کیا ہے اور کلام سابق میں مذکور قیود کے ساتھ اس کو بھی مشق کیا ہے اور اس قیود کے بعد ایک اور قیود کا بھی اضافہ کیا ہے اور کہا میں کہیں ہوں کہ:

”نقل کرنے سے پہلے اس حدیث کی حد سے مذہب کے کسی قول سے اس کی موافقت نہیں ہوتی، چاہے اس لیے کہ اس قول میں حد سے اس کا نقل ہو، اس کے خلاف اجتہاد کی اپنا ہے اس کے نہیں ہوتی، کیونکہ اس اجتہاد اس شخص کے ساتھ اسے اتنی ہے اور ظاہر بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کو اس روایت سے زیادہ واضح کوئی دلیل ملی جس کے سبب اس روایت پر عمل نہیں کیا۔“

اور میں (مسائل کتاب) کا چاہتا ہوں کہ وہ باتوں کی طرف متوجہ کروں:

(۱) ایک یہ کہ بعض فریب اور مقلد اپنے واسطے صاحب سے حاشیہ ابن عابدین سے

ابن عیون کا یہ کلام نقل کیا اور لوگوں میں یہ ظاہر کیا کہ ان عابدین نے اس کو نقل کر کے اس پر شکوت کر لیا ہے اور یہ کہانے کی کوٹش کی ایک حائل ہے مذہب کی رائے ہے اور خاص طور پر علامہ ابن عابدین، رحمہ اللہ کی یہ رائے ہے جو حد فرائض طاعت مذہب کے خاتم اکتھین کہلاتے ہیں، جیسا کہ انھوں نے باطل کی طرح علامہ شعری کی کتاب ”المیوز ان بکھری“ سے اس قسم کی عبارت نقل کر کے اپنا ہے اور ان کے کلام کوڑا حال نکالا ہے اور ان کی آواز پختہ ہونے کہا کہ:

”علامہ شعری جیسے معتبر اور متحمل صوفی کا مذہب کی اتباع میں یہ قول ہیں

اور بقایا یہاں سے لیکن بات تو حق اور سچ ہے مگر ان کا اور دوسرا اور بظاہر کا ہے اور حق یہ باطل کالج کر کے مقصد لوگوں کی آنکھوں میں بھول بھوک ہے۔“

دوسری بات جس کی طرف میں توجہ دانا چاہتا ہوں یہ ہے کہ علامہ ابن عابدین کا ان شخص کے کلام پر تعلق یہ کہنا ”ولا یحسن ان یطاعت لمن یطاعتہ...“ کہ یہ بات کسی پر نقلی نہیں کہ یہ کلام اس کے لیے وارد ہے جو اس کی اہلیت بھی رکھتا ہو اور اگر ”ولا یطاعتہ“ استعمال آج کل کی اصطلاح میں مکرر لے دیں گے ہے، گو کہ علامہ ابن عابدین اس قیود کو حدیث میں شمار کرتے ہیں اور ایسے مسلمات میں سے گردانتے ہیں جس کے قبول کرنے میں کسی قسم کا توقف اور تعقل جائز نہیں۔ یہ اس قسم کی بدیہی بات ہے جیسے کوئی کہے سورج لگا ہوا ہے۔ جس کا مطلب ہے اس جگہ رات نہیں دن ہے اسی طرح امام شافعی روایت کا قول ”انما صحیح الحدیث ظہور مدعی“ بھی ایک بدیہی امر ہے اور مسلم ہے کہ یہ قول انبی کے لیے ہے جو خصوص میں غور و فکر کی صلاحیت رکھتا ہو اور تاریخ اور موضوع کی معرفت سے حاصل ہو، غیر وہ ظہور و قیود کو پرگز یہ بات نہ عام نہیں، بلکہ ہم غرض اور طریقہ خود و متعلقین کے لیے ہوتا ہے کہ وہ اس حدیث والا مقام کا معنی کریں جس کے وہ اہل ہیں، خاص اہل سے بھاگنے کی آن میں قیود اور سخت ہے۔

بہت سے بر خود لفظ اور فریب میں دھما کرنے والے اشخاص اس قیود کی اہلیت سے

فاضل اور ملحد ہیں، جو ناگزیر ہے۔ (۱) لایۃ و زانیۃ و اسخوٰن۔

شیخ عبدالحقاریون السوادہ کسی اگلی چیز سے صحت محدثہ منسوخ اور فسخ گذارے ہیں۔ (۲) وادعت منہ وادعت رجات ۱۳۳۹ھ راجع الی ۱۳۳۹ھ اور اسے اپنی مفید رسالہ "کلیع الاوامام عن مسئلۃ الفقدانۃ عطف الامام" (۱) میں ان خبر کا کلام اور ان مایہ کی اپنی حاشیہ میں لکھی کہ کافر کرنے کے بعد کھینچے ہیں کہ یہ قہر اچھی ہے، اس لیے کہ ہم اپنے زمانے میں ایسے لوگوں کو دیکھتے ہیں جو خود قریش میں جتنا ہو کر اہل علم میں اپنا شمار کرتے ہیں، وہ خود کوڑ پاست بھی لوہے کی گمان کرتے ہیں، جب کہ وہ کافریوں کی گواہیوں میں رہتے ہیں۔ وہ مشاکبہ میں شریعت کوئی حدیث دیکھتے ہیں، اور جب اہل غلطی کے خلاف نظر آتی ہے تو برا بھلا کہتے دیکھتے ہیں کہ "ابو حنیفہ کے مذہب کو عاریہ بار و بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو اختیار کرنا" جب کہ یہ بات حق ہے حدیث منسوخ ہوتی ہے یا انکی دوسری حدیث سے متعارض ہوتی ہے جس کی سند اس سے زیادہ مضبوط ہوتی ہے یا دیگر موارد میں جو اس روایت پر عمل کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہوئے ہیں اور اعتراض کرنے والوں کو اس سب باتوں کا کوئی علم نہیں ہوتا۔ اگر ایسے اہل ایمان کو حدیث پر عمل کی کھلی پھرت مل جائے تو بہت سے مسائل میں خود کو گمراہ ہوں گے، دوسروں کو بھی گمراہ کر دیں گے۔

یہاں صحت پر عمل کرنے کا شرط وہ لگانے والی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ اگر جنت پر عمل کرتے ہیں اور سنت اور حدیث کی رو سے توفیق دیتے ہیں وہ تمہارے نزدیک گمراہ ہیں؟ اور کیا ان کو گمراہ کہنا جائز ہے؟ ہمارا جواب ہے کہ جی ہاں، جب وہ اس مقام اور منصب کے اہل نہیں اور او مستقیم سے طرف رو کر گمراہ ہوں، تو انہیں گمراہ نہ کہیں، تو انہیں گمراہ نہ کہیں۔ ہم ان کو سنت پر عمل کرنے کے سبب گمراہ نہیں سمجھتے، بلکہ ایسے منصب کے بھائی پر گمراہ قرار دیتے ہیں جس کی بات میں اہلیت اور صلاحیت ہی نہیں۔ (۲)

اور ایسا حکم لگانے میں ایک نئے نام ابو حنیفہ عبداللہ بن ابی موسیٰ بن جندبہ میں نام

(۱) صحیح۔

(۲) تحصیل کے لیے صحت کی کتاب "آداب المشکوٰۃ فی مسائل احمد بن حنبل" ص ۱۰۰-۱۰۱ ج ۱، ج ۲، ج ۳

ماکھ اور سر میں لپٹ، بنی سوط کے اہل خلاف و شرک شمار ہوتے ہیں، صحت کر چکے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں "حدیث سے علماء کے علاوہ عام لوگ گمراہ ہو جاتے ہیں" جیسا کہ قاضی عیاض کی ترمیم "الحدادک" میں ہے کہ امام بنی امیہ زید قیرہ بنی امیہ عینہ کے زمانے سے فرماتے ہیں کہ "حدیث سے فقہاء کے علاوہ دوسرے لوگ گمراہ ہو جاتے ہیں"۔ (۱)

مراوی ہے کہ خود قریش بھی حدیث کو اس کے ظاہر معنی پر محمول کر لیتا ہے جب کہ دیگر اہل حدیث سے وہ تاویل شدہ ہوتی ہے، اسی دلیل کے باعث جو اس پر عمل ہوتی ہے یا حدیث حراک ہوتی ہے جس کے ترک کو واجب کرنے والی کوئی ایسی چیز ہوتی ہے جس کا اور ایک تصریح ہی کر سکتا ہے۔

شرح میں سے امام نووی رحمہ اللہ حنفی نے حضرت اس قول کا ذکر "تمذیب الامام والاعتقاد" میں کیا ہے اور فرمایا کہ امام شافعی رحمہ اللہ دعائے احتیاط کے سبب اپنی وصیت میں جو مختلف طرق سے ثابت ہے، حدیث تک پر عمل اور ان کے اپنے قول کے ترک کی تحنن کی ہے، بشرطیکہ اس کے مقابلے میں اس میں مزاحمت ثابت ہو اور انہیں اسے صحابہ نے بہت سے مشہور مسائل میں اس پر عمل بھی کیا ہے، جیسے حج کی اذان میں محمد، رجب، ربیع الاول، شہر رمضان کی ہر شے کے خلاف کی شرط وغیرہ۔ لیکن اس گج حدیث پر عمل کے لیے صلاحیت کی جو شرط ہے وہ شرط اس قضاے میں بہت کم اشخاص میں پائی جاتی ہے اور میں نے "مقدمہ شرح الملحد" میں اس کی وضاحت کی ہے۔

اور "ما کو را شرع الملحد" (۱) کے مقدمہ میں علامہ ولی رحمہ اللہ نے اس تعلق سے جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے: فرمایا امام شافعی رحمہ اللہ نے جو فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ انہیں کسی حدیث کو اپنا لے کر جو کہ امام شافعی رحمہ اللہ کا مسلک ہے اور اس حدیث کے ظاہر پر عمل کر لے۔ یہ قول اس کے لیے ہے جس کو مذہب میں اجتہاد کا درجہ

(۱) تاریخ میں ص ۱۰۰

(۲) مجموعہ ج ۱، ص ۱۰۰-۱۰۱











اور ملائے تاکہ میں سے امام، جنت اور حصول پر عبور رکھنے والے شہاب الدین  
ابو ابراہیم قرطبی نے اپنی کتاب "شرح" میں اس قسم کی ایست رکھنے والے کی ایسی  
طریقہ خاصیت کی ہے۔ موصول فرماتے ہیں۔

اس وقت قابلِ طعن یہ بات کہ اگر کسی سے ایک اور ان کی اہمیت کو ان کی بات پر مبنی جائے تو اسے "پارٹی لیڈر" (Party Leader) میں نام لکھ کر اس کی ضرورت کے بارے میں بھی سب سے پہلے میں نام لکھ کر رابطہ کے ذریعہ فیس سے ملے۔ یہ ایک اور نئی بات ہے۔

دعاؤں کے اقبال میں سوائے کہ بعض اوقات اپنے تھے خاص کہنا کہ حق کے مطابق اور  
موافاق اور ان میں اس لیے حق پہنچنا ہے کہ انھوں نے سداۃ حق میں سے استقامت کیا ہے وہ  
مواظفہ برحق میں اس لیے تمہارا الہی مشورہ دیکھتے ہیں۔ اب اس تمہیں اسباب پر غور کر لیجئے۔ کہ ان  
اسباب کے اثبات میں شرعاً وجہ کیا گیا ہے۔

[illegible]

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے خلاف کیا کام ہے اور کرام اور ان کے اصحاب کی کیا مراد ہے؟ جواب میں موصول حدیث دیکھئے کہ ہر مومن مومن کا حقیقی صاحب احد کی راوی ہر راہ "علما، ائمنین" کے مقصد میں ہیں جو پہلے "انہما راہین" کے نام سے ہر دوسری راہ "قوادین علوم احد" کے نام سے شیعہ ہیں (کے شیعہ ممالک کے سطرے ۵۰۰، ۵۰۱ اور طبع جاتی کے سطرے ۷۰) کہیں ان قول کی حقیقت جان کر ہے ہونے لگتے ہیں

”وہ اصل یہ نہیں دیکھ سکتا کہ اختلاف کا اظہار ہے کی اصل دلیل اور حجت  
قول رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے میرا قول نہیں لےنا میرے قول کو مشکل نہ لیں اور مجھ سے  
کہا جائے اور میں اپنے جیسے قول سے روکتا ہوں اور خدا کے رسول صلی اللہ  
علیہ وسلم کی حدیث کے خلاف ہو اور اس حدیث کے اظہار سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس  
قول کی حدیث سے نہ چلے ہوا اس قول کی نسبت امام شافعی اور امام کی طرف کر دی جائے،  
نہ کہ یہ کہ یہ اپنے اپنے گھر میں ہے کہ اس شخص علم کی فوج پر نہ کی گئی حدیث کا علم ہونے پر  
اس کے مطابق ہم لکھنا اور یہ گفتیں نہ کرنا کہ اس کے مطابق دوسری حدیث پائی جاتی  
ہے یا نہیں؟ جو اس حدیث سے حق اور سچ کے اعتبار سے زیادہ صحیح اور صاحب نہیں بنا کر  
انکس اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ یہ بھی یہی ضرورت ہی کیا تھی؟“

اس سے پہلے شیعہ کے جواب میں فقہائے کرام اور ائمہ عظام شیخ ابن عابدین، ابن  
صلاح اور ابن کے شاگرد ابی شامہ اور ابی شامہ کے شاگرد امام نووی اور علامہ قرطبی و علامہ سبکی  
رحمہم اللہ کے کلام کا خلاصہ یہ لکھا ہے: قول خدا عز و جل (انما صحیح الحديث الحج) کو فقہاء  
نہ کہ مذہب شافعی یا کسی اور مذہب کی طرف کسی علم کو منسوب کرنے کی اہلیت اور حق صرف  
اس کو پہنچتا ہے جو حدیث اختیار پر قادر ہو یا اس حدیث کے قریب پہنچے ہو۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ ہم جیسے لوگوں کا یہ حق نہیں بلکہ کسی حدیث کا علم ہونے پر  
اگر پہنچا ہو پہنچنے والے کے ساتھ اس پر عمل کی ضرورت نہ ہو، یا پھر امام شافعی، یا کسی  
دوسرے مذہب فقہی کی طرف اس حدیث صحیح سے ثابت شدہ علم کو منسوب کر دیں اور پھر  
اپنے اس قول پر عمل کو کسی محدث امام کے معتبر مذہب فقہی پر عمل قرار دے۔

علمائے سابقین میں کہہ علماء نے بھی جب اس قسم کا طریقہ اس قول کے ظاہری معنی  
کو دیکھتے ہوئے اختیار کیا تو بعد والوں نے ان کے اس طریقے کو لکھ کر قرار دیا کہ ان کی تحقیق  
والا عمل اضطراب و انتشار کا مظہر ہوا تو کھودا اور عقل و انوکھ کو ان واقعات سے عبرت  
حاصل کرنی چاہیے۔ کہوں کہ اللہ کے دین کی عظمت کے پیش نظر فضول اور ذائل لوگوں کو

حجت پر عمل کی آزمائش یہ کہ کمال اہل علم کو بروایت نہیں کیا جاسکتا۔

ابن سب ہاتھوں کے باوجود امام شافعی رحمہ اللہ یہ اس کلام کے ظاہری معنی کے حقیقت  
ہونے کا ہم پر کرنا نہیں کرتے اور اس نوع کے کلمہ سبکی بھی ہیں، جن میں امام شافعی  
رحمہ اللہ نے اپنے قول کو حدیث صحیح کے اثبات پر مصلحت کیا، جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے  
خانکھی میں اظہار کیا کہ حدیث ذرا کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں ”فجلی حجت عیسوی“  
میں دھرم سے محال اس وقت ہو جائیگی جہاں آپ ہمیں روک دیں۔ (یعنی کوئی ظہر  
نیازی وغیرہ کی وجہ سے اگر کج کے طرک کو جاری نہ کرنا مشکل ہو جائے تو شوافع کے پاس اس قسم  
کی شرعاً منع الاحرام لگا سکتے ہیں) بعد حدیث کو ذکر کرنے کے بعد حافظ صاحب نے لکھا کہ یہ  
ابن حنا میں سے ایک ہے جہاں امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنے قول کو حدیث صحیح کے  
ماتحت مصلحت کیا ہے اور میں نے اس نوع کی یہ حدیث کو ایک الگ کتاب میں جمع کر کے ان پر  
کلام بھی کیا ہے پھر برصغیر کے لیے ہندوستان کا رواج ہے اور کسی شخص کے لیے یہ مناسب  
نہیں کہ اپنی حیثیت سے کوئی چیز یا روک کرے۔ کیا ہمارے لیے یہ بھارت ہوگا کہ ہم ان  
حضرات کے واقعات سے عبرت حاصل کریں جو صاحب علم و فضل ہو کر بھی اس انداز کی کام  
نہ کر رہے اور ہم ثابت قدم ہیں اس امام کے قول پر جس کی افکار اور ذوال سے ہمارے  
لئے اللہ تعالیٰ نے آسان فرمادی ہے؟

اس کتاب کی طبع اولی میں بعض حضرات نے اس جملہ پر اعتراض کرتے ہوئے کہا  
کہ یہ تو آدمی کی تہذیب ہے اور اللہ عطاء کے نزدیک ہمال کے مترادف ہوتا ہے۔ پھر ایک نسخہ  
بھی دکھایا کہ اپنے کلام کی ضرورت دیکھتے ہوئے ان علماء کے بارے میں جن میں اختلاف  
کے شرعاً نکالنا ظہر پر نہیں پائے جاتے۔ سمجھتے ہیں۔

”وہ آج کل کے مسلمان ہیں، جیسے ہیں، جب کہ ان بات کا بھی اعتراض ہے

کہ اس زمانے میں علماء کی اکثریت تقلید میں سے ہیں، اس خاطر میں اختلاف کے  
شرعاً نکالنا ظہر پر نہ پائے جاتے والے علماء کو ہی ہمال قرار دے سکتا ہے جو ان سے باہر



ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں۔ وَاللّٰهُ زَوَالُهُ لَیْ اَکْثَرُ مِنْ  
لَقَدْ اٰتٰیہِمْ مِنْ جَلَدًا وَّ حَقْلًا وَّ حُلْفًا۔ میں اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتا ہوں اس بات سے کہ  
علم عمل اور اعتقاد کے لحاظ سے ہر ائمہ چاروں میں ہو۔

### دوسرا شبہ

حدیث کا صحیح ہونا عمل کے لیے کافی ہے۔ اس قول کے حاکم کی مراد یہ ہے کہ: اللہ  
تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہم پر لازم کر دی ہے، جب حدیث صحیح ان  
سے ثابت ہو تو یہ بات عمل کے لیے جوت ہے، اور یہی ان کی اتباع کے لیے کافی ہے، اور کسی  
مسئلہ کے لیے جو چاہے نہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اس کو صحیح مان لیں۔ اس سے  
پچھلے دور وہ پھر بھی عمل درآمد سے رکھ جاتے اور وقت کر کے جیسا کہ امام شافعی نے عیندی  
کے سوال کے جواب میں کہا تھا کہ: ”کیا میں کر جاؤں کہ حدیث میں سے وہ حدیثوں اور اسے  
اختیار نہ کریں“ جس کی تفصیل امام ابراہیم نے کتاب میں گذر چکی ہے۔

دوسری بات یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے کسی غیر معصوم کی اطاعت کو لازم  
نہیں کیا، چاہے علم میں اس کا مقام اتنا ہی بلند ہو۔ جواب کے طور پر ہم کہتے ہیں کہ اس شبہ  
کا حاصل دو مسئلوں میں ہیں ہے:

- (۱) حدیث کا صحیح ہونا عمل کے لیے کافی ہے۔
- (۲) ہم پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع لازم ہے اور لوگوں میں سے کسی فلاں  
فلاں کی اتباع کا ہمیں حکم نہیں دیا گیا۔

جواب: پچھلے مسئلہ کا جواب شبہ اول ”مذاہب الحدیث فهو مدعی“ کے  
جواب سے معلوم ہوا تھا ہے اس پر مزید ہم یہ کہتے ہیں کہ حدیث کا صحیح ہونا عمل کے لیے کافی  
ہے، کا مطلب یہ ہے کہ حدیث میں عمل کی صلاحیت اس پر عمل کے لیے کافی ہے اور حدیث  
کی صلاحیت، حدیث کی سند اور متن کی صحت اور تفصیل کے علاوہ دیگر شرائط جس میں شروط

حدیث اور اصولی داخل ہیں، کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے۔ حدیث پر عمل کے لیے اتنا ہی کافی  
نہیں کہ ”تقریب الحدیث“ میں اس کی سند کے حامل کا حال معلوم کر لیا جائے جیسا کہ بعض  
لوگوں کا خیال ہے۔ یہ تو ان ائمہ حدیث کا انتہائی مبالغہ اور اہمیت کا حامل عمل ہے جو حدیث  
کے تمام علوم اور اصول و فروع کو جانتے ہیں، حدیث کی خدمت کرنے والوں کی بجائے لفظ  
فہمی فقہ کے نا کارہ افراد جیسے کہ بعض ائمہ حدیث اور مسئلوں کے نا کارہ اور ضائع ہونے  
کی دنیا دہی جاتی ہے اور یہ لوگوں کو گمراہ کرنے کا بھی سبب بن جاتا ہے۔

امام ابی شیبہ دسر اللہ نے ”شرح عمل الترمذی“ میں اور ابو یوسف نے ”مطہ“ میں عیندی  
بن یونس من الامم کی سند سے امام ابو یوسف کی یہ قول نقل کیا ہے:

”میں جب حدیث سناتا ہوں تو مجھ میں احترام کرنے والی بات ہے اس کو اختیار  
کر لیتا ہوں اور اپنی کو کھینچتا ہوں۔“

حافظ امام ابن مہاجر دسر اللہ نے ”جامع بیان العلم“ میں اپنی سند سے قاضی ابوبکر  
ابن ابی العیسیٰ دسر اللہ کی طرف یہ قول منسوب کیا ہے کہ:

”حدیث میں اختلاف اس وقت تک کسی کو حاصل نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ اس میں  
ہے عمل کو اختیار کرنے اور اس کو بھروسہ۔“

ابو یوسف نے ابی اسحاق شیبہ بنی اللہ بن محمد ابن یونس بن مہدی دسر اللہ کے حالات اور  
سوانح عمری کی ابتدا میں لکھا ہے کہ انھوں نے فرمایا:

”کوئی شخص حدیث میں امامت کے ادنیٰ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک صحیح  
کو ترجیح سے مانگ نہ کرے اور جو اصل اختلاف چڑھتا ہو اس کو مانگ نہ کرے اور علم کے  
معاہدہ (جہاں سے ہم کو حاصل کیا) کو جان نہ سکے۔“

حافظ ابن مہاجر نے اپنی سند سے اپنی کتاب ”المرآۃ“ (۱-۴۲۴) امام ابو یوسف بن  
دسر اللہ کی طرف اس قول کو منسوب کیا ہے کہ:

”میں نے عیندی دسر اللہ سے لکھا ہے کہ ایک امام مانگنا اور ایک دوسرے



حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ کو سختی سے تعبیر فرمایا ہے۔ اس طرح حدیث کو اس کے صحیح مفہوم میں استعمالی رشد و ہدایت سے خالی نہیں ہو سکتا۔ اور خطیب بغدادی کی ”المصابیح لاحادیث الطرویج و آداب السماع“ میں امام شافعی کا یہ قول درج ہے۔

”ما یک من اہل مصارف سے کہا گیا کہ میں مینہ کے پاس دہری کی سند سے لے کر روایت ہیں جو آپ کے پاس ہیں؟ تو امام مالک نے فرمایا کہ جو حدیث بھی میں سنوں کیا میں کہہ سکتا ہوں کہ یہ اس طرح تو میں نہ کہوں گا کہ وہ کہیں نہ۔“

اسی لیے اہل وہب نے کہا کہ حدیث سے علماء کے علاوہ دیگر لوگ گمراہ ہو سکتے ہیں۔ مراد اہل وہب سے فقہاء ہیں جبکہ ان کی حدیث میں کلام میں گذار۔

لہذا ثابت ہوا کہ ائمہ فقہاء کی صحبت سے صفائی اللہ کے ساتھ گمراہی اور گمراہی سے نجات ملتی ہے۔ اس بات کی گواہی ابن مینہ اور ابن وہب نے دی اور دوسرے ائمہ سے اس موضوع پر جو ان کا اقرار نقل کیا اور جن اس سے اقوال پیچھے لٹک کر کیے گئے ہیں ان میں سے چند یہ ہیں:

ابن مینہ سے ابن ابی ذر، قیر بن ابی، فضیل جندی اور ابن عمر رضی اللہ عنہم نے نقل کیا اور ابن وہب کے اقوال میں ابی حاتم، ابن مبارک، ابن ابی ذر، عقیق، ابن مبارک، عمر رضی اللہ عنہم، ابن مبارک اور ابن وہب نے نقل کیے اور ابن مبارک سے ”تہذیب“ میں اتفاقاً علی خلافی کی سند سے میں نے بار بار ابن وہب سے کلام... کا کلام اس لیے جو مصنف میں نے ذکر کیے ہیں اس میں ابن وہب کے اتفاقاً زیادہ ذکر ہوئے۔

اب اس بات سے ظالمین کی خطرناک غفلت کا کیا اعجاز مانگا جا سکتا ہے۔

امام ترمذی درمصارف نے اپنی ”تہذیب“ میں امام علی کی روایت ذکر کی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات پر ابن کو غسل دینے کا بیان ہے جس پر امام ترمذی نے طویل تحقیق کے بعد ان اتفاقاً پر اپنے کلام کو ختم کیا۔ و كذلك قال الفقهاء، وهم أعلمنا بالحديث یعنی فقہاء نے اسے بھی فرمایا

اور وہ حدیث کے معانی سب سے زیادہ ہاتھ آتے ہیں۔

اور حافظ خطیب نے ”المقیبہ والمنہجہ“ میں لکھا ہے کہ: جان لو کہ کتب حدیث کی سختی اور ان سے روایت کرنے سے آسانی تھی نہیں بن سکتا۔ فقہاء ان اہادیت سے معافی کے ساتھ انوار اور گھر کے قریب سے ملتا ہے۔ مگر امام مالک کی طرف سے بات منسوب کرنے کو نے لکھا کہ ”انہوں نے اپنے دو بھائیوں ابن ابی اسلمہ کے دو بھائیوں ابن ابی اسلمہ کو اس کی طرف سے فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ حدیث کے معانی اور ان کے قریب کرنے اور خطب کرنے کا یہ ہے شرقی سمجھتے ہو اور اس کو پسند کرتے ہو انہوں نے عرض کیا کہ ہاں تو اس طرح فرمایا اگر تم یہ چاہتے ہو کہ تم کو حدیث سے ملے ہو اور اس وقت تک کہ اس میں اہل حدیث کی تہذیب اور کمال کی تہذیب سے ملے اور اس کی طرف نسبت کی ہے جو امام

بخاری کے مشہور اسناد میں ہے جس کا انجم نے فرمایا

”میں امام ابو حنیفہ درمصارف کے ساتھ گمراہی کے پاس سے گزرتا ہوں جھٹکے اور وہ

کہتا ہے کہ (اے رسول اللہ) آؤ کہ میں تمہاری اہادیت کو چھانٹ دوں اور میں وہ اہادیت لے کر آؤں کہ میں نے ان پر عمل کیا ہے گا اور میں لکھوں گا یا نہ لکھوں گا یا نہ لکھوں گا یا نہ لکھوں گا۔ اسی نے امام مالک سے ملے شیخ سے ان حوالہ میں سے جو ان کے حوالہ میں لکھے گئے ہیں ان میں ان ائمہ کے حوالہ میں لکھے گئے ہیں۔“

خاصی معانی درمصارف نے ”تہذیب لمبارک“ (۱۲۷۱-۱۲۷۵) میں بیان کیا کہ امام مالک نے اپنے شاگرد عبد اللہ بن خالد کی طرف منسوب ہو کر فرمایا مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم فلاں سے بھی روایت لے چکے ہو انہوں نے جواب میں کہا کہ ہاں تو فرمایا کہ ہم فقہاء ہی سے روایت لے چکے تھے۔

اور اس سلسلہ میں ابن کے دام تھا اور فقہاء امام ابو حنیفہ اور ابی حنیفہ نے خطیب نے

”کہا“ (ص ۹۹) میں امام مالک سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو دہری سے فرمایا کہ تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کرتے ہو تو غلط میں غیب خوب احتیاط سے کام لو۔ ان کے دوسرے شیخ امیر المومنین فی اللہ علیہ السلام اور امیر اہل بیت ذکوان تھے۔ ان کی طرف ابن ماجہ لے کر ”جامع بیان اعظم“ (۹۸۴ھ) میں یہ روایت منسوخ کی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ ہم امام بیت اہل بیت اور مستقر ائمہ کو ان سے لیتے تھے اور ہم اس کو قرآن کی آیات کی طرح سمجھتے تھے۔

اور اہل بیت اور اس کے فقہاء کے سرخیل اور امام اہل بیت علیہ السلام رحمہ اللہ نے بھی اسی مکتب کی طرف ہجرت کی ہے۔ ان سے شیعہ نے روایت کیا کہ: ”مطہر حق ایک دن ابراہیم علیہ السلام کی مجلس میں رہے سے پہنچے اور ابراہیم نے کہا کہ: اے مطہر کیوں دیر سے آئے؟ تو کہا: حدیث کے روایت کرنے والوں میں سے ایک شیخ ہمارے پاس آتے تھے تو ہم نے ان سے اجازت لی تھی، اس پر ابراہیم بولے کہ: ہم اس شخص سے روایت لیتے تھے جس کے بارے میں ہمیں یقین ہوتا تھا کہ طہال کو حرام اور حرام کو طہال سے الگ الگ کر کے بیان کر سکتے ہیں اور تم ایسے شیخ کو دیکھو گے کہ وہ حدیث بیان کرنے میں طہال کو حرام اور حرام کو طہال سے بدل دیتا ہے اور اس کو یہ بھی نہیں لگتا کہ جس کی کراہت ہو۔“

شیعہ نے ”مطہر حق و المستطہ“ میں امام مہرئی کا ایک طویل مقلد روایت کیا کہ امام مہرئی امام شافعی رحمہ اللہ کے علوم کے بارے میں اس قدر متعجب تھا کہ قرآن میں امام مہرئی فرماتے ہیں: ”امام مہرئی پر ہمارے ان اصحاب حدیث میں غور کرو کہ جو تم نے بیچ کی ہیں۔ اور تم اہل بیت سے حاصل کرو تو غبار میں نہ داکے۔“

امام شافعی رحمہ اللہ شارح بخاری اپنی کتاب ”کتاب الاشیات“ میں لکھتے ہیں: ”اہل بیت امام دہلی کو مالک بن انس پر نام فرمائے، دہلی کی روایت کے مطابق ان سے روایت کیا گیا کہ انھوں نے قرآن کے نام حضرت صالح علیہ السلام سے ہم اللہ کے بارے میں روایت کیا تو فرمایا کہ سنت یہ ہے کہ ہم اللہ کو درود سے پڑھا

جانے تو مالک رحمہ اللہ حاضر ہوئے اور فرمایا کہ ہر قسم کے علم کا سوال اس علم کی اہلیت اور صلاحیت دیکھنا ہے نہ کہ پانچ ہے۔“

یہ چند باتیں دیکھی ہیں جو امام بیت کے دائرہ و فکر و فکر کے ساتھ فقہاء کی طرف رجوع کی اہلیت کو واضح کرتی ہیں۔ ایسا نہیں جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ صرف حدیث کا صحیح ہونا ہی عمل کے لیے کافی ہے۔ اور اس قسم کے خیال سے حقائق ایک اور بات بھی ہے جس کا بیان ضروری ہے تاکہ اس قاعدہ خیال کو گمان کا فساد نہ ہو اور اس جملہ مادیاتی کا پردہ چاک ہو۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت علیہم السلام کے ساتھ صالحین کے طریق کار پر غور کرنے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ وہ روایت کو سنتے ہی تحقیق اور فوری عمل درآمد میں لگتے تھے کام نہ لیتے تھے، بلکہ وہ یہ تحقیق کرتے تھے کہ اس پر عمل بھی کیا گیا ہے یا نہیں؟ ابھی علامہ کوثری رحمہ اللہ کا قول یاد رکھو:

”جو کس حدیث سے روایت ہو جائے وہی حدیث ہے، اور ان میں یہ مواضع قابل ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہتے مالک کرکھیں۔“

یہ ایک طویل موضوع ہے جس کو میں اپنی قیروانی ماہی رحمہ اللہ (دفاعہ: ۳۸۶ھ) کی ”کتاب الاجماع“ سے اور بعض مباحث کی ”ترغیب المداہک“ سے نقل کروں گا جس میں مختلف صالحین کا یہ موقف صاف طور پر بیان ہوا ہے کہ بعض امام بیت پر عمل ہو سکتا ہو تو ان پر عمل کیا گیا اور جب کسی نے بھی عمل نہ کیا تو اس پر عمل نہیں کیا گیا تاکہ اس روایت کو ثقہ اور معتبر نہ ہو جس نے مانا کیا ہو۔

ان اہل بیت علیہم السلام نے اہل سنت اور اہل حق کے ساتھ اور ان کے طریق کار بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

”حضور علیہ السلام کی سنتوں کے بارے میں یہ بات مسلم ہے کہ اس کا ساتھ دینا ہے۔ ہر گاہ کہ جس سے، اور ساتھ صالحین نے جنس مادی کی ہے ہم بھی مہرئی

کر رہی ہے۔ ان میں پر عمل درآمد کیا اس پر ہم بھی عمل کریں گے۔ اور جس پر عمل نہیں کیا اس پر ہم عمل نہیں کریں گے۔ اور جہاں انھوں نے توقف اختیار کیا اور سے لیے کسی وقت کی گنجائش ہے اور جہاں انھوں نے جگہ بیان کیا ہے، ہم اس کی اتباع کریں گے۔ اور جو اختلاف دیا گیا ہے اس کی اصلاح کریں گے، اور جہاں انھوں نے جہلی میں اختلاف کیا ہے تو ہم ان کی جماعت سے ڈالیں گے۔"

یعنی ان اختلاف کرنے والوں میں سے ہی کسی ایک کا قول اختیار کر کے اس پر عمل کریں گے، تاکہ ہمارا شمار ان میں داخل ہو جاسکے جو یہ کہیں گے کہ چار اقوال مثلاً ہر ایک دوسرے سے حدود میں ہم تک پہنچے اور ہم ان چاروں اقوال کو چھوڑ کر کوئی چارچاس اقوال اختیار کر لیں تو کیا ہم نے ان سب کے مسلک سے ہٹ کر اپنا راستہ الگ کر لیا ہے، اور یہی مطلب ہے اس کا کہ ہم ان کی جماعت سے نہ نکلیں گے، بلکہ یہ صرف عین اقتبا کے اختلاف کے اندر رہ کر کسی ایک کا قول لے لیں گے۔

یہ جو کہ ہم نے بیان کیا ہے، ان اہل سنت کا موقف اور شرب ہے جو حدیث اور فقہ دونوں کے ماہر اور ائمہ شمار ہوتے ہیں اور یہ سب امام مالک کے اقوال ہیں، جن میں بعض کی انھوں نے صراحت کی ہے اور بعض ایسے مسائل ہیں جو ان کے مذہب میں معروف اور مشہور ہیں۔

امام مالک فرماتے ہیں کہ:

"حدیث پر فقہاء کے عمل کے مطابق عمل کرنا اور خود عمل کی راہ اختیار کر لے سے زیادہ مطلوب اور نفع دہی ہے۔"

اور فرماتے ہیں کہ:

جس قول کی میں اتباع کرتا ہوں اس کے بارے میں کسی کا یہ کہنا کہ لکھنا میں ان سے حدیث پہنچتی ہے لکھنا بہت صوفت کے چھوڑنے پر اس لیے اچھا نہیں کرتا کہ چاہیں میں ایسے چل کر آئے ان کے یہاں امام ربیع بن جریج سے پہنچیں تو حجاب میں

انھوں نے بھی کیا کہ ان امام بیت کا میں اچھی طرح علم ہے، لیکن جہاں کہہ رہی ہوں فقہاء کی جماعت ان میں اختلاف ہے اس لیے ہم ان کی عمل کے خلاف نہیں کریں گے۔" اور یہاں واقعہ محمد بن ابی نجر میں حرم سے ان کے بھائی سوال کرتے تھے کہ تم نے فلاں حدیث کے مطابق کیا کر فیصلہ نہیں کیا؟ تو فرمایا: ہم نے لوگوں کو اس پر عمل کرتے نہیں دیکھا، ان لوگوں سے مراد علماء ہیں، عام لوگ نہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"ہمارے میں صحابہؓ کے لیے لڑنا، دکھائی تک ضرورت ہے تو میں عمل اس پر کرتا ہوں یہ صحابہؓ کا ہم میں اتنے غور و فکر، اور ان میں بھائی بھائی، قسروں میں بھائی بھائی، عسکر اور ان کے اپنے ہی جہاد میں ہے۔" (۱)۔ اور یہاں لے کر صحابہؓ نے ترک حدیث کی جستجو نہیں کی، بلکہ وہ اہل علم تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے تمام جہاد سے زیادہ خواہش اور حساسیت تھی، ان کے عمل کے بارے میں کسی قسم کا شک و شبہ ہی نہ تھا، یہ ہمیں کو اپنے دین میں شک ہے۔"

عبدالرحمن بن مہدی فرماتے ہیں:

"وہ حدیث جس پر اہل مدینہ پہلے سے عمل ہی نہیں کیا، حدیث سے انھیں اور بہتر

مذہب ہے۔"

ان بنی مدینہ فرماتے ہیں کہ:

"حدیث فقہاء کے علاوہ دوسرے لوگوں کی کراہی کا موجب بنی تھی ہے۔"

اس قول سے ان کی مراد یہ ہے کہ جو فقہاء انھیں نہ ہو گا وہ حدیث کے ظاہری الفاظ پر عمل کرنے کو ہی صحیح سمجھے گا، جب کہ اس حدیث کے معنی دوسری حدیث سے جگہ اور ہو گا، یا ایسا دلیل کی وجہ سے ظاہر حدیث پر عمل نہ ہو گا جو اس کو معلوم نہیں، یا وہ حدیث متروک ہوگی۔

(۱) وصی السیاحۃ، دیوان السیاحۃ، دار الفکر، دمشق، ۱۹۶۶ء، ج ۱، ص ۱۰۶۔ نقل من تصنیف السیاحۃ، دار الفکر، دمشق، ۱۹۶۶ء، ج ۱، ص ۱۰۶۔



جس کا حکم ایسا دلیل سے واجب ہو گا جس کا علم ان کو ہو سکتا ہے جو اس امر کے خلاف خواہ اس کی گمراہی کا علم رکھتے ہوں۔

فہرست مضامین

۴۷۔ انھیں نے حدیث کا علم رکھتا تھا اور انھیں اس کا کوئی مضائقہ نہ تھا۔

اور اگر ہم کو اللہ تعالیٰ نام، مالک اور لیت کے ذریعہ گرفتاری سے بچنا چاہتے ہیں تو ہم گمراہ ہو جائیں گے۔<sup>19</sup>

*M. J. Griffin*

”اسلام مالک نے لڑایا۔ یہ دشمنوں میں ایک امام بھی رہے، جو وہاں بھی مالکی دینی کرتے ہوں خدا انہیں عافیت عطا فرمائے۔“

المجلس

تقریباً سب سے کم پڑش کی حد سے زیادہ پڑش کی پرتلی تھی جس پر تقابلاً سب سے زیادہ



خاصہ میں جو خطوط (۱) سے (۴) کے نمبر ملتے ہیں:

كتاب ما جاء في المنطق والعلماء في وجوب الرجوع إلى عمل أهل

100

یعنی سلف صالحین اور علماء سے اہل عہد کے عمل کی طرف رجوع کے بارے میں جو ان کے فہم پر یکमत کا اہم نکتہ تھا، ہر گرجا کثرت کا کمال اس کے خلاف ہو اس باب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہہ رہے ہیں روایت ذکر کی ہے کہ آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور ارشاد فرمایا:

”میں اپنی قوم ہی شخص کا مؤلفہ کروں گا اور اس کی وحدت پر یقین کرے گا۔“

[illegible]

تے سمجھتا تھا۔

ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ:

”ابن عربہ سے سوال کیا جاتا تو وہ جواب دیتے کہ میں نے اس سے کہا تھا کہ میں تو دانت ہیں پتلی، لیکن ان کے جواب کے خلاف دانت پتلی کی چٹائی تو جواب میں فرماتے ہیں کہ میں یہی سنا تھا، لیکن میں نے علماء کے نقل کو اس کے خلاف پایا۔“

ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ:

”مغربی عمری محدثین نے تصحیح و تخریج کرتے ہوئے اس سے ملنے والی روایتوں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں یہ علماء نے نقل دیا تو کیا وہ انہوں نے سنا تو کوئی کرتے ہوئے ہیں سنا تو یہ علماء کامل نہ پاتے ان کو حدیث نہ جانتے مگر چاہے ان کا وہی تشدد مقرر رہا۔“

یہ تو اپنے دانت کے بارے میں حدیث اور تصحیح حاشی حاشی مانگی کا کام ہے، اب حافظ غلیب اللہ اوی شاہی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں غور فرمائیے جو انہوں نے اپنی کتاب ”تقیہ و تصفیہ“ (۱۳۶۷) میں ”باب القول فیما یرد بہ غیر الواحد“ کے عنوان سے امام مالک کے اختلاف میں سے لے کر ابن یسری علیہ السلام جو حدیث کے بارے میں حافظ اور فقہ کے امام تھے سند سے چال ڈاکر کیا ہے کہ حدیث میں کسی حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگی پیچھے جس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عمل نہ کیا وہ اس کو چھوڑ دو۔

ابن عثمان نے کہا کہ اگر غلیب میں سے جو کلام صحابہ رضی اللہ عنہم کی حدیث الدار کی (الحدیثیہ ۵۷۴) کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ ان کے سامنے کوئی مسئلہ لایا جاتا تو وہ اس میں رد تک غور و فکر فرماتے اور فرمادیجئے اور بعض اوقات ان کا فتویٰ یہ کہ وہ اس مسئلہ میں رد تک غور و فکر فرماتے ان کے خلاف ہوتا، جب اس بارے میں ان سے کہا جاتا تو وہ فرماتے: فلاں نے فلاں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث روایت کی ہے اور حدیث کا اقتیاد کرنا وہ لوگوں کی دماغوں کے قوی سے افضل ہے۔

امام ابی نے ”تیسرے“ (۲۰۳۱/۱۶) میں اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ:

”یہ بات بہت عجیب ہے، مگر اس شرط کے ساتھ کہ اس حدیث میں اصل کا قول ان لوگوں کی دماغوں میں امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کے کام لیا نہ جس سے کسی نے اقتیاد کیا ہو، جیسے امام مالک صلی اللہ علیہ وسلم کی دماغی، امام ابو حنیفہ اور یہ بھی ضروری ہے کہ وہ حدیث کا اقتیاد اس میں کوئی علت نہ پائی جاسکے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس کا امام ابو حنیفہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے استفادہ کیا، یہ وہی حدیث ہے جو ابی حنیفہ نے روایت کی ہے، حدیث میں اس تمام بقول میں اس حدیث میں سے ترک کر دیا ہو، قابل التفات ہو کر لیں، (اس لیے کہ اس تمام اس کا کسی حدیث کا اقتیاد نہ کرنا وہی علت کا وہی علت کے کس طرح ممکن ہو سکتا ہے؟“

ابو زہرہ و تہذیب رحمۃ اللہ علیہ اپنی تاریخ ”تاریخ ابی زہرہ“ (صحفی، ۲۶۵) میں اور ابو زہری ”المجملۃ فی التامل“ (۳۱۸) میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ:

”میں کوئی حدیث نہ سنے تھے وہ اس حدیث کا اپنے اصحاب کے سامنے پیش کرتے تھے کہوئے ہم اس کو سنی ہے یا کہا جاتا ہے اس میں اس حدیث کے لئے ایک حدیث ہے یا کہ حدیث میں اس کا ہم اقتیاد کرتے ہوئے اس کے بارے میں ان کا فیضان نہ ہوگا، اس کو چھوڑ دیا کرتے تھے۔“

امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ ان ہی حدیث اللہ علیہ نے ”المسودہ“ (صفحہ ۳۵) میں ذکر کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے جو حدیث یا اثر کی روایت کی ہے اس کی گنجی یا حسین کی یا اس کی سند کو پختہ فرمایا، یا اپنی کتاب میں اس کو نہ لیا اور اس کو رد نہیں فرمایا اور اس روایت کے خلاف فتویٰ بھی نہ دیا تو یہی ان کا وہ ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ کیا ممکن ہے۔

اور اس عبارت سے یہ واضح ہو گیا کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ حدیث روایت کی ہے اور اس روایت کو رد نہیں کیا اور اس کے خلاف فتویٰ بھی نہ دیا، ان کلمات سے یہ بات بالکل

قاضی مہاشی رحمۃ اللہ علیہ نے ترقیب المیزانک (۵۳۶-۵۳۷) میں امام حاکم کی کئی جلدوں کا خلاصہ<sup>(۱)</sup> کے حالات میں لکھا ہے کہ:

”میں بخلی حق کام کے پاس آتا تو میرے چنے اچھے نکال کر نکالیں گے اور بے ہوش  
 میں رہوں گے کیونکہ میری طبیعت عین وہاب کے پاس سے آ رہی ہے اور میں اس طبیعت کے طوائف کے  
 طبقہ سے ہوں اور یہاں ہر ایک کی طبیعت اسی ہے جس کی اصل نہیں کیا کہ یہاں ہر ایک کے سر اور اہل  
 مذہب کا کل جتنا فخر ہے میری طبیعت میں وہاب کے پاس آتا تو میری طبیعت فراموش کرے گی کہ میں  
 سے آ رہے ہوں میں عرض کرتا کہ ان حق کام کے پاس سے آ رہی ہوں تو یہاں ہر ایک فراموش  
 کہ ان طبقہ سے ہوں ان میں سب کی طبیعت کی خواہش اسے پرکھنی لگی ہے۔ پھر بخلی حق وہاں  
 اقوال کا یہ طور یہ سوا کرتے ہوئے فراموش کہ ان طبقہ عقلی انہوں میں یہ نہ ملے گا۔“  
 وہاں کا قول اپنی اپنی جگہ صحیح اور صاحب ہے، اور ان حق کام نے مجھے اس حدیث کی

[illegible]

ابو نعیم نے اور اہم شخص کی طرف اس قول کو منسوب کیا کہ راتے روایت کے بغیر خلیفہ نہیں ہوتا، بالکل اس طرح جیسے روایت سے راتے کے بغیر اختلاف و جنس کیا جاسکتا اور اسی قسم کا قول امام مجتہدی نے ابوبکر محمد بن حسن علیہ السلام کا ہے کہ راتے پر عمل راتے کے بغیر درست نہیں ہو سکتا، جس طرح راتے پر عمل حدیث کے بغیر درست نہیں ہو سکتا۔

قاضی ناصر علی القاضی ۳۶۰ھ نے "مکملہ" کا اصل "۱۶۰۰" میں اپنے ہم عصر علامہ ہندو میں سے ایک نامور شخصیت کے ہاتھ اس وقت دربار فرمایا جب کہ انھوں نے اہل حدیث کے بارے میں کچھ ایسا جنجال مچا دیا تھا۔

”علم کے آداب کا خیال کیوں نہیں کرتے صرف ان کے آگے علم کا علم نہیں  
 کہتے جس علم سے کفار کا بھی حق بن سکتے ہیں، خدا کی خلیفہ کا حق بھی را کہہ  
 رہا ہیں لیکن اگر دینیت میں بھی ان کے حق اور امت مسلمہ کی حق کا اور امت مسلمہ کے کام  
 اور رواج کو حق کی ترغیب اور اور فقہاء کا وہ بے کی، دونوں کی اصلیت کا احترام کرو، اور  
 دونوں کے طریق کار سے استفادہ کرو، فقہاء اور علمائے دین کی بات پر مانع ہو جائیں تو  
 دونوں ہی سے کمال پتے ہیں اور جب خدا ہوتے ہیں تو ان کے کمال میں کسی شک و شبہ اور  
 نقص آجاتا ہے اور ان کی جسمانی اور عقلی کمال کی کوئی حدود ضرور ہے۔“

۱-۳۳: مقدمہ میں لکھتے ہیں:

”میں نے اپنے دل میں یہ فیصلہ کر لیا کہ میں اب اس شخص سے کبھی نہیں ملے گا۔“

کی اور دوسری قسم اہل خود بخاری ضرورت کے لحاظ سے کوئی ایک دوسرے سے ممتاز نہیں اور نہ ایک غنا صحت دوسری سے قصور اور مراد کے حصول کی راہ میں مستحق ہو سکتی ہے، کیوں کہ حدیث کوئی اصل اور بنیاد کے ہے اور فقہ اور فروع اور عبادت کے ہے اور جو عبادت الخیر مشروطہ ہے اور بنیاد اساس کے انتہائی جانے کی وہ احد جانے کی اور عمل اور بنیاد الخیر عبادت اور عبادت کے ہوتے وہ ایک کھنڈ اور بنیاد کے سدا رہا حقیقت گھر دکتا۔

حافظ ستوری دمر لفظ ”فتح المصلیٰ“ (۳-۵-۱۵) غریب الحدیث پر کلام کے آخر میں بیان کرتے ہیں کہ:

”نہن باقر کا معاملہ پہلے کیا یا پھر اس کے علاوہ صحیح اہم ہے، وہ حدیث کی گھبراہٹ اور اس میں سے احکام یا داب کا استنباط ہے۔ اور اس میں گھبراہٹ اور تحقیق بھی اور ضرورت ہے اور یہ مطلب اس امر کی ہے جو مشہور فقہاء اور محدثین کے بارے میں ایسا نام ثنائی، نام اہم اور نام ایک دونوں نام اور دونوں نمایاں ہیں مبارک اور عین احمد یہ وہ ایک بداعت حلقہ میں اور حاکمین میں ہے اور اس میں بہت سی تشکیک کا بھی جائزگی ہے۔“

انہی صراحت نے اسی طرح میں اور دوسری کے حالات میں لکھا ہے کہ:

”ایک بات میں دو اہل اور ہالی کے بارے میں خود بخاری میں مشہور تھا کہ ایک آگ اور غلاب میں، یہ کہانوں کی ایک بات ہے اور اسے کہہ دے کہ اسے اور دوسری حدیث میں اور کتا نام میں اور کتا کے لئے ہے۔“

یعنی اس حدیث کے راویوں کے بارے میں خود بخاری سے جو روایات پائے گئے ہیں جن حدیث میں گھبراہٹ گھبراہٹ حاصل کرنا یا وہ پہلے ہے اسی لئے اور دوسری خود بخاری میں کہ فقہ کو نام کر لیں کہ فقہ اس کی طرح ہے جس کا ادا فقہ اپنے وقت اور موسم میں پہلے ہیں ہوتا ہے (جیسے کے مقلد رکھتا ہے)۔<sup>(۱)</sup>

امام حاکم نے اپنے مقدمہ میں علوم حدیث کے انواع میں ایک خاص نوع کا ذکر کیا ہے اور فقہ فی الحدیث کی اہمیت پر بہت زور دیا ہے پھر پتہ انداز کر کیا ہے، گھبراہٹ میں فقہاء شمار ہو گئے ہیں۔ انہوں نے ”معرفت علوم الحدیث“ (ص-۶۳) میں فرمایا: ”الفرق العشر من هذا العلم معرفة فقه الحديث“ یعنی عشر میں جس میں علم حدیث کی فقہ الحدیث کی معرفت ہے اور کیا یہی پتہ اور شمار ہے ان علوم حدیث کا اور شریعت کا ظہور اصل میں یہی ہے۔ اور فقہائے اسلام جو اصحاب قیاس و رائے اور اہل استنباط و دلیل و فکر کہلاتے وہ ہر زمانے اور ہر شرح میں معرفت اور ممتاز ہیں اور ہم اس موقع پر فقہ الحدیث کی حقیقت سے حدیث کی کچھ کو اہل حدیث کی شرح کی روشنی میں دیکھنے کا ذکر کرتے ہیں تاکہ اس بات پر دلیل قائم کی جانے کہ اس میں گھبراہٹ کا اور اس میں کیوں اور گھبراہٹ کے حامل فقہ الحدیث سے ماری اور باہلی ہرگز نہیں ہو سکتے اس لئے کہ فقہ الحدیث علوم حدیث کی ہی ایک اہل اور اہل قسم ہے۔

اور ان سبب نے اس موضوع پر طویل کلام کیا ہے، جس میں حدیث کے راویوں کی عظمت اور سچائی یعنی قطعات اور ہے استنباط کے واقعات لکھے ہیں، اور غلبہ بلاد اسی نے اپنی کتاب کی ابتدا میں انتہائی طویل کلام کیا ہے، جس کا حاصل یہی ہے جو میں نے نام لکھی اور نام محمد بن حسن اور ان کے بعد انہوں نے اقوال میں پیش کیا ہے جس نے اس کو چھری طرح کیوں کیا ہو تو وہ کاشمیں میں سے ہو گا فقہ الحدیث میں اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔<sup>(۱)</sup>

حافظ ابن عربی مثلی دمر لفظ تعالیٰ نے اپنے علم اور طریقہ رسالہ ”فصل علم اسلاف علی اہل بیت“ میں فرمایا: ”انہو اور فقہائے علم حدیث گھبراہٹ کی اتباع کرتے ہیں اور

(۱) ومن اسل هذا الدی تقدم بطرق من البحر علی الجمع من الطبقات والفقہ والطوبی والقرابة والخلق والهمم فمقتضا انفراد التکرام ماسمیه - ”شمار حد من سمیر السحابین والفقہاء علی جملة العلم از سلف تعالیٰ قولہ والجمع بہ“

وہ اس طرح کی انجی احادیث کو اختیار کرتے ہیں جن پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت کے بعد کے لوگوں نے عمل کیا یا جن میں سے کسی جماعت نے اس پر عمل کیا اور جن احادیث کے ترک پر انھوں نے اتفاق کیا ہو تو اس پر حارے لیے بھی عمل ہوتا نہ ہو گا وہ اس لیے کہ جب انھوں نے ان روایات پر عمل کیا اس کا علم ہو جانے کے باوجود انھیں کیا تو یہ اس بات کا ثبوت ہوتا ہے کہ ان کو یہ علم تھا کہ ان احادیث پر عمل نہیں کیا جائے گا۔

عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:  
 ”اس زمانے کو لو جس پر تم سے پہلے لوگوں نے عمل کیا، اس لیے کہ وہ تم سے زیادہ علم رکھتے تھے۔“

پھر ص ۱۳ میں فرمایا کہ:

”لوگوں کو ان روایات سے چٹا چٹا نہ کرنا کہ ان کے بعد خود میں آئیں یعنی آخر کے بعد آتے امام شافعی اور امام داؤد بن علی اور ان کے مثل لوگوں کے بعد بڑی بڑی دانش ۱۴ میں روایت آئیں اور ان کی شریعت میں ان کی مثل نہیں اور انکی باتیں جو سنہ ۱۵۰ھ کی احزاب کے نام سے لوگوں سے ظاہر ہوئیں جب کہ وہ سنہ ۱۵۰ھ تک کے باطل خلاف ہے اس لیے کہ ان کے بعد کوئی اور ظہور نہ ہوا، چھوٹی روایت سے کہ کسی کا فقرہ اپنی خاص صحت اور قیام کے سبب، جو میں آئیں یا انکی انجی اختیار کر لیں۔ جس کو ان کے جھگڑنے اور نہ جس اعتبار کیا۔“

اور امام ابو یوسف (۱۵۰-۲۴۰) میں امام احمد سے روایت ہے:

”اگر کسی آدمی کے پاس تھلیف کر دے کہ میں اس میں قول رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اختلاف صحابہ یا میں نے نہ جھوٹ کسی کے لیے جو نہ ہو گا کہ میں روایت پر چاہے عمل کرے اور دعائی قیام اور کہہ پر اعتقاد کرے اس کا اختیار کرے اس کے مطابق فیصلہ دے یا اس پر عمل کرے، بلکہ اس پر اہم ہے کہ اس علم سے روایت کرے کہ ان روایات پر عمل کرنا چاہیے تاکہ اس باطل عقل و سنج روایات کے مطابق ہو۔“

چنانچہ ان کے اس قول کو ذرا غور رکھنا چاہیے کہ بھلا صط قولہ ”حتیٰ یسئل اهل العلم ما روا حدیثہ“ اس لیے کہ اس میں خبر ہے۔

ان کلمات پر غور کرنا چاہئے کہ علم کے لیے اہل علم سے رجوع ضروری ہے کہ وہ صرف سے فرمادیں کہ اس حدیث پر عمل کرنا ہے تو یہ روایت عمل کے شرائط پر مبنی آتی ہے، اس میں صحیح اس بات پر ہے کہ یہ روایات کو ان شخص کی حدیث کی صحت پر مبنی کرتے ہوئے اس کے مطابق فتویٰ دے دیتا ہے اور اس کے ذہن میں بھی ۱۵۰ھ ہے کہ چونکہ مسئلہ کے اثبات کے لیے صحیح حدیث مل گئی، تو حکم عمل کے لیے انکا کافی ہے۔ لیکن امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ اس پر متنب فرمادے ہیں کہ یہ جگہ اور جلد بازی یا سبب کسی شے پر حکم لگانے اور فتویٰ دینے کی کوئی حیثیت نہیں ہے بلکہ اہل علم سے روایت کرنا ضروری ہے یہاں فقہ اور اہل معرفت ہیں، جب ان سے روایت کیا جائے گا کہ یہ حدیث قاطع عمل ہے یا نہیں؟ اس وقت وہ روایت کی جانے چاہے اور تحقیق کر کے اس روایت کے قاطع عمل ہونے یا نہ ہونے کا فتویٰ صادر کریں گے۔

اور امام محمد بن یوسف ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

”لیکن روایات بہت سی ہیں جن پر حارے عمل نہ کرنے کا یہ فتویٰ مل رہا ہے صحت سے صادر کیا ہے“ (۱) اس سے پہلے انہی اپنی اپنی کا قول گذر چکا ہے کہ حدیث میں حدیث کی حدیث کا اس وقت چھ چٹا ہے جب وہ قاطع عمل کو غیر قاطع عمل احادیث کے درمیان امتداد کر سکے چنانچہ اہل علم کا فتویٰ کہ یہ حدیث قاطع عمل کو ترک کر دے۔ (۲)

محققہ (۱) نے ”سیر اعلام النبلاء“ (۱۸-۱۹) میں ان حرم کے حالات اور سوانح عمری پر جان کرتے ہوئے ان کا کچھ نقل کیا ہے، ان کے حرم کا قول ہے کہ:  
 ”میں حق کی اتباع کرتا ہوں اور سچا کرتا ہوں اور کسی کو سب کا غلوک یا نہ لکھیں

(۱) تاریخ الخلفاء، ص ۲۰۰

(۲) اہل علم و دانش، ص ۲۰۰

سمجھنا کہ اس قول پر ضرور کہتے ہوئے کہا ہی ہاں اور اچھا کہ ہے۔ ہے کو کھنچا جانے اور اس کے بعد اچھا نہ ہو تو ہونے کی گواہی اس وقت کے اہلِ بیت تھا۔ وہ سے ہی اس کو کسی کی تائید کی ضرورت نہیں۔

جیسا کہ فقہیم کے ابتدائی دور میں ایک بچہ قرآن یاد کرتا ہے یا کلمہ یاد کر لیتا ہے تو وہ کہنے کے لئے اچھا کہلائی کر سکتا ہے اور وہ مسائل کے بارے میں کیا کہے گا اور کس چیز کو دیکھا یا کوئی مسئلہ پیش کرے گا جیسے کہے ہوئے کے لئے اس کے ہر لفظ سے پہلے لانا محال ہے۔

قسم کا سلف ہاں ایک فقہ کا مال، بیدار مغزو اور دانشمند اور بچہ صحت میں کو فروغ یا دہوں، اور اصول کے قواعد لازمی ہوں وہ تو اہلِ بیت خود ضرور میں بھی باہر شمار ہوتا ہو۔ اور قرآن کریم کے معانی اور تفسیر کا بھی علم رکھتا ہو اور اس میں مشاعرہ کی قوت بھی ہو اور وہ فقہی اور حجازی عقیدہ کے دور سے کو کھنچ سکتا ہے، ایسا شخص آخر کے دلائل میں ضرور دگر کی صلاحیت دے سکتا ہے۔ اگر اس مقام کے عالم کے لئے اگر کوئی مسئلہ ایسی دلیل اور نص کے ساتھ واضح ہو جائے جس میں مسئلہ کے صحیح اور حق ہونے کے لئے کافی ہو اور اس پر علماء مجتہدین جیسے ابوحنیفہ، مالک، شافعی، ابو سعید، احمد اور اسحاق جیسے فقہاء اور محدثین میں سے کسی ایک کا عمل بھی ثابت ہو تو ایسے حق کی اطلاع ضرور کرے، اور تخلیق کار کا کلام کرتے ہوئے اپنے لئے ہر ایک آسانی اور رخصتوں کو تلاش نہ کرے اور ہر چیز کا گہرائی اور درجہ کا اختیار کرے اس پر جہت کا تم کرنے کے بعد اب تکھیک کی گنجائش نہیں۔ اگر اس کو خوف ہو ان فقہاء سے جس سے باز رہیں کر رہے ہوں ان سے مسئلہ میں گفتگو کر سنا اور ان سے کچھ بھی نہ کرے، کیوں کہ ممکن ہے کہ وہ شخص کے کسی دھرم کے میں جھکا ہو اور تکرار سے اس کا خیلا، اشیاء کا حصول ہو تو اس کا تعاقب کیا جائے گا اور خاصیت کے پردہ میں اندر سے اس کی نفسانیت و غلامی ہو بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو حق بات کہتے ہیں اور معنی کا علم کرتے ہیں، لیکن انہی تعالیٰ ان پر ویسے لوگ مسئلہ کر دیتے ہیں، جو ان کو اذیت پہنچاتے ہیں، اس لئے کہ ان کی نیت ناسود ہوتی ہے اور مقصد حق کی اشاعت نہیں ہوتی، بلکہ حبِ ہوا اور دنیوی ہوسٹ ہو

انکو اور یہ نظر ہوتی ہے کہ لوگ اسے اپنا راہنما اور سرور تسلیم کر لیں، علماء سوء کے لفظوں میں پوشیدہ یہ بیماری ان کو ہلاک کر کے ہی ختم لگتی ہے۔

مذکورہ فرماتے ہیں کہ: حافض زہبی کے اس قول پر غور کرنا چاہیے کہ:

”ہب کسی مسئلہ میں حق ان کے لئے واضح ہو جائے اور اس میں نص واجب ہو، اور مشورہ اس سے کسی ایک سے اس حد تک کہ اس میں کوئی کلمہ اور جیسے بہ بات کو مزاحمتی ہے کہ جو کسی ایسی جگہ حد تک کوئل کے لئے عقیدہ کر لے جس کو تمام مجتہدین نے اجماعی یا اجتہادی ہر طرف نظر رکھ کر قبول نہیں، اس تکرار کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔“

اور جسے حافض اپنے وہب متنبی نے کہا کہ:

”کوئی شخص حد تک کی بات میں بہت متنبہ ہو، وہب کہ اپنے جواد اور غیر معروف اسلوب کے سبب وہ حد تک کی حد پر کھنچے میں جھکا ہوا ہے اس لئے کہ وہ انکی چیز اس کو عمل کے لئے منتخب کرتا ہے جن کو اس سے پہلے حد تک اس کا علم ہونے کے باوجود متنبہ نہیں کیا۔“

ہب میں ابن قیم کا اور امام ابوہریرہ کے بارے میں ایک دعویٰ کا حال لکھتا ہوں جس پر امام زہبی اور ابن ہریرہ جب کے جسرہ کو بھی ذکر کر رہے تھے۔

ابن قیم کا امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کہتے ہیں کہ:

”کام دھوکے کوئی عمل دھوکے سے، یا کسی کلام اور کلام کا دھوکہ مسمیٰ

کچھ حد تک پر عمل کی دھوکہ دہاں ہاں ہاں۔“

امام زہبی کے کلام سے صراحتاً پہلے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ایسی صورت حال میں مجتہد کو اس حد تک کی بات کرنا چاہیے اور ابن ہریرہ کے کلام میں صراحت سے ظاہر ہے اور ان جیسے لوگوں کی خدمت سے جو دیکھے مثلاً قول کوئل کے لئے اختیار کر لیتے ہیں، جنس پر کسی کا عمل نہیں ہوتا اور اسی اور حد تک میں کی کھنچ کر کے وہ عمل کے لئے ایک دعویٰ کو کافی سمجھتے ہیں اور وہ یہ کہ جس حد تک وہ ہم نے عمل کے لئے اختیار کیا ہے، وہ کچھ

ہے۔

بعض لوگوں نے ابن قیم کے اس حکام اور اس نوح کے دوسرے حکامات کو شذوذ کے اختیار کرنے کا ایک ذریعہ ٹھکانا ہے، مگر ایسے مسئلہ سے بھی تعرض کیا جس کے بارے میں تنقیدی اور انجمن ائمہ اور ان کے بعد چھاپہ نے اشباع غفلت کیا ہے اور یہ ممکن گوشتوں کے لیے سونے کے سحر کا حرام ہونا ہے، ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں۔

اور میں کہتا ہوں (مؤلف) کہ امام ذہبی اور حدیث جب کی غرض و راسل ابن قیم کا امام احمد بن حنبل کی طرف اس قول کی نسبت کو ضعیف قرار دیتا ہے، اگرچہ ابن قیم خاص طور پر اپنے مذہب کے اصول کو ایسی طرح جانتے ہیں اور عام طور پر دوسرے مذاہب کے اصول سے بھی مختلف ہیں۔

مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۳۲۰-۳۲۱ھ) میں واضح طور پر لکھا ہے کہ:

”ایک مسئلہ میں امام احمد کے قول ایسے ملتے جلتے ہیں جن میں سے ایک تو مشہور

قول ہے اور دوسرا غفلت قرآنی تفسیر سے ملتا ہے جس کی امام احمد کے قول کا اس طور پر

عمل کرنا اس کا اصل کام دوسرے کی تفسیر ہی کرتا اور اس سے بچر ہے کہ اپنے قول کو

اختیار کیا جائے، جس سے ان کے حکام میں تناقض کی صورت پیدا ہو اور عام طور پر

اس صورت میں جب کہ دوسرا قول ایسا ہو جس کا صلف کو ظلم نہیں۔ اور خود امام احمد

فرماتے ہیں کہ اپنے قول سے بچر جس میں کوئی امام تھا اور ساتھ دے اور مطلق قرآن

کے مسئلہ میں کوئی آرائی کے ایام میں اور فرمایا کرتے تھے میں ایسی بات کہیں نہیں

جو اب تک کسی نے نہیں کہی اور میری دھمک فرماتے ہیں کہ مجھے احمد بن حنبل سے

خاص کر کرتے ہوئے کہا اے ابوالحسن! اپنے مسئلے میں شک و کرہ جس میں کوئی امام

تھما دے ساتھ دے، اور میری وہ شخص ہیں جن کا میر ۱۳-۱۸ھ میں احوال لکھے ہوئے

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام حافظ ابن قیم رحمہ اللہ امام احمد کے شاگرد

ہوئے تھے ان کا شمار ہوتا ہے، جب آپ نے غلبہ کا مقام دیکھیں میں انہیں کے قیام

انہی کی وجہ سے خود بھی واضح ہو جائے گی۔“

(الموسم فی تفسیر القرآن، ص ۱۶۶-۱۶۷)

اور الفقہاء والمفتیاء: ص ۸۶-۱۰۶ کی عبارت گذر گئی ہے کہ جو حافظ کبیر تھے اور مفتی محمد بن یحییٰ بن علی الطبرانی القسری ۴۲۳ھ کی سند سے مذکور ہے جس میں فرمایا: ہر وہ حدیث جو منصور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تھما دے پاس پہنچے اور یہ بات بھی تم کو اس کے بارے میں یقین ہو کہ کسی صحابی نے اس پر عمل نہیں کیا تو اس کا عمل کے لیے اختیار نہ کرو، پھر خطیب نے اس کے بعد یہ فرمایا کہ جب تھما، مامون راوی ایسی روایت بیان کرے جس کی اسناد بھی متصل ہو اس کو محمد بن ابی القاسم اور تھما، یا تو اس لیے مسترد کر دیتے ہیں کہ وہ اشباع امت کے خلاف ہوتی ہے، اور خلاف اشباع کو اس حدیث کے منصور سے ہونے پر دلیل دیتے ہیں، یا اس بات پر کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے، کیوں کہ یہ ہاتھ نہیں ہو سکتا کہ حدیث صحیح بھی ہو اور منصور بھی نہ ہو اور اشباع اس کے خلاف متفق ہو جائے۔

اور یہی بات ابن الطبرانی نے اس حدیث کے بارے میں بھی ہے جس کو تھما نے باب میں ہم نے ذکر کیا ہے اور انہی بات کرتا جو تھما میں سے کسی نے نہ کی ہو مگر وہ عقائد ان کے نزدیک ایک ایک عنوان کے حروف ہے اور اس کی مثال ”اسعدی“ ہے۔

وایضاً ص ۱۱۱-۱۱۲ میں ابی القاسم کی روایت ہے جو تھما نے امام احمد سے نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

”میں جب کسی سے حاضر کر کہ جس حدیث میں ابی القاسم نے کہا کہ حدیثی کہی

میں نے غفلت کی ہے اور میری غلطی ہے، گناہ اس وقت چھوڑا ہوا ہے جب اسے مانگ کر

انہوں نے قرار دیا جائے، ان سے حدیث لیا گیا کہ کچھ انہوں نے قرار دیا جائے کہ طبرانی

جب وہ ایسی بات پر مصر ہو جس سے پہلے کسی نے نہ کی ہو اور کوئی کہے کہ امام احمد کے











اور یحییٰ امارا جواب ہے ان لوگوں کے بارے میں جو اہل حق و باطل، کلمہ و کلام کی حق پر اعتراض کرتے ہیں اور ہمیں اس چیز کی دعوت دیتے ہیں کہ جس کو وہ فتنہ انگیز و افساد ساز سے تعبیر کرتے ہیں اور ایسے دیگر مصلحتات سے منہ پر عمل کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ہم ان سے یہ کہتے ہیں کہ ان اعتراضات پر جواب دہاں میں اس لیے تسلیم نہیں کر سکتے کہ وہ حق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو تم سے بہتر طور پر جاننے اور عمل کرنے والے تھے، بلکہ ظلم ہو کہ نام تقلیل کا مفید ہے اور تقلیل کے جس معنی میں مستعمل ہے، جس کے معنی تم نے زیادہ کے لیے ہیں، یہاں مراد وہی نہیں اس لیے کہ ان احقر کے مقابلے میں تمہارے ظہر کی کوئی حیثیت ہی نہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور طریق پر چلنے ہی کے اشتیاق اور عزم نے ہمیں اس طریقے کے اختیار کرنے کی طرف راہ دکھائی ہے۔ جو طریقہ انھوں نے اپنے ظلم اور فساد سے سوچ سمجھ کر اختیار کیا۔

ہم کہتے ہیں کہ اس قسم کی باتوں سے استدلال کرنے والے کتنے مہاس رضی اللہ عنہما کے دوسرے اقوال سے بزرگ استدلال نہیں کرتے جس میں انھوں نے اپنے اجتہاد کی بنا پر حکم کے لیے طے نکال کر ثابت کیا اور ظاہر نفس پر عمل نہ کیا، جیسا کہ وہ دلی جملوں میں کیا ہے، کی سبب کے کمال نہ تھے، بلکہ دلی کو سنت خلاف قرار دینے والوں کے بارے میں فرماؤ کہ کلمہ یا معنی انھوں نے تقلیل کی ہے، یا ان سے اس بارے میں خطا ضرور ہوئی ہے جیسا کہ صحیح مسلم ۶-۱۲۷۷ میں ہے کہ جب کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ کام جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تو میں اس کا چھوڑ دوں گا اور میں جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے۔

اور آخر میں یہ عرض ہے کہ یہ نام بھی کے کلام کا جواب ہے جس کو اس جہل نے "ادات فہیات" کے مفہوم میں لکھا ہے جس کا ترجمہ "ادب" یا "ادب" ہے جس کی کمر کو قرار دینے کے لیے کافی ہے، جیسا کہ ان کی جہت اور دلیل جواب کی وضاحت کے باوجود مگر تو نے دلی کہانی ہے، تو ان کے دوسرے دلائل کی قوت کا اعتراف خود ہی لگا لیجئے۔

قیاس کی انگشتان میں بہا و مرما

ان کے جہل پر جو عقل مساوی آتی ہے کہ کسی سے یہ چھایا گیا کہ آپ کی دلی قضا کیا ہے؟ تو اس نے جواب میں کہا کہ انکی دلیل جس پر وضاحت فکر کرے اور اس واقعہ جس پر رسوائی اور فضیلت (۱) کو بھی پہنچا جائے، یا ایسا شہرہ جو رسوائی کے معنی کلمہ میں ملے کے ٹل پیچک و ہے۔

دوسرا اہکال کہ ایک مسلمان صرف حضور و اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا منصف اور مامور ہے کسی غیر کا نہیں، تو اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ: آپ کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ اگر اسلام اور محمد ہیں کام جن کے کلام کے بلکہ جسے مذکور ہوئے جو سراسر صحت کی پابندی کی تالیف اور دعوت پر مشتمل ہیں اور صحت کے طبعی اور عقلی طور پر ترک کو انحراف، ذلت اور گمراہی قرار دیتے ہیں، بقول آپ کے جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع نہیں کی اور سدودہ جہادیت پر تھے، اور وہ آپ قرآن کے اسلوب سے انحراف کرتے ہوئے اتباع نبی کا دعویٰ کرتے ہو تو تمہارے نزدیک گویا وہ ایسے احمق اور بہانے تھے جو بدین کتاب و سنت سے دلیل بیان کیے تو انہوں کے لیے اشیاء کو حلال یا حرام قرار دیتے رہے، جب کہ یہ اگر کرام اشکال اور اشہاک فی الیہ تھے اور انحراف صحت میں اجتنام کے جس مقام پر ممکن ہیں، وہ مقام اس کے بارے میں نامزد و جنوں کے تراشے ہوئے خاکوں اور ان کے منہج سے نگر سے بہت بلند ہے، وہ اپنے بعد اموں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے اور وہی اس طرح پہنچاتے تھے جیسے سوزانِ امام کی گھیسرات کھینچ ملوں تک من و مان پہنچاتے ہیں۔ اگر آپ ہیں انہیں کہ میں اپنے دین کے احکام کو دلیل سے سمجھتا چاہتا ہوں اور یہ ہم خطا کیسے کا حلیہ بیان کرتے ہیں، میری سمجھ میں نہیں آتا، بلکہ اس اعداد سے صحیح سمجھ میں آتا ہے جیسے اس کو امام شافعی نے بیان کیا، اس لیے اگر میں مذہب شافعی کے مطابق اس علم پر عمل کروں تو کیا اس میں کوئی حرج ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ایک مذہب فقہی سے دوسرے مذہب فقہی کی طرف منتقل ہونا بھی حرام ہوتا ہے۔

۱- اول یہ کہ وہ کسی امام کی تقلید میں وہ کر نہ گی گمراہ نہ چاہتا ہے اور اگر اہل بیت سے کسی ایک کو وہ تقلید کے لیے چھین کر کے ان کے بیان کردہ فقہی احکام بدل سے عمل کرتا چاہتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں اور تقلید غیر احمد کے لیے محفوظ قرینی طریقہ ہے اور یہ موضوع احکام واضح ہے کہ اس پر حرج نہ کہنے کی ضرورت نہیں۔

۲- دوم یہ کہ وہ آسمانوں کے افلاک میں ایک مذہب کو چھوڑ کر دوسرا اور تیسرا دوسرے کو چھوڑ کر تیسرا اختیار کرتا ہے تو یہ دین کے ساتھ استیلا کے عقار و طب ہے، اور یہ ہرگز چاہو نہیں، اس پر بھی بحث کی گھاٹی نہیں۔

۳- سوم یہ کہ بحث اور تحقیق کے بعد اس کا باطلان کسی ایک مذہب کی تقلید پر مضمون ہے اور وہ تحقیق اور دلائل کی روشنی میں ایک مذہب فقہی کو چھوڑ کر دوسرا مسلک فقہی اختیار کرتا ہے تو اس میں یہ تفصیل ہے، اگر بحث و تحقیق کرنے والا شخص اس مقام کی اہلیت نہ رکھتا ہے، یعنی اگر وہ جو محمد ہیں کے بیان کردہ دلائل کو سمجھنے کے بعد اخصاف اور بیاختلافی سے ان اول میں بعض کو بعض پر ترجیح دینے کی صلاحیت نہ رکھتا ہے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں، بلکہ طبعی وجہ ابھیرت ایسی تحقیق تو افق اسلامی کے مفاخر اور علماء اسلام کی اہم و اشرافی شان کے شایانِ بہت عی و انچا اور قابلِ رشک قلم ہے اور ان کی طبعی معقولی صلاحیت سے کام لینے تو علماء کا شہار ہے، اور ہمارے مفاخر عربی علماء نے حقدین کے طرز پر اس تحقیق اور بحث میں عریں کر اند میں جیسے امام نووی اور صلاح ابن عربی رحمہما سلام، ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن حجر، ابن کثیر، اور ابن ابی شیبہ رحمہم اللہ قابلِ مدح ہیں سے بھی کرتے چلے آئے ہیں اور اس قسم کی مثالوں سے اسلامی تاریخ کے اوراق بھرے چکے ہیں مذہب تک مثال کے طور پر علامہ ابو الکوثری جن کو بعض ناواقف حضرات حسبِ فتنی گردانتے ہیں، عقائد کوثری میں وفت کے مسئلہ میں ایک طویل مطلق بحث کی ہے جس میں انہوں نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کو ترک کر دیا ہے کہ وفت کو اس وقت تک لازم اور متبہ قرار دیا جائے جب تک امام اس کے ساتھ لاحق ہو جائے اس لیے کہ امام کا حکم اختلاف کو ختم کر دیتا ہے اور امام کوثری اس مسئلہ میں مجہود کے قول کو اختیار کرتے ہیں، جو صحیح اور صحت اور عمل صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے اور اسی پر مجہود مست کا اتفاق ہے، علامہ کوثری کی تحقیق یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بعض مسائل میں اپنے اجتہاد سے دلیل کے استحکام کے بجائے اجتہاد کو امام فقہی اور خاص فریق کا قول اختیار کیا اور اس قول کی دلیل معلوم کرنے کی کوشش نہیں فرمائی، لیکن بعد

میں تحقیق سے جب مضبوط دلیل دین کے قول کے خلاف مل گئی تو اب امام صاحب کے اس قول کو جو کسی کی ایجاد میں اختیار کر لیا، امام ابو حنیفہ کی اپنی رائے اور اجتہاد قرار دیا سمجھ نہ ہوگا، اور متوجع اور محتاط اور عقلی غلطی جب دلیل سے واضح ہو جائے تو ان سے اختلاف کی گنجائش نکل نکلتی ہے کہیں کہ اجتہاد کا اعتبار غیر مخصوص میں ہوتا ہے، جہاں نفس صریح آجائے تو اجتہاد کی گنجائش نہیں ہوتی، اور اس قسم کا کام ان مسائل کے بارے میں بھی پایا جاتا ہے جو علامہ مکتبہ نے اپنی کتاب "الفتاویٰ النورانیہ فی المسائل" کے حدود میں تحریر کیا ہے، یہی طریقہ امیر حبیبہ علی امیر حیدرہ و رحمۃ اللہ تعالیٰ کے حدود میں تحریر کیا ہے، یہی طریقہ علامہ مظہر احمد مدنی دہلوی نے اپنی عظیم الشان کتاب "امداد القسوس" میں اختیار کیا ہے، کہ مذہب حق کے مقرر اور ثابت شدہ قول کو انکی مقامات پر ترک کر دیا ہے جب کہ ان کی اس کتاب اور ان کے عام اسلوب سے بھی یہ حقیقت باہر ملے گا، براہِ واضح ہے کہ امام صاحب جتنے پر پوری قوت اور مصائب کے ساتھ عمل ہوا ہیں، یہ قانون ملا، کہ ان کا کرنا جو لوگوں کو انکی طرح سمجھنے کے بعد، ان کی قیادت استعمال کا صحیح امتداد دگانے کے بعد بعض دلائل کو بعض پر ترجیح دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور جو اس کی اہلیت نہیں رکھتے اور انکی تحقیق اور بحث میں اختلاف سے کام لیتا جاتا ہے، جب کہ اس کا نقل ایک گروہ سلف صالحین کی طرف اپنی نسبت کرنے کے بعد ان کی تحقیقات پر بے غیاء اعتراضات کر کے ان کے دوا کر بھروسہ کرنے میں مشغول ہے تو یہ تحقیق نہیں، بلکہ حقیقت سے غلام اور بیک بنی اور ذراغ و بیدال کی صورت پیدا کر کے، بجائے اصلاح کے امت میں اختیار پھیلانے کا سب سے بڑا ایسا غلام کی بات کو ہم قائل اختلاف نہیں سمجھتے اور اس کا انکار کرتے ہیں اور اس قسم کے لوگوں کی تائید ہم ہرگز نہ کریں گے چاہے کتنے ہی اونچے القاب و انتساب کے پردوں میں خود کو چھپائیں، ہم ان کو بھی سمجھیں گے کہ کسی ایک مسئلہ میں مذہب حق سے شافعی کی طرف غلط ہونا دوسرے مسئلہ میں مالکی افتاد اور شیعہ سے مسئلہ میں فرقہ شافعی کی طرف غلط ہونا اور چوتھے مسئلہ میں بے سلسلہ اختلاف بکراوال کی طرف یا پھر ان چاروں کے علاوہ کسی ایسے مسلک کی

طرف لے جائے گا جس کے آثار مست پہلے ہوں اور اس کا عملی طور پر کوئی وجود باقی نہ رہا ہو اور خدا اب کے ساتھ ان کے اس کمزور اور استغیاد کا ہر ذرہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو اس امت کے پہلے مجدد ہیں، صدیوں کی آخر اس طرح نہ کر چکے ہیں، جس کو وادی نے اپنی سنن (۹۱۱) میں نقل کیا ہے۔ جو اپنے دین کو غصہ و حسرت اور جدال کا وسیع بنائے اس کا انتقال ایک موقف سے دوسرے تک ہوتا جاتا ہے۔

امام وادی نے اپنی سنن میں یہ قول کیا ہے: جن کا مذہب ائمن اور مخصوص اس دین کو مخصوصیت اور جدال کا میدان بنانا ہوگا تو کفر ہے سے ایک موقف سے دوسرے کو اختیار کرتا رہے گا، اور یہ سلسلہ مذہب اور حرکت محدود رہے گا، بلکہ ان کی کوشش ہوگی کہ وہ چالیس مذہب بھی ہوں تو ان کے دائرے سے بھی ایک دن نکلنے کی سعی کریں گے اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کے اس حکام جیسا علی امام مالک دہلوی سے ابن عبدالعزیز مالکی نے "الاملاذ" (ص ۳۳) میں نقل کیا ہے، انھوں نے اپنی سنن کو امام مالک کے ایک شاگرد صفی بن یسئل تک پہنچانے کے بعد ان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ صفی بن یسئل فرماتے ہیں کہ ایک دن امام مالک میرے ہاتھوں کا سہارا بنے، میرے لئے تو ان کو راستے میں ایک شخص ملا جو ایسا لہو پیچہ کھلاتے تھے ان کو میری طرف سے جھٹکنا کہ انرا امام مالک دہلوی دہم بالا جاد، امام مالک سے کہنے لگے اسے اسے اسے اسے آپ سے کہہ کرنا چاہتا ہوں اس کو سن لیں، میں آپ سے بحث کروں گا اور اپنی رائے میں جی کروں گا امام مالک نے فرمایا کہ اگر تو غالب ہوئے تو کہہ کہ آپ کو میری ایجاد کرنی ہوگی، امام مالک نے کہا کہ اگر میں غالب آ گیا تو کہہ کہ میں آپ کی ایجاد کروں گا امام مالک نے کہا کہ اگر میں جیتوں میں کوئی حیرت آ جائے وہ جیتوں پر غالب آ گیا تو کہہ کہ میں جیتوں میں کی ایجاد کریں گے امام مالک نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دیدہ سے کر بکھا ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ تم تو ایک سے دوسرے اور دوسرے سے تیسرے موقف کی طرف منتقل ہوتے چلے جا رہے ہو، یہاں بات ہوئی جو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمائی کہ جو دین کو بحث و بھار کا نشانہ بنائے وہ منتقل ہی ہوتا رہے گا، یعنی

اس کو کسی ایک مہلک پر لڑنا اور باقی مقدمہ بنالغصب نہ ہوگا۔

یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس گفتگو کی ابتداء سے اس بات پر دلالت ہوتی ہے کہ یہ گفتگو عداوت کے مسائل سے متعلق رہتی ہے، لہذا عدالت فقہ سے اس کا تعلق نہیں اس لیے کہ جس شخص سے بات ہو رہی ہے وہ میرے فرض سے متعلق نہ کہ ہے۔ میں (مذہب) کہتا ہوں کہ جتنی بات لیجئے میں یہ بھی کہتا ہوں کہ اگر وہ جو ان خلیفہ جس کی خاطر میں نے یہ بحث کی ہے فروقی فقہی مسائل پر طبع آزمائی کرنے کے لئے عداوت کے مسائل میں بھی کوڑتا ہے، لہذا وہ جب چاہے عداوت کے مسائل بھی ایسے ہی لاپرواہی اور بے باکی سے بحث کرنے لگ جاتے ہیں جیسا کہ فروقی فقہی مسائل میں مذکور اثرات ضروری سمجھتے ہیں، اس لیے ان کے لیے ضروری ہے کہ انضباط اور انکرام کا اہتمام کریں اور اپنی حد سے تجاوز نہ کریں، جبکہ یہ اسلوب انتہائی خطرناک اور حساس ہے اور عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب تم کسی آدمی کو کوئی برائی کرتے دیکھو تو جان لو کہ اس آدمی کوئی برائیوں کا وہ مرتکب رہتا ہے اسی طرح کسی کو بہتری اور نیکی دینی کرتے دیکھو اس کے عمل حدیث اور بھی ضرور اس میں پائے جاتے ہیں۔<sup>(۱)</sup>

جو شخص کسی کی اطلاع کی راہ سے مت کرانی میں گمراہ دیکھ کر اس کی اطلاع کرنے کا وہ چاہیے ایسا قول اختیار کرے گا جس کو کسی نے بھی عمل کے لیے اختیار نہ کیا ہوگا، اور اس کو اس کا پتہ بھی نہ چلے گا؛ بلکہ وہ خود کو سنت کی طرف دعوت دینے والا اور سنت کے ناصر ہونے کا دعوہ کرے گا۔ امام مالک رحمہ اللہ خواری نے اسی خطبہ سے ان کو خبردار کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر کسی بات سے ان لوگوں سے حدیث اور احادیث کی راہ مستحاطہ پتا نہ کیوں کر کہ ایسے ہی تم ہر اس شخص کی اطلاع کریں جو بد اعمال میں دوسرے سے سنت کرنے والا ہو اس بات کا خطرہ ہے کہ ہم اس چیز کو کسی ایک دن ذکر کریں، جس کو ہر گز خلیفہ اسلام کے لئے نہ کرنا ہے، جب کو تمہارا یہ دعویٰ کہ تم کا یہ حدیث کی بیان کی ہوئی دیکھو جس میں کوئی حدیث بھی دعویٰ ہے، جس

کا حال کچھ گزر چکا ہے، کہ ان کو کج حدیث مل گئی اور وہ مثلاً مذہب کا جس کے خلاف چلی تو انہوں نے مخصوص طریقہ کو چھوڑ کر وہ راہ اختیار کی جو اس سے زیادہ قوی دیکھ اور روایت پر استوار تھی، اور انہوں نے اس میں سے حدیث اور جنسوں نے فرمایا کہ فقہاء کے آگے تسلیم کر کے ملے ہی، یہی کی سنا جاتی ہے۔<sup>(۲)</sup>

جاری کو لکھ کر لکھا جاتا ہے اس امر میں شک نہ کہ ان میں سے اور ان ذہب کے احادیث پر تعلق ہیں کہ ان فقہاء کی طرف رجوع کیے بغیر انسانی کا دین خطرے میں رہتا ہے، محدثین چونکہ فقہاء کی قدر و قیمت جانتے تھے اس لیے اپنے علاوہ کو اس طرح متوجہ کرتے تھے اور انہیں اس کی اہمیت بتاتا کہ ان میں شرکت کی ترقیب دیتے رہتے تھے۔

ابن ابی شیبہ سے ان کا مہاجر نے "الافتاء" (۳۳۳) میں امام محدث علی بن عبدی عرف اس قول کو مشتبہ کیا ہے کہ ہم محدث امام زبیر بن عواذیہ کی مجلس میں بیٹھے تھے کہ ایک شخص آواز بھر لے اس سے کہ جہاں تم کہاں سے آ رہے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ امام ابو حنیفہ کی مجلس سے آ رہا ہوں، تو امام زبیر نے فرمایا کہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے پاس سے ایک دن کا چانا تھا، اس لیے میرے پاس بیٹھے تھے، آئے سے زیادہ مشہور ہے، اور زبیر بن عواذیہ یہ شخصیت ہیں جن کو حافظہ دینی نے اللہ تعالیٰ تکرار دیا ہے، اور اس کے بارے میں شیعہ بنی عرب کا قول تھا کہ ان کا زبیر میرے نزدیک شیعہ جیسے تھا، محدثین سے زیادہ حافظہ حدیث ہیں، جب کہ شیعہ کو امام احمد بن حنبل کی حدیث میں امامت شریعت افضل تھی اس کے نام سے یاد کیا جاتا تھا، اور ان میں امر بالمعروف بنی اللہ حدیث بھی کہا گیا ہے۔

"تذریع تاریخ ابن مساکر" (۳۶۸) میں مرقوم ہے کہ عبداللہ بن امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ محدث بنی کی ایک جماعت کا نام انجیل انصاف بن عبدی حدیث حدیث میں حاضری ہوتی تو انہوں نے فرمایا کہ تم فقہ حاصل نہیں کرتے؟ کیا تمہارے درمیان کوئی فقیہ نہیں؟ اور انہیں ڈانٹنے لگے، اس پر محدثین کی جماعت نے کہا کہ ایک شخص

ہمارے اندر غصہ ہے، کہا کون ہے؟ عرض کیا گیا: اچھی آتے ہیں، اسی میں میرے والد (امجدی منیل) شریف لائے، لوگوں نے کہا: سچی وہ شخص ہے اور عاصم نے ان کی طرف اشارہ کر دیکھا اور ان سے کہا کہ: آگے آ جا، عرض کیا کہ میں لوگوں کی گرد میں پھانگتا چلتا تھا، میرا تہ اوہ عاصم ہر مانے لگے کہ یہ ان کے قلعہ ہونے کا ثبوت ہے، پھر فرمایا کہ ان کے لیے جگہ جاؤ، لوگوں نے دوسرا دھڑک دھڑک کر ان کے لیے جگہ بتائی اور ان کو وہ عاصم کے سامنے بٹھار دیا، اور عاصم نے ان سے ایک مسئلہ پوچھا۔ انہوں نے اس کا جواب دیا پھر دوسرا اور تیسرا مسئلہ دریافت کیا تا کہ جواب دیا پھر چار کی مسائل پوچھے ان کا جواب دیا تو وہ عاصم ان کے جوابات سے بہت خوش ہوئے۔

آپ نے دیکھا محدث اور عاصم کی اپنے مجلس کے شرکا کو سنت کی بھجور بھجور کی طرف ترقیب دینا اور توجہ کرنا اور اس وصف عقد کے حامل کے ساتھ ان کے اکرام کا معاملہ "الحمد لله" اصل " (ص ۳۳۸) میں اور عاصم کا یہ قول منقول ہے: حدیث میں ہمارا دوسرا رادی (الغیر روایت یعنی ہدون عقد کے متزل یعنی بخس اور گروہ ہے۔

امام بیہقی کی "مادی": (ج ۲ ص ۳۹۸) میں لکھا ہے کہ حدیث میں نے فرمایا ہے: محدث الغیر عقد کے لیے نہ اور اطراف ہے جو طریب نہیں، اس کی دکان میں دوا کی ہیں، لیکن وہ نہیں جانتا کہ یہ کسی مرض کا علاج ہیں اور بغیر حدیث کے قلعہ کی مثال ایسے طبیب کی ہے جس کو یہ علم تو ہے کہ کھان مرض کی دواں دواں ہے لیکن اس کے پاس دوا کی نہیں تو علاج کیسے کریں؟

یہاں تک کہ اسباب حدیث سے متعلق اختلاف فقہاء میں سے ایک سبب کا بیان مضمون ہوا، اب ہم دوسرے سبب کو بیان کرتے ہیں۔

## دوسرا سبب فہم حدیث کے اختلاف کے بیان میں

فقہاء کا فہم حدیث میں اختلاف، دواہوں کے سبب سے وجود میں آتا ہے:

۱- حدیث میں غور کرنے والوں کے عداک اور عقلی ملا جلیوں کا تفاوت۔

۲- فقہ حدیث میں ایک سے زیادہ عقلی مسائل۔

پہلی بات حدیث کی تحقیق کرنے والوں کے طابع اور مزاج کا اختلاف ہے اس میں کسی عقلمند کے لیے شک کی گنجائش نہیں، کیوں کہ انسانوں کی عقلیں ایک جیسے ہی نہیں ہوتیں، بلکہ ہر شخص کی قوت، فائدہ دوسرے سے مختلف اور متفاوت ہوتی ہے، اسی طرح معلومات میں اور جن چیزوں کو دیکھا سمجھا جاتا ہے اس میں ہر شخص کا تجربہ اور سوچ مختلف ہوتی ہے، یہ تفاوت بھی عقلی اور فطری ہوتی ہے اور یہی سبب اور اختلاف کے اختلاف ہے اور محضوں میں فرق ہوتا ہے۔

تفاوت تہذیب کی، حکومتی اور ملوں اور سطریح کے اعتبار سے اور بھی محاسن کے اختلاف اور ان کے اقوال کی حس اختلاف سے عیب کیا جاتا ہے، اختلاف دیگران کے دماغوں کو جو چیزیں متاثر کرتی ہیں اور انسان جس عمل کو ذہنی طور پر لے اور اپنی صحیفہ کے لیے اختیار کرتا ہے مثلاً کوئی قنار کے عہد سے پرانا ہے تو مقدمات اور اختتام کی کثرت سے اس کو لوگوں کے اعمال ان کے عقول اور طرح طرح کی پانچاڑیوں کا تجربہ حاصل ہوتا، یہ کسی تاجر کا لیکن دین کے معاملات میں لوگوں کے عادات و اطوار کی معرفت جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ



علیہ سے دریافت کیا گیا (مطبوعہ: انجیل ص ۹-۱۰) کہ میں اس انسانی عقل کے بارے میں بتائیے جس کو لے کر انسان اس دنیا میں آتا ہے؟ امام شافعی رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا: میں، وہ لوگوں کی صحبت اور مجالس سے انکسارت ہے اور لوگوں سے بحث و مباحثہ سے اپنی عقلی صلاحیت کو روشن چیز اور بھل کرنا ہے۔ جو بھی یوں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس صلاحیت کے پھلانے کے تمام اسباب مہیا کر دیتے ہیں، تو وہ فاضل اور عقل کو اس کی فطرت اور حارج کا حصہ بنا دیا جاتا ہے۔ ایسا کہ اس میں حق نظر کا شعور۔

اللَّهُمَّ عَلِيٌّ بَطْنُ لَكَ فَطَّرَ بَنِي كَعْبٍ قَد رَأَيْتُ قَد رَأَيْتُ مَسْعُومًا يَدِينُ وَهَيْبًا ۝ ۱۳۸  
ذکر اور بیخیز ذہن کا مالک جو اپنے حق میں اور عیال سے تم کو کوئی بات کہے، دو بچوں واقعہ کے مطابق لکھتی ہے کہ وہ اس حقیقت کو دیکھ اور سن رہا ہے، ایسا ہی شعرا میں امرؤی کا ہے:

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي بَوَّأَنِي دَارَهُ ۝ أَجْزَأُ الْأَمْرِ مِنْ وَرْدِ الْمَغِيبِ  
ہوشیار اور درویش آنی کی بجلی مارے جو کسی کے بارے میں غائب کرنا ہے وہ پردہ ہٹنے پر حرف آ کر خاک اور آہٹیا کر لیتی ہے۔ (المصنوع لابی احمد العسكري: ص ۱۶۲)

لیکن اہانت اور فطانت کے ہوتے ہوئے اگر ظاہری سبب بھی اللہ تعالیٰ ان کے لیے مصلحت قرار دے تو ان کی قوم، قوم و ملاک اور بد مذہبانی ہے اور اس کی مثالیں قدم و بد مذہبوں تو انہوں میں کثرت سے ملتا ہے۔ کی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اسلام اور اس امت کے تمام اسلام کو ہدایت و استقامت کی صلاحیتوں اور اسباب کسب کی فراہمی سے پروردگار میں قرار دیا ہے، لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ سب کی طبیعت استعداد مساوی اور ایک ہی معیار کی ہو، بلکہ اس میں تعلیم و ثقافت پایا جاتا ہے، اور اس ثقافت کے سبب اختلاف پیدا ہوتا ہے، اور ایک دوسرے پر غفلت تو انہیں تعلیم اسلام میں بھی ہے کہ اہل اللہ تعالیٰ (وہ لکھتے: حُرُوفُ فَطْرَتِهِ) الامام شافعی رحمہ اللہ علیہ نے "المرسلۃ" کے اوائل میں سخن کے بارے میں علماء کے قول کا تذکرہ کیا ہے اور جو ہم نے لکھا ہے اس کی توثیق و تخریج کا سامان مہیا کیا، مگر کیا "مرسلۃ" جو حدیث و روایت میں دیکھا جاتا ہے انہوں نے مثلاً کو پرکھا اور محفوظ کیا، اس میں ان کے

روایات مختلف اور تلاوت ہیں، اس موضوع پر میں چند مثالوں اور حواشی سے روشنی افروز کروں گا۔ ایک دن امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ انہیں کے پاس حاضر تھے، جو تین ہیں اور قرآن اور حدیث میں مشہور امام ہیں، امام ابو حنیفہ سے ایک مسئلہ دریافت کیا گیا کہ اس فلاں اور فلاں مسئلہ میں آپ کیا کہتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ میں اس میں ایسا اور ایسا کہتا ہوں، امام انہیں سے کہا کہ اس کی دلیل کہاں سے ملی؟ ابو حنیفہ نے ارشاد فرمایا کہ آپ نے ہم سے ابو صالح کی سند سے ابو ہریرہ اور ابو داؤد سے انہوں نے عبد اللہ بن مسعود اور ابو یاس سے اور انہوں نے ابو مسعود انصاری سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں دل علی حشر کما لا عقل امر عبدہ "جو کسی نے کلام کا کام کسی کو بتائے تو بتائے والے کو اس پر عمل کرنے والے جیسا اجر ملے گا، اور آپ نے ابو صالح کی روایت سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت سنائی ہے کہ حضور ﷺ سے کسی آدمی نے دریافت کیا کہ میں اپنے گھر میں لڑائی ہوتا ہوں، ایک آدمی گھر میں داخل ہوتا ہے کہ یہ بات مجھے بھی لگتی ہے، یعنی کہ وہ اصل ہونے والا جب مجھے اس حالت مبارک میں پایا ہے تو میرے دل کو یہ بات الجھتی لگتی ہے، صحابی کو طرحی گئی کہ کیا چاہا، معنی کرنا کہیں، یا میں تو اہل نہیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے لیے دو ثواب ہیں: ایک ثواب چھپ کر پڑھنا، دوسرا ثواب اس عمل کے دوسروں پر ظاہر ہو جانے کا، اور آپ نے ہم سے روایت کی اور انہوں نے انہیں سے اور وہ حضرت حذیفہ سے روایت کرتے ہیں جو حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ اور آپ نے ہم سے روایت کیا ان کی اور صالح سے انہوں نے حضرت ابو ہریرہ سے سرفراہ یعنی بدلتی بدلتی اور بدلتی بدلتی حضور ﷺ سے روایت کی۔ اور پھر آپ نے ہم سے روایت بیان کی ابو ہریرہ سے، جو چاہے رضی اللہ عنہ حذیفہ سے سرفراہ روایت کرتے ہیں، جو چاہے ارشاد ہے، جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سرفراہ روایت کرتے ہیں۔ امام انہیں پکارا مجھے کاشی سے حیرے لیے، انہوں روایات کو کہیں نے سو دنوں میں تم سے بیان کیا، دو تم نے چند لوگوں میں بیان کر دیں، میں نہیں جانتا تھا کہ تم ان اصحاب سے کے مطابق عمل کر رہے ہو، اے جماعت تمہارا تم انہما، ابو (علیہ السلام) اور ہم تو وہ



گزرے ہیں) کے حالات میں محمد بن سنان سے نقل کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ ابھی بن ابی ہار سے ساتھ نماز پڑھتے تھے، یعنی اس مسجد میں جس میں امام محمد بن حسن شیبانی نماز پڑھتے تھے، اور وہ بن ابی ہار کی مجلس متقدمہ تھی، پھر میں ان کو امام محمد کی مجلس میں شرکت کی دعوت دیتا تو ابھی بن ابی ہار کہتے: یہ لوگ حدیث کی حفاظت کرتے ہیں، اور میں بن ابی ہار حدیث کے بڑے اچھے حافظ تھے، ایک دن انہوں نے ہمارے ساتھ صبح کی نماز پڑھی اور اس دن مجلس فقہ کی پوری تھی میں ان سے الگ نہ ہوا یہاں تک کہ مجلس میں شریک ہو سکے، جب امام محمد فارغ ہوئے تو ان کے قریب جا کر میں نے ان سے عرض کیا کہ یہ آپ کے بھتیجے ابان بن صدقہ کا چچ ہیں، ان کو حدیث کی معرفت حاصل ہے، اور یہ بڑی ذہانت کے مالک ہیں، اور آپ میں ان کو آپ کی مجلس کی دعوت دیتا ہوں تو انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم حدیث کی حفاظت کرتے ہیں۔

امام محمد ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اسے میرے بیٹے! ہمارے اہل حدیث کا جو حق ملے دیکھی کہ حدیث سے حفاظت کا اہتمام کیا؟ ہمارے خلاف کسی گواہی اس وقت تک نہ دیا جب تک خود ہم سے من درو، اس دن ابھی بن ابی ہار نے حدیث کے ۳۵ باب آپ کے بارے میں ان سے سوالات کیے، اور امام محمد ان کو جواب دیتے رہے اور وہ امام حدیث جو منور تھیں ان کی کثرت بھی فرماتے رہے، اور اس پر دلائل اور شواہد بیان کرتے رہے، جب ہم غلط تو ابھی بن ابی ہار نے مجھے جواب کرتے ہوئے کہا: میرے دو مہمان اور خود کے دو مہمان ایک پردہ تھا وہ مہمان سے اچھا کیا ہے، میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ انہوں نے اتنی بڑی باتیں اور تک میں ایسا نہیں بھی ہو سکتا ہے، جن کو اللہ تعالیٰ لوگوں پر نماز فرمائیں گے، اور پھر تو امام محمد کی مجلس اپنے لوہے لادیم کر لی اور ان سے نقد حاصل کی، پانچ اہل ان کا شمار تھا، میں ہونے لگا، اور ان تمام مرد اپنا دستے جس بات پر متفق ہوئے اور اسے اہل کیا گیا ہے وہ اتنا واضح ہے کہ اس کے بیان کی حاضرت نہیں، ابلیس آخری قصہ میں اختلاف کے ایک اور سبب کی بھی دلیل پائی جاتی ہے جو آ کے چل کر بیان ہوگی یعنی حدیث کے بارے میں

وہی حدیثوں کے خلاف سے بھی اختلاف ہو جاتا ہے۔

اب امام محمد کا بیان ہوگا جس میں حدیث کے ہمہ کی وجہ سے ائمہ کے دو مہمان اختلاف کے سبب پر دشمنی ذاتی بنی ہے، اختلاف حدیث میں کئی اختلاف معانی کا احتمال ہوتا ہے، حدیث کے فہم کے سبب اختلاف واقع ہوا ہے، اور اس کا مشابہ بھی کیا گیا ہے، اپنے مختلف مذاہم میں اختلاف واقع ہوا ہے، گنگ ہونے کا دوسرا معنی بدل کرنا ہے۔

- ۱- یہ مضموم حدیث سے لیا گیا ہے، وہ عربی قواعد کے مطابق ہو اور اس کے خلاف نہ ہو۔
- ۲- اس معنی کے اختیار کرنے میں کسی تلفظ یا تصحف سے کام نہ لیا جائے، تصحف فی القول کے معنی ہیں یہ راہ روی کرنا، ایسے معنی لینا جس پر روایت واضح نہ ہو، تصحف الاسماء کے معنی لغت میں ہے سچے کچھے کی چیز کو اختیار کرنا تصحف من الطرق کے معنی سے ہٹ جانا، اور تلفظ الامر خلاف حاضرت اور مشکل کام کو برداشت کرنا۔
- ۳- وہ معنی لیا ہو جس کا دوسرے احکام سے ٹکراؤ نہ ہو، دوسرے قعود میں ثابت اور مسلم ہیں۔

میں (مؤلف) ان شرطوں کو خرچ و ضاعت سے بیان کروں گا اور جن اختلاف کے سبب اختلاف کی ہم بحث کر رہے ہیں ان کی تعلیم طبعی حیثیت ایسی نہیں کہ وہ کسی وقت بھی ان ملاحظات سے قائل رہے ہوں یہ وضاحت ان کے لیے نہیں بلکہ ان تاجروں جنوں کے لیے اختلاف ایسی وجہ بات بیان کرتا ہے، جو اسباب اختلاف سے واقف ہیں۔

اور امام مالک کے شاگرد بیان یہ بات ہے کہ کس کے احتمال کا حامل معلوم کرنا ان کے نزدیک اس معنی سے بہت اہم ہے کہ وہ ان قرآن کی بحث پر توجہ دیں، جس کے سبب وہ معانی مختلف ہیں، سے ایک کو دوسرے معنی پر ترجیح حاصل ہو۔

اور اس حالت کی مثال کی ساتھ وضاحت میں کوئی حرج نہیں کہ حامل احتمال جس کی اہمیت معنی سے بڑھ کر ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں آتا ہے کہ "الحدیث اہل ان والحدیث مالم یصرقا" علماء نے اس حدیث میں افرقی کے معنی میں اختلاف کیا ہے کہ آ

تفرقی سے مراد تفرق بالادیان ہے یعنی بائع اور مشتری کو عقد کے مطیع اور معتمد کرنے اور اس کے قرضے دونوں باتوں میں اختیار ہوگا۔ جب تک مجلس عقد قائم ہے؟ یا مجلس کی جگہ میں دونوں موجود ہیں؟ اور اگر ایک ان میں سے مجلس عقد سے قیودی دور چلا جائے، اور مجلس سے الگ ہو جائے تو عقد دونوں کے لیے لازم ہو جاتا ہے۔ مگر کسی ایک کے لیے دوسرے کی مرضی کے بغیر عقد قرضے کا اختیار باقی نہیں رہتا اور یہی قول امام شافعی اور دوسرے فقہاء رضی اللہ عنہم نے اختیار کیا ہے اور اگر تفرق سے مراد تفرق بالاقوال ہے کہ دونوں بائع اور مشتری کو عقد کے لازم کرنے اور قرضے کا اختیار ہوگا، جب تک مطوعین کے بارے میں بات ہو رہی ہے، یعنی ایک بیچنے کو تیار ہے اور دوسرے نے اسکی قبول نہیں کیا، تو عقد لازم نہیں ہوتا، اور اگر دوسرے نے انکباب کے ساتھ قول کو طامی، جواب اختیار ختم ہوا اور عقد لازم ہو گیا، اب دوسرے کی مرضی سے اقرار یعنی صحیح تو ہو سکتا ہے۔ دوسرے کے مرضی کے بغیر عقد کو قرضائیں پاسکتا یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا اور دیگر کا قول ہے، اور طریقے کے اپنے اپنے دلائل ہیں، جن میں سے بعض کو پیش کرتا ہوں، اور میرا عقیدہ یہ بیان کرتا ہے کہ اشکلاف کا اختصار سے ایک سبب یہ صورت ہے کہ پہلو کی ہے اور میرا عقیدہ طریقین کے دلائل دے کر کسی ایک مذہب کو دوسرے پر ترجیح دینا ہرگز نہیں کہ یہ مقام ہم سب میں کا ہرگز نہیں، امام شافعی رحمہ اللہ اور ان کے ہم خیال فقہاء نے اپنے قول کے سچے ہونے پر اس سے استدلال کیا، اور نظر یعنی حصول اور قیام سے بھی انش جس کو اس سے تعبیر کیا گیا ہے اس سے مراد وہی کا ضل ہے، یعنی حدیث کے دروی سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ جب وہ کسی کو بیچ خریدے تھے تو ان سے چند قرضہ دور چلے جاتے تھے، اور پھر اگر ان کو ضرورت ہوتی تو وہیں ہی جگہ خرید لے آتے تھے، اور غایب بات ہے کہ وہ دروی حدیث کے قائم اس روایت کے بارے میں نہیں، جس کو وہ خود روایت کرتے ہیں، دوسرے کے قائم کے متعلق میں سچے سچ حق کے حصول میں زیادہ مؤثر اور اقرب الی الاصول ہوتا ہے، اور عقلی دلیل یہی ہے کہ بائع اور مشتری کو جدا ہونے تک اختیار ہے، اور اصل تو

بیعہ عقدین میں بھی ہے کہ وہ جدا جدا ہوتے ہیں مثلاً بیچنے والا اپنی دکان میں اور خریدنے والا اپنے گھر میں ہوتا ہے اور وہ بائع کے پاس آتا ہے، اور دونوں ایک جگہ اکٹھے اور بیع ہو جاتے ہیں، اور پھر وہ طریقہ فروخت کا حامل کرتے ہیں، پھر ہر ایک اپنی جگہ لوٹ جاتا ہے، اور بھی ایک دوسرے سے التفرق اور جدا کی کہلاتی ہے، تو حضور ﷺ مالم بعد قیام ان کی اصلی حالت کی طرف لوٹا مراد لے رہے ہیں، اور اصلی حالت میں ان میں سے ہر ایک اپنے مکان اور مقام پر ہوتا ہے، واللہ اعلم

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے بھی عقلی دلائل پیش کیے ہیں، اثر یعنی عقلی روایت قرآن ہے، ﴿وَلَدَلُّهَا فَلْيَنْتَبِهُوا لَا تَخْلُقُوا فَنَزَعْتُمْ مِنْكُمْ دَلِيلًا وَلَا تَنْتَبِهُوا﴾ یعنی عقلی روایت

قرآن: اے ایمان والو! مت کھانا آجکیں میں اپنے اسوال باطل اور غلط طریقے سے مگر یہ کہادت کے اور یہ عن تراجم حکیم یعنی ایک دوسرے کی رضا مندی سے ہو، اس آیت سے معلوم ہوا کہ قیام عقد میں قراضی اور بائعی رضا مندی اصل ہے، اور اس رضا مندی کی دلیل انکباب اور قبول ہے، اور جب انکباب و قبول ہو گیا تو عقد بھی قائم اور لازم ہوا، اگرچہ مجلس عقد میں دونوں موجود ہوں اور تمام بعد قیام کے دوسرے اپنے عقلی لینا بھرے جس کا کسی آیت سے تضاد نہ رہے، اور اس کی توجیہ یہ ہے کہ تمام بغیر قیام و لہذا یعنی جب تک ان کے اقوال میں تفرق واقع نہ ہوں گے کے لیے علیحدہ بات ہے، اور جب انکباب اور قبول دونوں واقع ہو تو اب تفرق واقع ہو گیا اب طیارہ نہیں رہا اور بہت سی خصوص شریعہ میں تفرق سے تفرق، بالاقوال مراد لیا گیا ہے، یہاں تفرق بالادیان مراد ہوئی جس کا، ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا هَذِهِ السُّبُلَ﴾ اور سب اللہ کی رہی کو مضبوط بکڑو، اور انکباب لگے گھر میں مضبوط اور قیام سے جدا نہ ہوئے، یعنی اشکلاف قول میں کہ مراد ہے۔

نور الحق دیکھ کر مثال اس قصہ میں ہے جو ان مہاجرین نے "الاقتصاد" مطبعہ ۱۳۳۹ میں اور "الحدود" طبع ۱۳۴۰ء میں بھی ہے، ساتھ وہ مہاجرین نے سفیان بن عیینہ سے روایت کی ہے کہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ حدیث کے لیے مثالیں پیش کرتے تھے، اور پھر اپنے علم سے ان کو رد کر دیتے تھے۔ دلائل یہ مثالیں سفیان بن عیینہ کا ابتدائی زمانے میں تھا، بعد میں ان کی دامن امام ابو حنیفہ کے ہاتھ میں بہت بکھر ہوئی اور اس کی دلیل (صورہ) فقہ ۹ جلد ۹ صفحہ ۲۶۹ میں بشر بن الولید کہتی ہے۔ جو امام ابو حنیفہ کے حلقہ میں سے ہیں۔ کے قول سے ملتی ہے، بشر کہتے ہیں کہ ہم سفیان بن عیینہ کی مجلس میں بیٹھتے تھے، جب کہ فی حنفیہ مسئلہ آقا درویش رفت کرتے کہ کیا یہاں ابو حنیفہ کے اصحاب میں سے کوئی ہے؟ تو انہیں جواب دیا کہ ہاں، بشر موجود ہیں، تو فرماتے کہ اس مسئلہ کا جواب وہ میں اس کا جواب دیتا جس کو میں کر رہا اور شاہ فرماتے، فقہاء کی بات تسلیم کرنے میں ہی دین کی سلاحتی ہے۔

فرض جو واقعہ آگے آیا ہے وہ ابتداء کا ہے، ان عیینہ نے کہا کہ میں نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے حدیث بیان کی "اباہان، اباہار، مامہ، بصرہ" تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرماتے تھے کہ اگر داغ اور شہر کی کسی گلی میں سفر کرے ہوں تو تفریق بلا دہان کہیے داغ ہوگا تو سفیان پر بیان ہو کر کہنے لگے کہ کیا اس سے بھی زیادہ شریک بات کسی قسم نے سنی ہے؟ تو امام ابو حنیفہ کا یہ جواب اچھا ہی مسکت ہے۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ اگر تفریق سے مراد تفریق بلا دہان کیا جائے تو ایسے حالات پیش آ سکتے ہیں جس میں آدمی اجسام و ابدان کے لحاظ سے ایک دوسرے سے جدا ہو ہی نہیں سکتے اور وہ یہ صورت ہو سکتی ہے کہ دونوں کسی دریا کے کنارے کسی گلی میں سفر کر رہے ہوں تو ایک دوسرے سے جدا ہی ہو دوری کی کیا صورت ہوگی؟ لازمی طور پر اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ جب تک کشتی میں وہ بیٹھے رہیں گے جس وقت تاخیر رہے، اور یہ تو کئی دن تک بھی ممکن ہے، جب یہ مثال سفیان بن عیینہ کی مجلس میں دلائل کے خلاف بیان کیے گئے تو امام ابو حنیفہ حدیث کا تالہ چھل سے کر رہے ہیں، جب کہ

ایسا ہرگز نہیں، اور یہ مثال جس طرح اس قصہ کی ہو سکتی جس میں دو معانی ممکن کا احتمال ہو اس بات کی مثال بھی نہیں نکلتی ہے کہ اگر میں اشکاف کی ایک جہان کی باغری اور عقلی قوتوں کا تبادلات بھی قائم تھا، ماحول

ابن مہاجر نے "الاقتصاد" میں صفحہ ۱۳۶ میں لکھا ہے کہ

"مجلس میں مولیٰ مسجد کی جہان تھکا حدیث میں لکھا ہوتا ہے، جنہوں نے امام

ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کو پکارا، ان سے سوال کیا گیا کہ تم میں لوگوں کے ہاتھ میں کیا

خیال کرتے اور امام ابو حنیفہ نے اعتراضات کرتے ہیں تو جواب میں دہا لیا کہ امام

صاحب ان کے سامنے اپنے مسائل ذکر کرتے تھے، ان کو رد دیکھتے تھے، اور ایسے دینی علمی

مسائل بھی بیان کرتے تھے جن کے علم سے باخبر ہوتے تھے، اور ان کی کچھ حدیث

تھے، جب ان کے لیے علم میں سے کچھ بھی دیکھتے تو ان سے حدیث کرنے لگتے۔

اور کا حدیث کے علم میں اختلاف پر حیرت چاکلیں دے کر موعود کو طول دینے کے

بجائے میں ایک انتہائی اہم بات کا کہیں کے علم میں لانا چاہتا ہوں، اور وہ یہ کہ حکام شرعیہ

جو کتاب و سنت سے مسجد کیے گئے، یہ دین کے اجزاء ہیں، وہ دین اسلام جو قرآن و سنت

کی طرف منسوب ہے اور کتاب و سنت سے تعلق اور اپنی ہرگز نہیں، تو جیسا کہ اسلام کے

لئے قرآن و سنت دونوں بنیادی مصادر ہیں اور مآخذ کی حقیقت مسلمہ طور پر دیکھتے ہیں مادی

طریق جو فقہی مسائل کتاب و سنت سے ملائے مسجد میں اور فقہاء نے مسجد کیے وہ بھی وہی

قرآن و سنت کے تعلق میں سے ہیں، انہیں کوئی سے الگ سمجھنا ہرگز جائز نہیں۔

امام کاظمی رحمہ اللہ نے "الاقان" (جلد ۲-۲۳-۲۵) میں فرمایا کہ ۶۵ میں احول

بند حدیث من القرآن میں فرمایا

"امام کاظمی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جو حکامت نکلتی ہے، وہ حدیث کا شرع ہے اور

حدیث ساری کی ساری قرآن کی شرع ہے، لہذا یہ بھی اور شاہ فرمایا کہ دین کے ہاتھ میں یہ

بھی مسئلہ کی کوئی آیت ہے، اس کا اصل اور دلیل حدیث کی کتاب میں ماضیاتی اور چاہے کے

ظہورِ مذکور ہے اور یہ بات مسلم اور معلوم ہے کہ ہدایت کی راہ کے قصی اور معلوم کرنے کا  
استنباط کے سوا اور کوئی راستہ نہیں تو چراغِ استنباط اور گاہِ یقین جو سماں اس عظیم مصدر سے  
نکلے پائیں گے، وہ محدث مددِ یقین قرآن ہی کے ساتھ تالیفِ حقہ کر رہی گے، بشرطیکہ  
استنباط کی اور داغِ طور پر نکالے۔

اور امامِ شافعی رحمہ اللہ نے "سوانح" (۳-۱۰۰) میں اس مسئلہ کو مثال کے ذریعہ  
داخل فرمایا ہے، مندرجہ میں جو تحریر بھی اختیار کی گئی ہے وہی قرآن کی مراد ہے، گو یہ کہ قرآن  
کے احکام کے معانی و مطالب کے لیے مندرجہ اصول شرع و تفسیر کے ہے اور اس کی دلیل  
قرآن کریم کی ہے اے ہے "تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مَا تَوَكَّلْ بِشَيْءٍ مِّنْهُ يَكُونَ لَكَ طَرَفٌ مِّنْهُ لِيُثَبِّتَ  
لَكَ مَا هُوَ عَلَيْكَ" آپ ہی اس کو بیان فرمائیں گے، جب قرآن کی آیات "تَنْزِيلُ الْكِتَابِ" و "لِيُثَبِّتَ  
لَكَ مَا هُوَ عَلَيْكَ" کہ چند مراد اور مراد کے ہاتھ کا ثبوت اور حدیث میں آگیا کہ ہاتھ  
بھونکی سے کاٹا جائے گا، اور نصابِ چوٹی کا جو حدیث میں بیان ہوا، اسی مقدار کے ثبوت  
کے بعد ہی ہاتھ کا کاٹنا جائے گا تو کیا آیت کی مراد ہے، یہ تو کہا جائے گا کہ چنانچہ مندرجہ  
ثابت ہونے اور قرآن سے ثابت نہیں ہونے، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی فریضہ تھا،  
"مَا تَوَكَّلْ بِشَيْءٍ" کی تحریرِ امت کے سامنے پیش کریں کہ قرآن کیا بنا ہے؟ مثال کے  
طور پر امامِ بالغہ یا ان کے علاوہ اور کوئی امام یا محدث، یا مفسرین میں سے کوئی مفسر ہمارے  
سامنے کسی آیت کا یا حدیث کا معنی بیان کرے اور ہم اس کے صحیح پر عمل کر لیں تو یہ کیا  
دوست نہ ہوگا کہ ہم نے ہمارے مفسر کے قول پر عمل کیا؟ بلکہ ہمیں یوں کہنا چاہیے کہ ہم نے اپنے  
اور رسول کے کہنے پر عمل کیا۔

فقہائے مصر کے سر مشی "شیخ محمد حنفی" نے ایک رسالہ تصنیف فرمایا، جس کا  
نام ہے "أَحْسَنُ الْكَلَامِ فِيمَا يَتَّبَعُ بِالسُّنَّةِ وَالْهَدْيَةِ مِنَ الْأَحْكَامِ" اس میں لایا ہے  
میں (۲۳) فرماتے ہیں:

"اور بعد شرع، لیکن قرآن و سنت و اجماع اور قیاس سے نکالے ہوئے تمام احکام،

مردود ہوں یا صحیح ہو یہ اجتہاد سے نکالے گئے ہوں تو یہی اللہ کا حکم اور اس کی شریعت ہے اور  
یہ طریق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے، جس کی اتباع کا ہمیں حکم دیا گیا ہے، کیوں کہ ہرگز مجتہد کی  
راہ جس کا اللہ ان چار مذکورہ اہل میں سے کوئی ایک ہو، وہ اس کے حق میں بھی اور جو اس کی  
تقدیر کرے اس کے حق میں بھی اللہ کی شریعت ہے، اور اس بات پر تصور ہے سے حال اور طور  
و فکر کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول "الاعتقاد ہے جس کو امام بخاری رحمہ اللہ کی بخاری  
میں محدود کیا کر کرتے ہیں وہاں واضح میں سے کتابِ اعظم (۲-۱۰۰) میں بابِ حاکم کرتے  
ہیں "باب من سئل عن العلم علم کے کہنے کے باب میں اور اپنی سند سے حدیث کرتے ہیں وہ  
علم ہے، اور فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حدیث نہایت کیا؟ آپ کے  
پاس کوئی کتاب ہے؟ فرمایا نہیں، ہمارے اللہ کی کتاب کے بارہم اور کچھ جو ایک مسلمان کوئی  
گئی ہے اور یاد دیکھو جو اس "صحیفہ" میں ہے (لیکن کچھ جود اپنی فکر کے جام میں دیکھتے تھے،  
جس میں مقدارِ مذکورہ اہل و سنت کے احکام بھی تھے)

اور کتاب الامارۃ (ج ۲-۴) میں ابنِ حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہم سے  
مردود ہوا، استنباط اور تامل ہے، اور ماہرینِ فکر نے صحیح الہدای میں لکھا کہ مرادِ علم سے وہ  
ہائیں ہیں جو کتابِ اللہ پر حدیث کی رو سے یاد دہی گئیں مثلاً قصور کلمات و غیرہ اور علم  
سے مراد کوئی تحریر نہیں ہے، امام شافعی رحمہ اللہ صوانح (جلد ۲-۲۳۳-۲۳۵) میں  
فرماتے ہیں کہ حقیقتِ امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام  
مقام اور نام کی حقیقت یہ کہتے ہیں اور اس پر بعد ہوا امور و احکام کرتے ہیں:

اول: شرعی طور پر یوں کہ حدیث میں آتا ہے "أَمَرَ الْعُلَمَاءَ وَرَتَا الْأَشْيَاءَ" علماء  
انہما و کے وارث ہیں۔

دوم: چونکہ احکام کے پہلے میں علماء ہی پہلے کی بات کا طریقہ نام ہے۔  
صوم: چونکہ حقیقت ایک اعتبار سے شارع کی حقیقت بھی دیکھتا ہے، کیوں کہ شریعت کے  
جو احکام وہ مردود ایک پہلچا ہے، تو صاحبِ شرع سے متحمل ہو گیا اس متحمل سے محدث

ہوگا؟ پہلی قسم میں قرآن و سنن پہ اور دوسری قسم کے احکام میں وہ احکام کی تہذیب اور انکار میں نبی ﷺ کا قائم مقام اور داعی ہے، اور انسانی احکام شارع کا منصب ہے، جب مجتہد اپنی رائے اور اجتہاد کے مطابق اجتہاد کے احکام کی صلاحیت حاصل کر لیتا ہے تو اس اختیار سے وہ خود شارع کے حکم میں ہے اور اس کی اتباع لازم ہو جاتی ہے، اور اس کے قول کے مطابق عمل کرنا بھی واجب ہو جاتا ہے، اور یہی اور حقیقت خلافت ہے، نبی کریم ﷺ کی۔

حاصل حکام یہ کہ مطلق اللہ کے حکم سے اپنے حق خیر خدا ہے، جیسا نبی اور شریعت کو چلانے والا ہے، ایسے ہی احوال سے جو اس نے اپنے اجتہاد سے مستحب کیے جیسے نبی اور خلافت کے دستور کو امت میں نبی کی طرح نافذ کرتا ہے، اسی لیے مفتی ابن کرام کو ایک قول میں اولی الامر قرار دیا گیا ہے، اور بحالت اختلاف حضرت محمد اللہ بن مہارک سے اظہار اسے راضی ہو، جنہوں نے اس معنی میں اصول سے لوگوں کو آگاہ اور مستحب کیا اور جو اہل اہل بیت علیہ السلام علیہ السلام (۲-۱۶) کہ یہ نہ کوئی مسئلہ نہیں کہ یہاں حنفیہ و مالکیہ کے رائے ہے، بلکہ یہاں کوہک جہد و بحث کی گنجیر ہے۔

اسی طرح اس ملبہم کی طرف ابن حزم رحمہ اللہ نے اور بھی اضافت کے ساتھ طرہ وار کیا جیسا کہ علامہ شعرانی کی تصدیق انکری (۱۶۰) میں ہے۔

ابن حزم فرماتے ہیں: جو کوئی مجتہد نہیں کہ اس نے استحباب کیا وہ شریعت کا حصہ ہے، اگرچہ عوام کو اس کی دلیل معلوم نہ ہو اور جس نے اس کا انکار کیا، اس نے دین کو خطا دی، طرف منسوب کیا، جس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ وہ ایسے احکام کو مشروع قرار دے رہے ہیں، جس کا حکم ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوا اور ایسا کہتے آکر رہے۔

مولانا غفر رحمہ اللہ نے اس قول کو نقل کرنے کے بعد تفسیر فرمایا (انجام بالواحد ۵۳) کہ یہ ظاہر یہ کہ قول ہے، جو فاسد کوئی اسے، اور مجتہدین کے ساتھ ان کے ادب کے معاملہ پر اور کچھ جہاد کی شریعت کے مابین ہیں، شاید یہ قول انہوں نے اٹھائی کی تالیف کے بعد کہا ہو "اور ابن حزم کے اس قول" "انہر کہ چاہم کہ اس کی دلیل معلوم نہ ہو"۔ میں عوام

سے مراد وہ نہیں جو عام طور پر ان کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، جو عوام علم نہ ہو، بلکہ یہاں عوام علمائے اصول کی اصطلاح کے مطابق استعمال کیا گیا ہے، جو عوام پر دعائی کے الفاظ پر غیر مجتہد کے لیے استعمال کرتے ہیں، انہیں حزم رحمہ اللہ کی مراد یہ ہے کہ اکثر فقہاء کی فقہی شریعت کا حصہ بنایا جاتا ہے، اور اس پر عمل کرنے کے لیے یہ شرط ہرگز نہیں کہ ہم کو اس کی دلیل بھی معلوم ہو، یا اس کی واقفیت ہم کو حاصل ہو، اس لیے کہ بعض اوقات دلائل اسے دلیل ہوتے ہیں کہ ہماری عقل ان کے اندر اس سے عاجز ہوتی ہیں، یا ہم تک دلائل پہنچے ہی نہیں، یا ہم ان پر مطلع نہیں ہو سکتے، واللہ اعلم

فقہاء کی واقفیت جو اسلام کے اکثر مجتہدین گزرے ہیں حضرت امام ابو حنیفہ ہوں یا امام شافعی، یا امام مالک، یا امام احمد اور امام ابو حنیفہ، یا امام شافعی، یا امام مالک کے بیان کردہ جزا و جزا لاکھوں مسائل اچھے سب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی حقیقت تحریر ہیں اور یہ اسلام میں دہرے کے آئیں اور خطا و مصلحت نے اپنی عقل سے ان کو گمراہ کیا، بلکہ جو مسئلہ گمراہی کیا گیا ہے اس کا نافذ اور مصدر انھیں یقینی کتاب و سنت یا اجماع یا قیاس ہی ہوتا ہے، اور وہ ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ فقہاء ابو حنیفہ یا شافعی ہے، تو اس کا مطلب یہ ہم ابو حنیفہ اور ہم شافعی ہے اور ان کی یہ ہم کتاب اللہ سنت کی ہے، اس لیے کہ اہل عربی میں ہم کے لیے فقہاء استعمال کیا گیا ہے، اور اس موضوع کی مناسبت سے ایک عام لفظ فقہی کا اطلاق انھیں ضروری ہے، جو لوگوں میں بہت تکلیف بنی ہے اور لوگ اس کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے جب کہ وہ ایسی تکلیف عقلی ہے جس کے نو بھانوں پر ایمانی برے اثرات پڑ رہے ہیں، اور وہ یہ کہ اپنی فہم اور اپنے ناقص علم کو لوگوں کے سامنے فقہائیت یا اقلیت والکتاب کے نام سے پیش کرتے ہیں یہ فقہائیت والکتاب ان کی فہم و دانش کا نام ہے، اس لیے کہ جب وہ فقہاء کتاب یا فقہائیت کہتے ہیں تو اس کا مطلب ہے ان دونوں کی سمجھ اور فہم، لیکن اس سمجھ کو عقل کے دلائل کو نہیں ہے، کیا دلائل، بلکہ عام لوگوں کی سمجھ کو قرآن و سنت کی توقیر اور دیا گیا ہے، اور عام لوگوں کے خیال و رائے کو کتاب اور سنت کی رائے قرار دے کر

یہ جتنا نامعلوم ہے کہ ہم لوگوں کے سامنے دین کو اس کے اصلی مرتضیٰ سے بڑا درست بنایا رہے ہیں حقیقت میں ایسے لوگوں کا مشہور لوگوں کو کفر حق اور کفر شافعی سے دور کرنا ہوتا ہے وہ صراحت سے یہ کہتے بکھرتے ہیں کہ اگر کفر اجماعی چاہے ہو یا کفر حق اور شافعی تو ایک شخص اپنے ساتھیوں کو نماز پر جانے کے وقت جب مصطفیٰ کی طرف جاتا تو نماز شروع کرنے سے پہلے سب نمازیوں کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ تم چاہے ہو کہ میں نماز اجماعی یا نماز شافعی اس وقت نماز کی اور کیا کیا مثالیں دی جائیں اور یہ سب کچھ اس وقت ممکن ہو سکا جب کہ حضرات نے اپنی فہم و دانش اور کفر و کفر ان کتاب و حدیث کا اور اور طریقہ اور شافعی و حدیث کی کفر و کفر حق اور شافعی میں نہ دیا اس کو کفر و کفر اور حدیث کی دیکھا یعنی جو کتاب و حدیث کی صحیح فکر اسلامی اور صحیح شرح حق، اس کتاب و حدیث سے کافر دیکھو یا اور لوگوں کے سامنے اپنی فلاح و سعادت تیسراتی پیش کر کے اسے کتاب و حدیث کا حاصل قرار دیا اور حضرات کے دھوکے اور فریب میں آئے وہ ان اہل اسلام سے واقف ہی نہیں جن کی امامت امت میں مسلم ہے وہ ان کی امامت جعفری و دینی و اجماعی و فہم اور اشتباہ کی تعلیم قوتوں سے اس دور میں بھی واقف اور نااہل ہیں جس میں حدیث نبوی علی سامعہ اللہ الخلیفہ و سلام کی روایت حدیث و اشتباہ و افتاد و تحریف و ضبط کتاب و قرأت ہر لحاظ سے اس کی معرفت شرعی و فہم میں پھنس گئی ہے۔

ایسا زور و طعن ماحول و علوم اسلامیہ کے تمام گوشہ ہائے ظاہر و باطن، فنی و دینی کے ساتھ ہر جانب کو کھدایا، اس زمانے میں ملوث اور نااہل ہے اور اورت یہاں تک پہنچی ہے کہ ایک شخص دہلی تو احتجاج کرتا ہے لیکن اس کو صحیح عربی میں اپنے مافی الضمیر کی تصویر پر جان کے لحاظ سے مذمت ہے اور اگر وہ کثرت سے ہی وہ کتاب و حدیث کی شرح کر سکتا ہے اس کی جہالت کی احتجاج کا انداز اس بات سے لگا ہوا سکتا ہے کہ قاتل و قاتل میں واطہ تعالیٰ کی عبادت کی کھانا ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے ایسے ملامت استعمال کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی شان کے شایانہ تو کیا ہوں گے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کی شان کے خلاف اور اس کی شخصیت

پر دلالت کرتے ہیں۔ علم اور شرح کے تسلیم کے اعتبار کے لیے وہ کہتا ہے، البعض طحاوی اس جہالت سے یہ سمجھ کر اللہ تعالیٰ کو کون پہانے گا؟ اور کس چیز سے بچائے گا؟ مختلف نبی کی عصمت تو کہا ہوں سے ہوئی ہے وہی طرح فرشتوں کی عصمت ثابت ہے مگر اللہ تعالیٰ کے لیے عصمت کو ثابت کرنے سے بدی جہالت اور کیا ہوگی؟ اور کیا اللہ تعالیٰ کے لیے اس حدیث کو کسی شخص سے ثابت کیا جا سکتا ہے؟ اگر کہہ سکتے ہوں تو اس کے معنی نہیں سمجھتا تو یہ ایک سمیٹ ہے، اور اگر جانتا ہے اور جان نہ بد کر لیا کہتا ہے تو تھوڑے دین سے قتل تھوڑے ایمان کر کے پہلے دینی شریعت داخل ہو، پھر اس کی اصلاح کی فکر بعد میں کرے۔

اختلاف علماء کے اسباب میں سے سبب جاتی پر حکام کو حکم کرنے سے قبل جس چیز میں نے کھینچا اور حق میں تحصیل سے بیان کیا یعنی جو کفر کتاب حدیث و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اصناف امت اور قسما صحیحہ سے ثابت اور مضبوط ہو وہ دین ہے اور ان مسائل و ضبط کو دین سے الگ کرنا یا سمجھنا یا ٹوٹنا، بلکہ وہ دین کا حصہ ہیں، لیکن اس کا بعد سے کچھ اشتباہ کا حال بھی سن لیجئے اور اس اشتباہ کو نام اذنی و حدیث تعالیٰ نے "تو اور اصحاب" کا نام دیا ہے۔ یعنی علماء کے اپنے مشاوارہ اور قول جس کو بعد علماء نے کوئی اہمیت نہیں دی اور حق اس کا اعتبار کیا۔

سنیں کوئی میں امام جعفری نے امام باقری کی طرف اس قول کی نسبت کی ہے کہ من بعد نبی و بعد علیہ السلام من الاسلام جس نے علماء کے اور قول کو اختیار کر لیا وہ اسلام سے نکل گیا۔ اور ابن مبارک نے "ما من بعد علیہ السلام" میں مفسر عالم اور محدث و محدث سلیمان النجفی نے اس قول کو سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

"اگر تو ہر عالم کی اس بات کا اختیار کرے گا جس میں دھت و دھت و دھت کا حکم ہے

تو ہمارے جہاں کا شرع و اسلامی اتحاد برباد ہو جائے گا۔"

اور اس پر ابن مبارک نے جوں اصرار فرمایا:

"اس بات پر اصرار ہے کہ اس میں کسی کے اختلاف کو نہیں جانتا۔"



علامہ کلین دہب مثلی نے "شرح مثل الترقی" (۱-۲۱۰) میں ابراہیم بن ابی سلمہ جو امام مالک کے اساتذہ میں شمار ہوتے ہیں کا یہ قول نقل کیا ہے:

"میں نے علماء کے شمار و قول اختیار کیے ہیں جو عظیم کہہ دیا گیا۔"

اور معاد پر بن مرو کا قول ہے:

"خبردار علم میں شمار و قول سے دور رہو۔"

علامہ زہرہ انکوثری رحمہ اللہ تعالیٰ "زیل تذکرہ المحدثین" (ص: ۱۵۸) میں ابن ابی سلمہ کا قول ان اہل العلم میں بیان کرتے ہیں:

"من تبع حذو العلماء ضل۔" میں نے علماء کے ان مسائل پر عمل کیا جو بڑا

بازو ہیں وہ گمراہ ہو۔"

امام حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی سنن (۱-۲۱۰) میں عراق میں شافعیہ کے امام ابراہیم بن شریح سے روایت کرتے ہیں اور وہ عراق میں مالکیہ کے امام حاضی و ساحل بن اسحاق رحمہما اللہ تعالیٰ سے کہنا:

"میں علیحدہ متفقہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھے نیک کتاب دی جس

کو میں نے پڑھا کسی نے علم کی فیلوں سے تیر میں جو کہ نہیں پہنچا کرتی ہے اس سے کہ

اس کتاب میں شیخ کہہ دیا اور اس کے لیے جو کہہ دیا اگل پڑنے کے لیے مہر کیے ہیں کا بھی ذکر

قد میں نے علیحدہ سے کہا کہ اس کتاب کا مصنف زہری ہے تو علیحدہ نے یہ چما

کہ یہ امام ہیں اس کتاب میں ذکر وہی کیا وہ گنج میں میں نے کہا اٹھا دینے سے

روایت کی گئی تیرا پڑھ ہی دیکھ میں نے یہ کہو کہ ہونے کی حالت میں میں کہا

اس نے جو کہ چاہے میں کہا اور میں نے جو کہ اپنا ذات ہی ہے اس نے کالے ہانے

پہر پہنایا کہ چاہے میں کہا اور کوئی عالم نہیں میں نے کوئی فقیہ دعویٰ اور فقہا جو ان

فقیہوں کے کہے ہو کہ اس کو شیخ کہے اور اس پر عمل کرے اس کا وہی نعم ہو جائے

کا تو علیحدہ نے اس کتاب کو پڑا دینے کا حکم صادر کیا یہ نہیں وہ جانتی تھی۔"

اور امام احمد نے اپنی کتاب "المعلل" میں (۱۳۶/۱) روایت ابو عبد اللہ کا یہ قول کیا ہے:

"میں نے اپنے فقیہوں سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ:

"جو شخص ان تمام باتوں کو شیخ کہے جو روایت میں آئی ہیں اور اس کے مطابق

عمل کرے وہ فاضل کہلائے گا۔"

اور مسودہ (ص: ۱۸۸) میں شیخ ابن حبیہ تلی الدین رحمہ اللہ کے حکام میں ہے کہ:

"میراث میں احمد نے اپنے والد (احمد بن حنفی) سے روایت کیا کہ میں نے شیخ

فقہان کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اگر کوئی شخص ہر شخص پر عمل کرتے ہوئے ہیں

تو اہل حدیث کے سوا کسی اور اہل حدیث سے روایت کرنے کی ضرورت نہیں کہ اہل حدیث کے

روایت کرنا ہے۔"

یہ قول شیخ الفقیہان کا جواب دہان کے بنے ہوئے تھا کہ اس سے پہلے روایت میں گذرا

اور جہاں تک مجھے یاد ہے اسے یہ قول شیخ الفقیہان کا ہی ہے۔

حافظ نے "تعلیص" میں کہا: محمد بن اسحاق نے "مصر سے روایت ہے کہ:

"کوئی شخص اہل حدیث کا قول علیہ اہل حدیث سے نہیں لے سکتا (محدث کے پیچھے

طرف سے نہ ہے) میں نے اس کا حوالہ کیا کہ احمد بن حنبل کو ان کا تحریک تیرا

نظر کے جزیرہ میں شمار کیا۔"

امام حاکم نے "مصری علوم اللہ" (ص: ۱۸) میں امام ابو زہری سے نقل کیا:

"اہل عراق کی پانچ باتیں اہل حدیث کی پانچ باتیں قابل مذکر ہیں۔ ان میں کہ

تعلیل سے ذکر کیا۔"

ابو کراد احمدی "مصری علوم اللہ" (ص: ۱۲۰) میں لکھتے ہیں:

"جو طریقہ کھیل کے بارے میں ہیں دلیل دے گا انکی امام نے غریب کہا جو

علم میں مشہور تھے تو اس سے کہا جائے گا کہ یہ دلیل ہی کی ہے جو علم کو چھوڑ کر اپنی

غیر ہمتی کھیل کی ادراغ سے ان کو کوئی عالم تعلیم کرنے تو اس کا مطلب ہے ہرگز نہیں

کہ تم اس کی عقلی کی بھی ادراج نہ کرو، اس بات سے ہم کو صحیح کیا گیا ہے۔ اور علماء کی عقلیوں کے بارے میں ہم پر یہ خوف ظاہر کیا گیا ہے کہ کہیں یہاں عقلیوں پر بھی عمل نہ ہو، شرعاً نہ کر دیں۔ اور ہر حضرت کمرہ رضی اللہ عنہ کی طرف اس قول کو سہ کے ساتھ منسوب کیا کہ تمہیں چاہیے کہ گمراہ کرنے والی ہیں، گمراہ کر دینے والے علماء اسحاق کا قرآن کی آیات میں جہاں کہہ دے عالم کی عقلی۔

ابراہیم بن اسحاق رضی عنہ علم اور حدیث و فقہ کے بڑے امام گذرے ہیں۔ علامہ سبکی کی "طبقات ابن خلدیہ" (تکبیری) (۱۲۵/۲) میں مذکور ہے کہ: "انہوں نے بعض حنفیوں کے شان و شوہر کا نقل عمل اقوال کو جان کرنے کے بعد فرمایا کہ: اگر کوئی شخص یوں کہے کہ یہ تو اہل علم ہیں، تو اس سے بچنا کہنا چاہئے گا کہ اجزاء چاہلوں کی عقلی دینی اسلام کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتی مگر ایک عالم کی عقلی اسلام کی بنیادوں کو ہلاکتی ہے۔"

اللہ کی قسم انہوں نے سچ کہا اور بھارت فرمائی یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب عالم کی اس عقلی کو جہالت اور حماقت سے صحیح بہت کرنے کے لیے عاجزی پرانی کاروبار لگایا جائے اور اس کے مقابلے میں حق کو غلط یا اہل قرآن دیا جائے اور اگر اس کی بدورت و بدعلاویہ کی طرف سے کی جائے اور اس کو کامل اور غلط ہونے کی وجہ سے اس کا کچھ اعتبار نہ کرتے ہوئے جہالت کے لیے اہل قرآن دیا جائے تو کچھ بھی نقصان نہ ہوگا۔

ابن عبد البر نے "المنازع" (۱۱۲/۲) میں اور طیبی نے "الغلبہ والمقتلہ" (۱۲۵/۲) میں اس شخص کو عبد اللہ بن اسحاق کی طرف منسوب کیا ہے کہ سبکھانے عالم کی عقلی کو کشتی کے ٹوٹنے سے بچنے دینی ہے کہ وہ سبکھانی لا دیتی ہے تو اس کے ساتھ بہت سے لوگ بھی ڈوب جاتے ہیں۔

اور حافظ ابن ربیع شیلی نے "جامع العلوم والحکم" میں حدیث "انہین فی صبحہ" کی شرح (ص: ۷۷) میں فرمایا:

"اللہ اور اس کی کتاب اور اس کے رسول کے ساتھ اعلاص و خیر خواہی کے اقوال میں سے ان علماء کی امت کا کردار ہے جو کتاب و سنت کے احکام میں گمراہ کن خیالات اور خواہشات نفسانی کی تردید کر کے اس کے عقلی معانی کی طرف راہنمائی کرتے ہیں۔ اور قرآن و سنت کی ایسی حکمت اور بیان کے لیے مستعد اور آمادہ رہتے ہیں جو اس قسم کے گمراہ کن نظریات و خیالات کی تصحیح کیں کر دے اور اسی طرح علماء کی غلط فہمی یا غلطی سے جو ضعیف اقوال یا احکام میں داخل ہو جاتے ہیں قرآن و سنت کے واضح دلائل سے نکال دیا اور غلط افکار و آراء کی تردید کرنے کے بعد انہیں چھانٹ کر اس کو الگ کر دیتے ہیں۔ بالکل ایسے ہی جیسے ہر جرح و تعدیل نے موضوع اہل حدیث کے بارے میں اقامہ و تحقیقات کو کر دیا اور اہل حدیث کے کمزور گزرتے ہوئے کو یہ بتایا کہ: "اگر تم کو اس قول کے غلط ہونے اور گمراہی کی علامت کیا ہے؟ تو میں کہتا ہوں کہ: محبوب بن سفیان طبرستانی نے اپنا "صریح" (۱۱۰) میں اور امام شافعی نے اپنی "مسنن" (تکبیری) اور دہریہ میں حضرت صفوان بن یزید کے بارے میں ایک واقعہ لکھا ہے، جو سب سے پہلے ذکر کیا ہے۔

یہ بن عمر و بن کثیر کا تابعین میں سے ہیں اور حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کے خاص اصحاب میں شمار ہوتے ہیں، فرماتے ہیں کہ حضرت صفوان جب مجلس ذکر منعقد کرتے تو یہ اور شاہ فرماتے: "عَنْكُمْ عَدْلٌ"۔ (اللہ زبردست حاکم و عادل ہے) ایک دن مجلس میں تکریم فرماتے فرمایا کہ:

"تمہارے بعد نہ ملے یہاں کے جس میں مال کی حرمت ہو اور قرآن کو

ہائے کاہنہ سے دوسری چیزیں نہ لکھو اور باقی کی یاد رکھیں اور احکام میں گمراہی نہ ہو، صحت بھی دیا

میں اور چھوٹا بھی تو قرب ہے۔ لہذا کہ کوئی یوں کہے کہ مال کی حرمت بھی میری چیز میں کرتے

وہ کہیں نے قرآن و احکام کی قسم یہ اس حد تک میری چیز میں نہیں کرتے کہ وہ

نکاح میں اس قرآن کے غلط کوئی شیخ یوں کہے کہ اسے حق نہ کہیں، لیکن تم وہ چاہو، ہاں

باقول ہر جہات سے، کیوں کہ دعوت گروہی ہے اور تحکیم کی گروہی سے بچ کر کئی شیطان  
تحکیم کے تحت سے گریھ کر کھر کھلا ہے اور کئی کئی ناکر حق جو حد سے نکال دیے جاتے ہیں۔  
یہ انہی کے لئے ہے کہ ان میں سے صرف ایک کا یہاں ہم کہتے معلوم کریں کہ تحکیم نے گروہی نکال کر  
اور حق لے لے گی، بات کی "حضرت" خدا نے فرمایا تحکیم کی ایسی مشقہ باتوں سے بچ جس کے  
بار سے شرم آجپ سے کہ یہ کیا بات ہوئی؟ اور کئی مشقہ بات کس سے ہو کر نہ دے اس  
لئے کہ انہی باتوں کی کاپی نہ دے اور عداوت سے بچنے کے لئے حق پر ہر وقت ہوشی رہتی ہے۔

انہی باتوں پر فرماتے ہیں کہ تحکیم آدمی کی جڑوں کی ٹٹلی اور کبھی کبھی کے سبب اس سے اعراض  
اور دور کر دیتی ہے، انہی اس کی وہ بات جو خارج اور روشن نہ ہو اس کو چھوڑ دیا جائے اور جو  
روشن اور خارج ہو اس کو اختیار کیا جائے اس لئے کہ حق روشن ہوتا ہے۔ یعنی واضح علم اس کی وہ  
بات روشن ہوگی جس پر کتاب اللہ یا سنت یا حدیث یا قیاس کی روایات واضح ہوگی، تو حضرت معاذ  
رضی اللہ عنہ نے ایک ایسے طاقتور کی طرف اشارہ کر کے خبردار کیا جو اسلام سے خارج ہے اور  
ان کی بدعت لوگوں کے سامنے آتا ہے جس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اور ایسے طاقتور  
ساتھ کی شکایت ہی فرمائی جن میں ایمان و حکمت کی علامات اور کھاتے کا ہر ہول اور کئی  
کھولوں سے کوئی لٹلی سرزد ہو جائے تو اس کو وہ سامنے کے ساتھ اس کی گروہ طاقتور جیسے مسلک  
نہ کرے، بلکہ اس طاقتور صالح کی اپنی اور واضح باتوں کو اختیار کرے اور جو شرک و تاجر یا مشقہ  
باتیں ہیں ان کو چھوڑ دے۔ لٹلی اور گروہی کی علامت یہی تھی کہ وہ حق کی طرح روشن ہونے  
کے بجائے غلٹ کی حامل ہوتی ہے اور اسے مشقہ بات سے تعبیر کیا، جس کو حضرت علیہ السلام  
کرنے سے چھوڑ گئے اور جو وہ ہیں یہاں تک کہ ان کی اصل حالت حق کی اس میں پائی جائے کہ  
خدا نے اپنے اختیار سے کہنے پر مجبور ہو کر یہ کیا بات ہوئی؟<sup>(۱)</sup> یعنی یہ تو ان کی بات ہے جو ہرگز قابل  
قول نہیں۔ اور یہی تعجب وہی کرے کہ جو خارج آفتاب سے فریبت ہوگا، اس لئے کہ جب کوئی

(۱) بیان علیہ روایت ابن عبد ربہ "شعبہ" (۱/۱۶۲) "معاذ" وکعبہ "روایت المسند" نقل منہ "تذکرہ  
موجودہ مکہ و مدینہ و انوار المسند"

بات اصل علم اور علمائے ربانین کے سامنے لائی آئے گی جس کی قرآن و حدیث یا اجماع یا قیاس  
سے کوئی اصل نہ ملے، تو یہ بات اصل سمجھتے اس کو دور کرنے میں ہرگز نہیں کریں گے۔  
"اسلام بلوچین" (۱۳۳۵ھ وما بعد) میں امام ابن قیم نے اس موضوع پر اچھلی  
مردہ اور تحکیم کا کیا ہے، جس میں علماء کی افراطوں سے بچنے کی تحفیں لکھائی ہے، فرماتے ہیں۔  
"انہی کے سامنے اور ان کے قول کا اختیار کرنے اور ان قول سے بچنے کا عقل  
عمل نہیں، کے وہ ان سے اختلاف بیان بات کی ہے۔ وہ ان کی باتوں میں اختیار کر دیکھ  
دوسری یہ غلطی نہ کہتی ہے اور ان "باقول" میں سے ایک جو عظیم اور عقل عمل ہے یہ کہ  
"الصلح لہ و لہ سلمہ علیہ علیہ وسلم و لکن لہ و لہ صلح" کے لئے انہی اس  
اور اس طرح اس کے وہاں اور کتاب و دین کے لئے صلح اور کتاب  
اللہ و رسول اللہ کی اتباع اور فی طریق ان کا نہ یہ ہر دم پڑا جائے اور اقوال باطل اور متنازعہ  
معارضہ سے اس دین کو بچانا جس کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہمت ہوئی۔ جو  
چاہت اور جہات پر مشتمل ہے۔"

دوسری بات انہی اسلام کی قدر و منزلت، غلطی، اور ان کے حقوق اور مراتب کی  
معرفت ہے کہ ان کی غلطی اور علم کا حقوق اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ السلام و سلم  
کے لئے ان کی انفرادیت اور وہ حق پہنچے سے ہوا، انہی اس کی ہر بات کو قبول کر لیا جائے  
اور ان کے "دعا" میں ان کے وہاں تک ان کا علم نہیں پہنچا، جو کہ حضور علیہ السلام نے  
کہہ دیا جس طرح ان کے ان کے لئے ان کے لئے ان کی نگاہ سے پوشیدہ رہے تو اپنی طبی  
استعداد اور مبلغ علم کے مطابق ان میں اس کے انہی نے کلام کیا، اب کجی اور درست بات  
اس کے خلاف اور برکت بات ہوئی۔

جس طرح ہر بات کا قول کرنا لازم نہیں، اسی طرح ان کے دوسرے کج قول کو  
شرک کرنا بھی کوئی "اختصاصی" نہیں، نہ یہ لازم آتا ہے کوئی ان کی شان میں بے وفائی اور کثرت  
کرنا چھوڑے، یہ دونوں اسلوب اعتدال کی راہ سے انفرادیت کے متعارف ہیں اور کجی راہ دہی

ہے جو ان دونوں کے درمیان ہے، اور لفظ قطریہ سے سمجھتے ہوئے دون کی معنائی قرین کرنے کی ضرورت ہے۔ خان کا کہنا کہ وہ عجمی قراء یا قرین بضم صاف ہے۔ بلکہ جراثیموں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی متابعت میں اختیار کیا اس کو اختیار کریں۔ اور ان دونوں باتوں میں کوئی اختلاف اس کے لیے ہرگز نہیں، جس کا سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی حاکمیت کے لیے کھول دے۔ بلکہ حقائق اس کے لیے ہے ہر اثر کے مقام اور نوعیت سے جو ایک ہے۔ یا شریعت کی اس حقیقت سے غافل ہے جس کو کہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت فرمایا اور جس کو شریعت اور حقیقت باطنی کا علم ہے، وہ انہی طرح چاہتا ہے کہ ایک قابل احترام شخص جس کی اسلام میں خدمات بھی سب کے لیے عیاں ہو اور ان پر صلاح و دور رس کے آثار بھی واضح ہوں اور اسلام اور مسلمانوں کے تعلق سے اس کا ایک مقام بھی ہو اور ایک آدمی عقلی پران کے تمام مراتب کی طرح ملاحظہ کیا جاسکتا ہے؟ بلکہ وہ اس میں مستورا بلکہ ابھر سمجھا جائے۔ (جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ محمد اگر کبھی اجتہاد کرے تو اس کو وہاں جلتے ہیں، ایک گنگ ہوتا اور دوسرا جہاں کے لیے اجتہاد اور کوشش کا اور اگر اجتہاد میں عقلی ہو جائے تو کبھی ہونے کا اور جو نہ ملے گا تو اس کے لیے جو اس میں تھا اس نے کہا اس کو کوشش کا ایک اور بھی اس کرتے گا)۔

بہن! اس کا کیا جائے جس کا عقلی میں ان کا اجتہاد نہ کیا جائے اور یہ قطعاً ہا تو نہ ہوگا کہ مسلمانوں کے دلوں سے اس کی قدر و حرمت کو گننے کی سعی کی جائے، ایمان کی اہمیت پر طعن و تشنیع روا رکھی جائے۔

اس موضوع کو اس لیے میں نے کافی غور دیا کہ کسی واقعہ کو بعض ناواقفیت اندیش لوگ اپنی منفرد آراء اور ضعیف اقوال کے سہارے اچھا بچھا کر ان جہود و کوششوں کی ناقصیت میں سرگرم رہتے ہیں جو مصر صحابہ سے لے کر آج تک صدیوں سے امت کی گنج رمانی کافرینہ انجام دے رہے ہیں، لہذا اس لحاظ سے کہ کہیں وہ شرارت قلیبہ جو اپنے شیعہ و فاجر افکار و نظریات کو خلاف محمد بن کے عقائد میں افکار اپنی طاقت اور اثرات کو لپکانے کے لیے چاہو

بردا کر رہے ہیں اور عقلی ہی کرتے ہیں کہ ہماری آراء اور آئی و سنت کے مطابق ہیں اور ان خود ساختہ آراء کو محمد بن کی حالی قدر میں جس حقیقت پر ترجیح دینے کی کوشش میں شب و روز ایک کیے ہوئے ہیں۔ امت میں اختلاف اور مسلمانوں کے درمیان اختلاف میں کامیاب نہ ہوں۔ اس موضوع کو جس نے تفصیل سے بیان کیا کہ ان کے فتوات اور لوگوں کو دہرا دہرا کر سمجھا جانے اور ان کے لیے بنیاد بلند بالک دعاوی پر کان نہ دینا چاہیے۔

اس قصیدہ اور شخص کی روشنی میں ہم امام صفیان ثوری کی اس بات کی تخریج کرتے ہیں جو انہوں نے فرمائی کہ جب تم کسی شخص کو دیکھو جو ایمان کا کام کر رہا ہے جس میں اختلاف ہے اور تمہارا موقف اس کے خلاف ہے تو اس کو بیخ مت کرو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب اختلاف آیا ہو جس کا اعتبار علماء نے کیا ہو، ہر اختلاف مراء فی جہا کہ شاعر کے اس شعر میں جو مضمون ہے وہ علماء کی زبانوں پر جاری ساری رہتا ہے۔ شعر =

مجلس سبلی حلقہ صابہ صحرا لا خلافات لہ حلقہ من الظلم<sup>(۱)</sup>

یعنی ہر اختلاف صحیح نہیں ہوتا، بلکہ وہی اختلاف قابل اعتبار ہے جس کی تائید میں دونوں طرف دلائل شریعہ سمجھوں۔

اہل بیت جعفر و عقیل شاذ اور ہر دور اس کے غافل یا غافل پر سکوت ہرگز کب نہیں۔ ابن حزم نے اپنی کتاب "الاحکام" میں اقوال عامہ و نادرہ پر بحث میں پیش کی ہیں، مگر چہ وہ ابن حزم کو ان کی تردید کے قابل میں نہ کر کے ہیں ہر اختلاف امت کو درست قرار دیتے ہیں، نہ صرف یہ کہ اس پر سکوت، ہرگز نہیں بلکہ ایسے اختلاف کی تردید کی جائے۔ علامہ ابن عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور مہذب کتاب "جامع العلوم والحکم" (۲۲۲-۲۲۳) میں ارشاد فرماتے ہیں: حدیث الصحیح للہ تعالیٰ و کتابہ و رسولہ۔ (جس کی تخریج انہی جان بولی) کی رو سے ایمان عمل و جہاد کے ساتھ شخص ہے یہ بھی ہے کہ گمراہ کن ایسا کی تردید

کتاب اور سنت کی روشنی میں کی جائے۔ اور اپنے دلائل کتاب و سنت سے بیان کرنا واجب ہے جو اختلاف فطیع اور کفر حق کا سد باب کرتے ہیں، اسی طرح اقوال علماء میں سے جو ضعیف اور غلط ہیں اس کو قرآن و سنت کے دلائل کی روشنی میں واضح کرنا علماء صالحین کا فریضہ ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ ایسا لفظ اقوال یا فعل جس کا انکار واجب ہے وہ یا فعل اور قول ہوتا ہے جس کے منکر اور فطحا ہونے پر اعتبار ہو اور جو خود علم اور اجتہاد کے درمیان مختلف فیہ ہو، بعض علماء کے نزدیک جو فعل واجبہ کے نتیجہ یا کسی مجتہد کی تقلید کی اقل میں ظاہر ہو تو اس پر انکار واجب نہیں، اجتہاد کا ضعیف اور یعنی "الاحکام بسلطانہ" (ص ۷۹) میں اپنے اختلاف کو مستحکم قرار دیتے ہیں جو کسی ایسے موضوع شرعی تک پہنچا دے جس کا فقہ اور منکر ہو یا تحقیق علیہ ہو، جیسے سود و ربح، حصر، جوازنا کے حکم میں ہے۔ امام احمد و مسلمانہ قتانی نے طریق کچیلے والے پر ہے جو انکار فرمایا ہے جس کی قاضی صاحب نے یہ تاویل کی ہے کہ چونکہ ان کچیلے والے پر ہے جو اخیر مجتہد یا تاجید مجتہد کے کچیلے (لیکن امام شافعی کے نزدیک بھی اگر طریق کی مشوریت کسی واجبہ یا فرض کے خلاف کا باعث بنے تو موضوع ہے) اور میں ان میں اختلاف قوی ہے اور انھوں نے اختلاف ہوا اس کا اختیار کرنا بھی علماء کے شرف و ثناء اور لوگوں میں داخل ہے۔ ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ ہمیں سیدھی راہ پر چلائے اور اسے اقوال و افعال کو بھی ارشاد و ہدایت سے نوازے (آمین یا رب العالمین)

## تیسرا سبب

ظاہر حقائق احادیث کی بنا پر ائمہ کرام کے یہاں اختلاف کا پایا جاتا تیسرا سبب اختلاف ائمہ کا ان کے مسائل کا اختلاف ہے جو (ظاہر سنت سے حقائق معلوم ہوتا ہے، اس موضوع کی تحقیق کا عمل علم حدیث اور اصول فقہ جیسے عظیم علوم سے استفادہ کا ایک وسیع میدان ہے، علم حدیث سے استفادہ اس صورت میں ہوتا ہے کہ ایک مسئلہ کے تعلق رکھنے والی مختلف احادیث کا علم اور ان احادیث میں جو اختلاف و آثار وارد ہوئے ہیں ان کا مسئلہ سے قریب یا دور کی قسم کا رد یا مل جانا ہے۔ علم اصول فقہ سے ہیں استفادہ ہوتا ہے کہ ان قواعد و احکام کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے جو قرآن و سنت کے دیگر خصوص کی روشنی میں جاری کیے گئے ہیں اور جو اس تحقیق کا ہدایت دہ ہے اس کی گروہ و جماعت میں پیش اور عقب ہوتی ہے اور ان کے ساتھ اس کو امام حقائق و اصول میں تحقیق کا ملکہ حاصل ہوتا ہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل بحث میں ہم اس کا مطالعہ کر سکتے ہیں اس بار کہ علم کے مہندی پر یہ اچھی طرح واضح ہے کہ ایک مسئلہ میں بہت سی احادیث جو عقلی پرورامت کے اعتبار سے بھی مختلف ہوتی ہیں اور ان کی یہ اختلاف واضح سے ملحوظ ہوتا ہے۔ علماء کرام سے اس اختلاف کی صورت میں مختلف مسائل منقول ہیں۔

پہلا مسلک: (۱) اور حقائق حدیث کو ترجیح کرنے کی کوشش (کہ دونوں پر عمل کیا جائے) یا دونوں میں تاویل کی جائے۔ (۲) معانی میں جھگڑی۔

دوسرا مسلک: حق ممکن نہ ہو تو ترجیح کا قول، کہ ایک حدیث دوسری کو موضوع کرے۔ تیسرا مسلک: اگر یہ بھی ممکن نہ ہو اور قرآن اس کے خلاف ہیں تو ترجیح کا طریق اختیار کیا گیا ہے جو ترجیح کی بنیاد پر عمل کے لیے ایک حدیث کو دوسری پر ترجیح دی جاتی ہے۔ اصل علماء نے مسلک ثالث کو اپنی پر مقدم رکھا ہے۔ یعنی اول ترجیح، پھر ترجیح، پھر ترجیح

کی ترجمہ کو اختیار کیا۔ ان مسکوں کی تفصیل کافی طویل ہے۔ جس پر میں نے ذیل میں روشنی ڈالی ہے۔

(۱) دو حدیثیں حدیثوں کو جمع کر کے میں ملکر دو حجم کو بنا دیا ہے۔ بعض علماء نے ان دو حدیثوں کو جو آپس میں حدیثیں اور حصہ عام ہیں، یعنی ایک پر عمل کر دو دوسری پر عمل نہیں ہو سکتا۔ عمل کے اعتبار سے جمع کرنے کو ممکن قرار دیا اور اس کا سبب یہ ہے کہ ان علماء کے لیے ان دونوں حدیثوں کو سمجھنے میں ایک غلطی آئی جب کہ اللہ تعالیٰ نے جمع کا طریقہ بعض دوسرے علماء کے لیے آسان فرمایا ہے۔ لیے علماء کے کام نے بظاہر دو حدیثیں روایتیں کے جمع کے بارے میں عدم امکان کے دعویٰ سے نقل خوب غور و تاویل کی ضرورت پڑو دیا ہے۔

(۲) اگر حقیقتاً مورد اجماع جمع کرنا آسان نہ ہو تو دونوں میں سے کسی ایک کا مشروع قرار دینے کے لیے قرآن مجید پر غور و تامل ہوگا۔ (یہاں حضرت علامہ مولانا محمد رفیع رحمہ اللہ تعالیٰ نے معارف المسند (۱۰۳۶) میں ایک اہم بات کی طرف توجہ دلائی ہے جس کی طرف متعلقہ نے جائزہ میں خاص طور پر توجہ دلائی ہے۔ جمع کے قرآن پر غور کرنا جب اجتہاد کے درجے ہو تو صحیح اجتہادی کہلاتا ہے، البتہ حدیث کا زائد اگر معلوم ہو تو وہ تمام پر سب کے نزدیک مقہوم ہوگی لیکن بعد ازاں حدیث ناخ ہوگی قابل حدیث کے لیے اور جس کا زائد مقہوم ہو وہ مشروع ہوا ہے۔ گئی کہ اور قرآن مجید کو آپ عز و جل نے جمع کا نام دے کر رکھا ہے اور وہ چار ہیں۔

۱۔ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی تصریح فرمادی جیسے مکی مسلم کی حدیث ہے کہ کثرت حدیثکم عن زبارة الشور و زور و ہا میں نے تم کو قبروں کی بنا دیتا ہے تم سے جمع کیا تھا کہ اب دہشت کرنا کر دو۔

۲۔ قول صحابی سے معلوم ہوا ہے جیسے سنن ابی داؤد اور سنن ابی احمد و ترمذی کہ میں جاہل بن محمد رحمہ اللہ رحمہ اللہ تھا سے روایت ہے کہ آپ کا آخری عمل آگ سے بکری ہوئی چیزوں کے بارے میں ترک و دفع ہے وہ کہ اس سے قبل آپ آگ سے بکری

ہوئی اشیاء کے بارے میں دوسرا حکم دے چکے تھے۔

۳۔ تاریخ کے جمع کا علم ہوا ہے۔ جیسے شواہد میں ان کی روایت ہے: "انظر لحدیثہم و لحدیثہم" چھپنے لگانے والے اور جس کو چھپنے لگانے والے دونوں کا رد ہونا چاہیے۔ (طالع کے طور پر جسم سے خون نکالنے کو مرہا میں حجامت کہتے ہیں) اور بعض روایات میں ۲۷ ہے کہ یہ روایت حضرت کے آخری سال کی ہے اور اس کو مشروع کرنے والی روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ہے "استعملوا علیہ صلی اللہ علیہ وسلم وهو معہم صائم" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجامت کروائی جب کہ آپ روزے سے اور احرام میں تھے۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ یہ پیر الوداع کا واقعہ ہے جو وہی بھری میں ہوا اور بھی جمع کے بعض قرآن میں مل جاتے ہیں، جیسے کہ ایک حدیث کے راوی کا غیر سے اسلام لائے اور حدیث کے متن کی صراحت بھی کی قرآن بعد ازاں روایت سے وہ حدیث مشروع ہوا ہے گئی جس کے راوی اس حدیث راوی سے پہلے اسلام لائے ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث کے متن کی اسلام لانے کے زمانے میں صراحت بھی کر دی ہو۔ اس کے علاوہ بھی بعض دینی اور سنی مشاہیر نے لکھے ہیں جس میں قدر اور غور کرنے کی ضرورت پڑتی ہے اور یہ تحقیق بڑی جامع اور بے غبار ہوتی ہے۔

۴۔ حدیث کے مشروع ہونے کا علم اس سے بھی ہوا ہے کہ ابلاغ اس کے خلاف منعقد ہوا اور ابلاغ کے انعقاد کی تحقیق میں بھی بڑی مشقت اٹھانی پڑتی ہے اور یہ ثابت کرنا چاہیے کہ اس ابلاغ کی مخالفت نہیں کی۔

(۳) اگر صحیح کاروائی بھی ثابت نہ ہو سکتا پھر آخری جمع میں اللہ شہین کی طرف منتقل ہوتے ہیں۔

دو حدیثوں میں سے ایک کو دوسری پر ترجیح کا عمل بہت دشوار اور تنہا اسے دلا ہے،

اس لیے کہ پہلے مرحلہ یعنی "مخارجین اور حشیش" میں فہم اور حشیش کی شدت ضرورت پڑتی ہے اور سچے دھوکے میں جہاد دوسرا مرحلہ ہے اس میں احادیث اور روایات کے بارے میں مکمل معلومات ہونی ضروری ہے اور ترجیح کا دعویٰ جو دوسرا مرحلہ ہے اس میں روایت اور حدیث دونوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ روایت کے لیے تو فہم معانی اور ترجمہ لگاؤ کی ضرورت ہے اور روایت کے لیے جہاں کلمہ اور لفظ کی ضرورت پڑتی ہے جہاں خاص مسئلہ سے کسی قسم کا تعلق رکھتی ہو خاص طور پر روایت کی اسانید سے بحث جہاں تحقیق محنت طلب اور دوسرا مرحلہ ہے اور پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اس حدیث کے روایت کرنے والوں کی بحث اس کی تاریخ روایات اور اوصاف اور حدیث کے متن کے الفاظ اور اس قسم کی دوسری تحقیقات اس موضوع پر ترجیح کے لیے لازمی حیثیت رکھتی ہیں۔

اس کتاب کی کلی اہمیت میں وہاں میں نے یہ جملہ لکھا کہ "اس خاص مسئلہ کے بارے میں جتنی احادیث وارد ہوئی ہیں سب کا اقتضاد اور اس پر مطلع ہونا ضروری ہے" تو میرے ذہن میں ایک مثال تھی جس کو میں پیش کرتا ہوں۔ کتاب اگر کسی بڑی میں متعدد اہل دین تو وہ دینی نہیں ہو جاتا ہے، اس بڑی کے دھولے اور پاک کرنے کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ اس بڑی کو سات مرتبہ دھویا جائے اور یہ روایت مرفوعہ ہے یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ سلم سے ہی حضرت ابو ہریرہ نقل فرما رہے ہیں۔ یہود علماء کا اس حدیث پر عمل ہے اور حنفیہ کہتے ہیں وہ بڑی تین مرتبہ دھولے سے پاک ہو جائے گا یہی خود روایت حدیث شریفی حضرت ابو ہریرہ نے توفیٰ دیا اور اصل کیا اور اختلاف کے نزدیک اگر روایت خود اپنی روایت کردہ حدیث کے خلاف عمل کرے تو اس سے حدیث قاطعاً مل نہیں رہتی اور طولی ہو جاتی ہے۔

علامہ شافعی انکوثری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سات مرتبہ کا دھونا مفسوخ ہے اور تین دفعہ دھونا مسطور نہیں، کیوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سلم کنوئیں کے بارے میں خود دھو گئی تھی تو یہ تحقیق کی اور آسانی کی طرف آئے اور اس کے برعکس نہیں کیا۔ ابتدا میں کنوئیں

کو جان سے مارنے کا حکم دیا تاکہ لوگوں کی کنوئیں کے ساتھ اہلقت اور اہلسنت کا خاتمہ ہو، پھر صرف شیعہ کاٹنے کے لیے مارنے کا حکم دیا اور پھر چاہے کے لیے اور چونکہ لڑی اور نکار سب کے لیے نکار کھینچ کی اجازت مل گئی تو سات دفعہ دھونا لکھ دیا اور نصف احکام کے امام سے متاثر ہو کر لکھا ہے اور تین دفعہ کافی ہوتا وہ آسانی اور سہولت کے ایام کے موافق ہے جو آخری مل تھا۔

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ مسئلہ صرف سات دفعہ دھولے تک محدود نہ ہو اور نہ اس پر کہ کس طرح نبی لگا کر صاف کر دے اور ہر دور کے توفیٰ اور عمل تک محدود، بلکہ اس حیوان سے متعلق جسے احکام تھے سب میں تحریف آئی۔ عمل سے کبھی منع کیا، کیوں کہ شارب کا مقصد کھجور میں لکھا کہ وہ کیا چاہے ہیں، یعنی اس سہولت؟ وہ مقصد معلوم ہو جائے تو اس کے مطابق احکام بدل جائیں گے۔

علامہ کرام نے دو حدیثوں کے درمیان تضاد میں دور کرنے کے لیے جو وہ ترجیح کی تحقیق کی ہے۔ وہ ہے حدیث شریفی و الاصل ہے اور اپنی کتابوں میں اس پر بحث نہیں اور اس میں سہولت ملے جانے والے امام شافعی رحمہ اللہ ہیں، جنہوں نے "المرسلہ" (ص ۱۵۸) میں اپنے ساتھ اس موضوع پر بحث کر کے والے سے فرمایا کہ:

"وہ اصل اور فقیر جس پر ہم رحم مسئلہ کی حدیث فقیر کرتے ہیں یہ ہے کہ سب

دارے سامنے خلف احادیث آتی ہیں تو ہم کسی ایک حدیث کو اس حدیث تک اختیار نہیں

کر سکتے ہیں جب دارے پاس اس کی قوی سبب نہ ہو۔ اس پر واقعہ کہ یہ حدیث

ہم نے عمل کے لیے اختیار کی ہے، اس حدیث سے توفیٰ اور ملبہ ہے جس کو ہم نے

ذکر کر دیا ہے۔ سنا کہ سب سے پہلے اس حدیث کا چاہے وہ اصل یا نہ ہو اس کے درمیان

کہ روایں ہیں جو کتاب اللہ کے زیادہ مشابہ اور قریب ہو، وہ سب اس کی حدیث ہے قرآنی

احکام سے زیادہ ہو جائے گی تو یہ ایک دلیل اور بحث ہوگی اس حدیث کو دوسری حدیث

پر ترجیح دینے کے لیے ماکر قرآن کریم کی کوئی آیت اور نص دلیل نکلتے جو ان دو حدیثوں

میں سے زیادہ حدیث اور مطبوعہ اس کو اختیار کریں گے۔

زیادہ ثابت ہو سنے کا مطلب یہ ہے کہ جو روایت اس کو روایت کرتا ہے، اس کی سند محدثین کے پاس معتبر اور معروف ہو اور علم میں دوسروں سے زیادہ مشہور اور حفظ اور یاد کرنے میں بھی دوسروں سے زیادہ ہو، گویا قوت حافظہ بھی ایک وجہ ترجیح ہے اور علمی حقیقت میں واقعی ہونا بھی ترجیح کی بنیاد میں نکلا ہے یا جو دوسروں کے ساتھ روایت کی گئی ہے اس کو ترجیح ہوگی اس پر جو ایک سند سے روایت کی گئی ہے تو اکثری ترجیح اصل پر مطلق کے اعتبار سے ثابت ہوتی یا قرآن کے معنی سے زیادہ وساحت اور قوت دہائی حدیث کے دوسروں پر ترجیح ہوگی یا ان دونوں کے علاوہ دوسری اعادے سے جس کو زیادہ وساحت ہو اس کو اختیار کیا جائے گا۔ یا اہل علم اپنی معرفت اور وساحت سے ایک کو دوسری حدیث سے افضل اور اولیٰ قرار دیں جو ایک ایسا وہل کے زیادہ موافق ہے جو ایک حدیث کی ہے جن پر اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کامل ہے دوسری یہ کم کامل ہے تو جس پر زیادہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاضر ہیں اس کو ترجیح ہوگی۔

امام حازمی بھی اپنی کتاب "الاعتدال فی التلخیص و التیسیر من الاثر" میں اس موضوع کو بہت حدیث دلی، بھلا اس وجہ ترجیح میں سے اکثر جو کتابوں کے ساتھ بیان کیا اور کلام کے آخر میں یہ بھی لکھا کہ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی وجوہات ترجیح ہیں اور اس مفسر کتاب کی حواشی کے طوفاً سے ان کو بیان نہیں کیا۔

حافظ عراقی اپنی اصلاح کے حاشیہ (ص ۲۳۵) میں امام حازمی کا یہ جملہ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ۔

"ترجیح کی وجوہات سو سے تجاوز ہیں اور میں ان سب کو مختصراً انھوں کا پہلے دو یہاں اس وجوہات انھوں کا جو امام حازمی نے فتح کیے ہیں اور پھر یہ جو میں نے فتح کیے ہیں اور انھوں نے ویسا ہی کیا، ایک ایک سو میں وجوہات لکھیں اور کیا کہ ان وجوہات کے علاوہ بھی وجوہ ہیں بعض میں کچھ اختلاف ہے لیکن بعض دوسری مکتول ہیں اور جو بعض مذکور ہیں اس

میں بھی اضافہ ہے۔

حافظ شوکانی نے "ارشاد النہج" میں مرجحات کی بارہ بنیادی قسمیں لکھی ہیں تو مجموعی تعداد ایک سو ساٹھ تک پہنچی اور اس کلام میں یہ لکھا کہ: ہر صنف کے قصہ بہت ساری وجوہات اس کے علاوہ ہیں جن میں نے ذکر کی ہیں۔ ایسے موقع پر بعض لوگ جہالت یا احمال سے ایسا کرتے ہیں کہ جب دو حدیثیں ظاہر متعارض ان کے سامنے آتی ہیں، تو وہ کبھی بخاری اور مسلم میں مذکور حدیث کو دوسروں پر ترجیح دیتے ہیں یا جہالت اور سرعت کا مظاہرہ کرتے ہیں اور جو وجوہات ہم نے بیان کی ہیں ان میں سے کسی کو اہمیت نہیں دیتے جب کہ حافظ عراقی نے جو اسی وجہ ترجیح بیان کی ہیں وہ یہ ہے ترجیح یعنی کبھی بخاری اور مسلم کی حدیث کا دوسری کتابوں کی حدیث پر ترجیح دینا وجوہات کی لغو سست میں سو کے بعد کے بعد مذکور ہے تو ایک سو ایک وجوہ سے غفلت رہتے والوں، یا جان بوجھ کر غفلت ظاہر کرنے والوں کے ہار سے میں کیا کہتے ہوں وہاں طبقوں کا ظاہر تھا بھی تو مادی افکار ہے۔ امام شوکانی نے اس بارے میں جو باتیں ترجیحات ذکر کی ہیں، اس میں اسرار کبر یہ وجہ ترجیح لکھی ہے کہ سمجھنے کی حدیث کو ان اعادے پر ترجیح حاصل ہے جو سمجھنے میں نہیں ہیں، جہاں تشویش میں دوائے دلوں کے اس کلام سے متاثر ہونے کی ضرورت نہیں کہ ان صلاح نے سمجھنے کی حقیقت طیبہ حدیثیں کو کبھی ترجیح سے حدیث قرار دیا۔

جو حدیث صرف امام بخاری نے ذکر کی ہے اور مسلم میں نہیں ہے اس پر بھی حقیقت طیبہ کو مستمر قرار دیا اور اس پر حدیث کو صرف امام بخاری نے روایت کیا ہے اس کو اس روایت پر ترجیح دی جس کو صرف مسلم نے روایت کیا۔

اور حافظ عراقی نے سمجھنے کی حقیقت طیبہ روایت کو دوسری وجہ ترجیح سے سو (۱۰۰) سے بڑے بعد مؤخر ذکر کیا ہے اپنی کتاب میں انھوں نے جو کہا اور جس ترتیب سے بھی لکھا تو ان مدارج کی ترتیب اور کلام سب حافظ عراقی کے سامنے تھا تو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ ان کے ذہن میں نہیں، بلکہ یا انھوں نے غفلت برتی، البتہ میں کہتا مناسب ہو گا کہ ان مراتب



کا دائرہ انتہائی تنگ اور محدود ہے جب کہ ماضی و حاضری اور مصلحتوں کے کلام کا یہ ان انتہائی وسیع اور فراخ ہے۔ اس بحث کے لیے کوئی اور مسودہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے اور فرامہ آسان کر دے تو تعلیق بات ہو سکتی ہے۔

امام مسلم جو کج مسلم کے مخالف ہیں ہمیں خدا جادیت باب غثیٰ کر کے اٹاتے ہیں کہ وہ اس حدیث کو چھوڑتے ہیں جس کو اپنی کج میں انھوں نے روایت کی ہے جیسے انھوں نے کج مسلم میں جتاڑے کے لیے کھڑے ہو جانے کی روایت کو ذکر کیا ہے۔ (۶۵۹/۲)، (۷۳-۸۱) اور پھر ان احادیث کو لے کر جو جتاڑے کے لیے کھڑے ہوئے والی روایت کو ان کے نزدیک منسوخ کر دینے والی ہیں۔ (۲-۶۶۱-۸۲، ۸۳) اور امام قرطبی مفسر حدیث نے اپنی تفسیر (۲۵۳) میں اس بات کی تصریح فرمائی ہے کہ امام مسلم باب کو اپنی حدیث پر فہم کرتے ہیں جس کا غم انھوں نے فہم کے لیے اختیار کیا تھا اور مخالف جادے ساتھ اس بات پر متفق ہے کہ ہم نے اس چیز کا التزام کیا ہے کہ امام مسلم اس حدیث کو کج قرار دے رہے ہیں، ان کے فہم اور اختیار کرنے کا ہم نے التزام نہیں کیا۔ امام امام بخاری اور محدث قتالی نے صرف جتاڑے کے لیے کھڑے ہوئے والی احادیث کو ذکر کیا ہے اور ان احادیث سے کوئی تصریح نہیں کیا جو ان احادیث کے منسوخ ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

اور یہاں ایک اہم صحیح کو میں حاضر بخاری اور محدث احمدی کے کلام سے نقل کرتا ہوں جو انھوں نے ترقی کی شرح "معارف اسحق" (۲۷۹-۳۸۰) میں اس الفاظ سے ذکر کیا ہے:

صحیح میں نے بہت پہلے ہی یہ بات گئی ہے اور اب بھی کہہ ہوں کہ یہ صاحب صحاح جو کہ بخاری ہیں، جیسے امام بخاری اور امام مسلم بخاری کے علاوہ بھی دوسرے انہی احادیث اور جتاڑے کے سب کا اپنے مختار اور انہی کے اجاز میں ایک خاص مشرب و مسلک کی طرف متوجہ ہیں اور ان تمام اہل علم و کمال کے شریعت سے ان کا امتداد کا حق بخاری و متعلق مسائل کے حل میں ایک خاص فقہی حراج اختیار کر لیتا ہے اور اپنے اس خاص دائرہ

کے سب اختلافی مسائل میں ایک باب کو اختیار کر لیتے ہیں، پھر جب وہ تعلقات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو اپنی تعلقات میں اجماع حدیث کا ذکر کرتے ہیں جہاں کے فقہی جادے اور عدل کے موافق ہوتے ہیں اس جادے کے اختیار کرتے ہیں۔

احادیث میں اپنے عقائد اور اجتہاد کے کام لیتے ہیں اور جو احادیث ان کے فقہی حراج سے متعلق نہیں رہتی ان کا ذکر نہیں کرتے، اس لیے کہ ان احادیث کو حل کے لیے انھوں نے اختیار نہیں کیا ہوتا، سو انے ان محدثین کے جنھوں نے طرفین اور فریقین کی احادیث کے یہاں اور ذکر کا التزام کیا ہو جیسے غالب امام ترقی و محدث اور امام احمد اپنی مسند میں اور ابن اثیر، شیبہ اور عبد اللہ نے اپنے مصنف میں اس کا التزام کیا ہے اور محدث کے حدیث میں استعمال کی ایک مثال چند طور پر نقل گذری یعنی جتاڑے کے لیے قیام اور عدم قیام کہ امام مسلم نے قیام کی احادیث کے بعد قیام کو منسوخ کرنے والی احادیث کا بھی ذکر کیا اور اس طرح نسائی نے "مسند کبریٰ" (۶۵۹-۷۳۷) میں کیا، لیکن امام بخاری نے قیام کی احادیث روایت کی ہیں، کیوں کہ مسلم کے حج پر والحد والی استدلال امام بخاری کی کتب میں نہیں آیا تھا، ان احادیث کے اوراق سے عواض فرمایا کہ مسلم و نسائی نے محدث سے کام لے کر احادیث جتاڑے کو ذکر کیا اور امام بخاری نے اس حج کو نہیں سمجھا اس لیے وہ روایات حج کو کج بخاری میں نہیں لائے۔ مفسر کی حقیقت ہم ابی حدیثیم<sup>(۱)</sup> یعنی دین احادیث ذکر کرتے ہیں جہاں کے عقائد اور اجتہاد کے موافق ہو۔

دوسری مثال ابو یوسف و حنفی امام حنفی روایت میں ہے: "من سئل علی حلالۃ فہی فیہ سبۃ فلا شیء، لہ" یعنی: جو مسجد میں جتاڑے کی نماز پڑھے اس کے لیے بکھری گئی۔ جس کو ابو داؤد اور عبد اللہ بن ابی اور امام احمد اور امام بخاری اور داؤد بن ابی سب نے روایت کیا ہے، اور جو چاہے اس کی تحصیل گذر جائے لیکن امام مسلم نے اس حدیث کو ذکر نہیں

(۱) عند التمسک من التکلیفات الدینیۃ المذکورۃ فی مالک امام الشریع محمد بن ابی داؤد القشیری رحمہ اللہ علیہ بطرہامی فیطیر علی التبع "قرائۃ" (۲۷۰/۲)۔

کہا، بلکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت لائے۔ (۶۸۸، ۶۸۹)۔ (۹۹) کہ لوگ کھلی جلدی بھول جاتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو سبیل بننا لویہا کی جہادہ کی ہمارا مسجد ہی میں ادا کیا ہے اور اس طرح امام شافعی نے "اسنن الکبریٰ" میں (۶۳۹۰) میں ذکر کیا ہے۔ لیکن ان دونوں اشخاص امام مسلم اور امام شافعی کی فقہ کا تقاضا تھا، جب کہ امام ابوہناؤ نے پہلے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ذکر کی اور پاب کے اختتام پر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کی۔ (۵۳۷-۵۳۸) اور بھی ان کی فقہ اور اختیار کا تقاضا تھا۔ جب کہ امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے اس کے برعکس کیا اور تہیب کو ملت دیا پہلے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کی اور اختتام پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ذکر کی اور یہ بھی تصریح کر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث آخری ہے تو یہ امام ابن ماجہ کا موقف اور اختیار ہے۔ لہذا جو ابن ماجہ میں نے اپنی فقہ سے صحابہ کی اجماع اور تفسیر آخر فقہاء کی تفسیر سے اولیٰ اور افضل نہیں۔ یعنی ابن حنفیہ، مالک شافعی اور احمد رحمہم اللہ تعالیٰ نے جیسے صحابہ کرام فقہاء کی اجماع میں تھے اور امام صاحب المصباح سے افضل اور اولیٰ ہے۔ امام ترمذی کا قول فقہاء کے بارے میں گذر چکا ہے کہ "تتبعوا اهل العلم بعدنا" لحدیث فقہاء حدیث کے معانی سمجھنے میں سب سے زیادہ علم رکھتے ہیں اور انکی وضاحت میں کوئی دشمنی کوئی ہمت نہیں ہے۔ مثلاً اس حدیث کو جو امام بخاری رحمہ اللہ نے روایت کیا کسی علمی ترجیح کے لیے دلیل قرار دینا دوسرے علم پر کسی دیکھ کر دلیل اور روایت کی ترجیح سے انکار ہو گیا، کیونکہ یہ تو درحقیقت امام بخاری کے حسب اور احتیاج کی ترجیح ہے جنہوں نے اس مسئلہ میں وارد احادیث میں سے کسی حدیث کو اپنے اجتہاد کے موافق پایا تو روایت کر دیا تو اس کو اس دوسرے مذہب کی مستحیٰ حدیث پر جو حدیث بخاری نہیں اور اس مسئلہ کے بارے میں دوسرے کسی طرح ترجیح دی جا سکتی ہے یہ ترجیح کبھی نہیں اور بخاری کی یہ روایت کو مرجع ماننے والوں کے خلاف ہے۔

امام حدیث کے سمجھنے میں اگر سب کے اختلاف کے اس وسیع میدان میں ایک فقہی

مسئلہ میں ان کے اجتہاد کی صحت اور بخاری کا اعتراف لگا جا سکتا ہے اور یہ اعتراف لگتا بھی مشکل نہیں کہ ہمارے اکثر علم و اہل کے سمجھنے والے عبادت گاہ چھپتے اور یہ کہ یہ علوم حدیث کے ایک گوشہ اور زاویہ کے مکمل ابتدائی مرحلے ہیں جو زیر بحث ہے چاہے کہ مجتہدین کے دوسرے علوم کے گوشہ یا عالی اور ذلیلانے عالی اور گراں پایہ اصولی علوم کے وہ جواہر اور ابواب جس سے ابھی پردہ اٹھایا نہیں گیا آگے صحت کے طور پر ان شاء اللہ تعالیٰ ان گوشہ ہائے علمی کی دیگر کتاب کشائی کر دیں مگر اس سبب حالت کے اختتام سے قبل ایک روایت ذکر کروں گا جس میں اختلاف بھی کچھ ایسا مشہور نہیں ہوا کہ علماء اس کے بیان میں متعلق اختلافات کے لیے علم اٹھا نہیں لیجئے مسئلہ پر سب سے اول کا جزء ہے یا نہیں؟ سوائے سوائے ہدایت کے اور مقتدی کا امام کے کچھ قرأت کرنا اور روایت میں جانے ہوئے اور روایت سے اچھے ہوئے رتبہ یوں میں متعلق رسالے لکھے گئے اور مرکز الآراء بنے۔ میں نے اس مسئلہ کو اس لیے اختیار کیا کہ یہ چند مسائل کی جامع روایت ہے اور ایک مسئلہ میں حدیث سے استدلال میں اختلاف واضح ہوا ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ صحیح مسلم کی شرح (۸۰-۸۱) باب استحباب خضاب الخشب مصدقہ لو حصرہ و طرعاہ بالسواد کے تحت مذہب شافعی کا موقف بیان کرتے ہیں، یعنی سلید یا لون کو زرد یا سرخ خضاب کے مستحب ہونے اور سیاہ خضاب کے حرام ہونے کے بیان میں یہ باب قائم کیا گیا ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"ہذا یعنی شافعیہ کا مذہب ہے کہ سلید یا لون کو زرد یا سرخ خضاب سے رنگنا

مستحب ہے اور اگر روایت کیا نہ ہے تو خضاب کا حرام ہے۔

اور اصل کے کیا کہ اگر سب متفق نہ ہوں تو قرآن مجید کو ہے کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "مواضی السواد" سیاہ خضاب سے کچھ اور کچھ امارت مذہب ہے۔ خاص میں فرماتے ہیں کہ سب میں صحت کے ساتھ ہی ہے۔ خضاب کے رنگ کے اور اس کی اجتناب میں اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ خضاب کا رنگ اور نہ لگانا بعض







## چوتھا سبب

علما کا اختلاف سنت کے بارے میں اہل کی مطوعات کی وسعت کے تفاوت سے

اس سبب پر حکام کی ابتداء میں امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی مطبوعہ کتاب "المرآۃ" (ص ۳۳-۳۴) میں تحریر شدہ احادیث کے ارشاد کو گرامی سے کرتا ہوں۔

امام شافعی فرماتے ہیں:

"ہم کسی ایک شخص کو بھی ایسا نہیں سمجھتے کہ جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو فتح کیا اور ان میں سے کوئی فتح ہونے سے روک لی ہو۔ اس اگرچہ اہل علم کے علوم پر سنت کے بارے میں وہ سمجھتے ہیں کہ فتح کیا جائے تو تمام شیخ متبع ہو جائیں گی۔ اور اگر ان علماء میں سے ہر ایک کے علم کا ایک ایک گدا جائے تو بھی انکو ضرور سنتوں کا وہ دھبہ گا اور پھر اس سے چار بار وہ دھبے کے پاس موجود نہ ملے گا اور علم کے اعتبار سے خلف طوائف میں حقیقہ میں اس میں سے اکثر علوم کے جانتے ہیں اگرچہ بعض ضرور علم کا ان سے نفرت بھی ہو گی اور بعض ان میں سے بہت ہی چھل مہر سمجھتے ہیں اس علم کی نسبت جو ان کے علماء دوسروں کے پاس موجود ہے۔"

اور اس معنی کو اپنے ایک اور قول سے مؤکد اور پختہ کر دیا ہے۔ (ص ۱۳۹) فرمایا:

"کہا وہ نہ کوئی شخص سنت سے چھل ہوتا ہے یعنی اس کو سنت کا علم نہیں ہوتا تو اس کے پاس وہی قول ملے گا جو سنت کے خلاف ہو گا یہ مطلب نہیں کہ اس نے قصداً سنت کے خلاف قدم اٹھایا بلکہ یہاں تک کہ آدمی غصہ کا شکار ہو جائے اور اہل علم میں غلطی کر دے۔"

حافظ ابن حجر یہ امام ہذا پر رحمہ اللہ "اسناد کا" (۳۶۱) میں فرماتے ہیں:

"میں مولانا کرام بنی علیہ السلام میں سے ایک سونے کی کھنکھ میں جان رکھوں نے ائمہ اربعہ میں کسی شیخ یا اہل سنت کی حدیث کو جب کہ دوسروں نے ان کو یاد کیا تھا یہ جز ان کے بعد دوسروں میں اطریق عدلی ہوئی اور کسی ایک کے لیے بھی اس کا علم نہیں تھا۔"

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں<sup>(۱)</sup>:

"یہاں فقہاء کے کچھ حدیث احادیث کرام میں سے وہ امام کو بچلے ہے یا نہیں

امام کے بارے میں یہ سمجھیں کہ ان کو وہ چیزیں ملائیں کا کلام ہے اور نہ یہ عقلی ہے۔"

امام حنفی نے "السنن" (ص ۳۶) میں اپنے شیخ حافظ ابن حجر سے ان کا یہ قول نقل کیا ہے:

"سنت میں سے کسی ایک بار کے بارے میں یہ کہنا کہ اس کو عقلی کے ساتھ کلام

ایسا نہ سمجھو اور یا ہیں یا نہیں یا نہ سمجھو اور یا عقلی یا نہ سمجھو۔"

اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ:

"ہم کسی کے بارے میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ تمام عقلمندوں کے پاس فتح ہیں تو یہاں

کچھ سے وہ عقلمند ہو گیا اور جو کہ کہ ان تمام عقلمندوں میں کوئی ایک سنت امت تک

نہ پہنچے وہ تو یہ بھی عقلمند ہے۔"

لہذا کسی کے لیے یہ سمجھنا نہیں کہ اپنے بارے میں یا کسی اور کے بارے میں یہ دعویٰ کرے کہ تمام شیخ متبع اس میں اس نے اعادہ کر لیا ہے۔ یہ امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے اور جتنے اہل تتبع اور ائمہ حدیث تحقیق اور نحو کا خلق بنا کر نے واسطے ہیں وہ اس بات میں امام شافعی رحمہ اللہ سے متفق ہیں۔

اور سنت اور حدیث کے یاد کرنے اور اس کے بارے میں مطوعات ہونے میں تفاوت اور اختلاف کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جس کو زیادہ حدیثیں یاد ہوں وہ اور اس کی بہ

(۱) راجع لحدیث میں حد۔

لبست اجتناب کا تقید کا زیادہ مستحق ہوگا، کیوں کہ کبھی کوئی شخص عداوت کے مظاہر میں دوسرے سے زیادہ ہوسکتا ہے مگر دوسرا اس سے ظہور اور استہزاء قوت میں بڑھ کر ہوتا ہے۔

اور دوسرا اجتہاد کی پہچان کی شرط میں جو حدیث کے بارے میں معلومات کا حصول ہے اس کو شاید ایسی جیسے دلائل قرآنی نے ”دریغ الاسلام“ (ص ۱۹) میں لکھا ہے:

”مگر کوئی نہ کہے کہ جو امام عداوت کے ساتھ جان و مال و عورتوں کو ہٹا کر بے شرفی لگائی جائے دوست میں کوئی امتداد نہ ملے گا اور ملے گا مطلب ہے کہ اگر عداوت کا علم رکھتے ہو اور اگر انکو حد تک بھی رہ جائے تو وہ اکثر ذہن بکھڑکوا دیں عداوت میں بعض عقائد کا علم نہ ہوا یا جو بعض اور احادیث و اقوال کے لیے حجت ہے کہ مسائل شرع اور عداوت و دلائل قرآنیہ عداوت سے حلقہ تکلیف ہیں کا اکثر غرض مشہور بہت ہی عوام اور اہل علم کے لیے ثابت ہے۔“

اگرچہ بعض لوگوں کو حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ کوششیں ہیں جن کے بارے میں آگے نقل کر چکے کام کرنا گا اور جو خاص امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہوگا دوسرے ائمہ کے بارے میں نہ ہوگا۔

حدیث شریف ایک جیسے عقل اور صلاح اور دوسری جیسے روایت اور اذکار الہامی ہے۔ محدث اپنے شیعوں اور ساتھ سے اولاد حدیث لکھتا ہے اس کو نقل کہتے ہیں اور اذکار الہامی کو لوگوں کے سامنے بیان کرتا ہے اس کو اذکار الہامی یا کلامی ہے۔ جب محدث خوب روایت بیان کرنے لگے تو اس کی روایت کردہ احادیث لوگوں کی نگاہوں میں آتی ہیں، جنہوں کی کثرت عقل یا قلت عقل پر ایک دلیل ہوتی ہے اور جب وہ روایت کے نقل میں مشغول ہی نہ رہے، بلکہ اس کے دوسرے مسائل میں دلچسپی اوقات کسی روایت کو بیان کر دیا تو اس کے نقل یعنی اقتداء حدیث کا الشراعی کی نسبت یہ دلیل نہیں ہی سکتا۔ عقل پر نہ کھڑے۔

مثال کے طور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مردوں میں سب سے پہلے اسلام لائے اور ہمیشہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں رہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے

خود ایک یہ بات مسلم اور مشہور تھی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرت ابوہریرہ سے سب سے بڑے عالم تھے۔ اس کے باوجود ان کی روایات جو ہم تک پہنچی، کم تعداد میں ہیں ان سے یہ بھی اندازہ نہیں ہو سکتا کہ وہ علمائے صحابہ میں سے تھے یا نہ تھے۔ تاہم یہ ثابت ہو کہ وہ سب صحابہ سے بڑھ کر عالم تھے، اور اس کے الگ صحابہ ہیں جو کسی اور محدث پر جان بول کے بھی علم کی وسعت کا اندازہ لیا جاسکتا ہے، اور یہ مسلم اور علمائے حدیث و تحقیقات روزگار کی طرف متوجہ ہیں کہ حضرت ابوہریرہ سے بڑھ کر عالم صحابہ میں کوئی اور صحابی نہ تھے۔ اور یہی حال حضرت عمر اور حضرت عثمان و حضرت علی رضی اللہ عنہم انجمن کا تھا۔ اور ان کے علاوہ دیگر صحابہ کا بھی اور تابعین اور تالیف تابعین کی بھی ایک بڑی تعداد اس حوالہ کی تھی، بلکہ خود امام مالک بھی کثرت روایت کا ثبوت نہیں ملتا جب کہ حدیث میں ان کی شہرت کا یہ عالم تھا کہ امام شافعی، احمد بن حنبل کے شاگرد ہیں کہتے ہیں: جب روایت کی بات آئی تو امام مالک کی مثال روایت ستارے کی طرح ہے اور وہ خود کہتے ہیں کہ میں نے اپنے ہاتھ سے ایک لاکھ احادیث نقل کی ہیں۔ بلکہ امام شافعی رضی اللہ عنہ نے ”موطا“ کے حلقہ سے کی شرح میں (ارے) ان کے احباب کی روایت نقل کرتے ہیں کہ امام مالک نے ایک لاکھ احادیث روایت کی ہیں۔ یہی حال امام شافعی رضی اللہ عنہ کا ہے، دونوں احمد حدیث کتاب و روایت کی مائتہ شہرت کے حامل ہیں، دونوں کی کتابوں میں حدیث کی کثرت نہیں ملے گی۔

شمس بن لیث کہتے ہیں (تہذیب تہذیب، ۳۴۷/۱) کہ امام لیث رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا کہ ہم آپ سے ملے تو حدیث سننے لگے، آپ کی کتاب میں نہیں لکھی، تو فرمایا کہ کیا یہ جو کہ میرے پیچھے میں ہے وہ میری کتابوں میں ہوگی؟ اگر میں وہ سب کہہ دوں تو کتابوں میں لکھتا تو کتابوں میں وہ نہ دے سکتا۔

امام ابن جریر کہتے ہیں، مجھے کوئی ایسی جگہ حدیث نہیں معلوم جس کو امام شافعی نے اپنی کتاب میں نہ ذکر کیا ہو، تو مراد وہ احادیث تھیں جو امام شافعی سے حلقہ تکلیف ہیں، تاکہ مطلق حدیث (کیونکہ احادیث آج صاحب فضلہ میں سے ہیں اور سیرہ و احادیث سے بھی حلقہ تکلیف ہیں)۔









اول میں لکھا ہے کہ علوم کی یہ تاریخ آخر قیامت کی معرفت کے بارے میں ہے جو مشہور تابعین یا تابع تابعین تھے جن کی احادیث کو حفظ اور رداف اور تخریر کے لیے اور مشرق اور مغرب میں ان کے ذکر سے محرک حاصل کرنے کے لیے جمع کی جاتی ہیں، تو یہ محدث منورہ سے چالیس راویوں کو ذکر کیا، اور اہل مکہ سے انیس راویوں کو اور اہل کوفہ میں سے دسواہیک راویوں کو جس میں امام ابو حنیفہ بھی شامل تھے۔

اور المستدرک (۱/۱۸۸) میں "ما يحتاج إلا يولي" کی روایت کو ذکر کیا اور عقیدے کو لایا اسحاق سے یہ روایت مسلمانوں کی ایک جماعت کو حاصل ہوئی اس کے علاوہ بھی جن کا ہم نے ذکر نہیں کیا، اور جس کا ذکر نہیں ہوا اس میں ابو حنیفہ نعمان بن حارثہ دماضی بھی ہیں۔ امام ابو حنیفہ نے اہل کوفہ کا علم قرہ حاصل کیا اور دوسروں نے اس کی تصدیق کی امام بخاری کے ساتھ دواؤں وغیرہ میں سے کچھ نیاں آدم کو بتے ہیں کہ:

"روایت میں تاریخ اور علوم و ادب ہیں جیسا کہ قرآن میں بھی تاریخ اور علوم و ادب ہیں اور نعمان ابو حنیفہ نے اپنے شاگرد کی امام احمد بن حنبل کا قول کہ امامی حدیثوں کو اپنا میں پر اختصار علیٰ طریقہ علم کی روایت داغ ہوئی، ان کے آئینہ امام تک میں پر عمل ہوا اور امامی احادیث کا عقیدہ کیا اور وہ ان روایت کی معرفت اور حدیث کے حامل تھے۔"

(تکلیف الأسرار للعلامة البحاري ۱/۱۶۹) اور بخاری میں آدم کو بھڑک میں بن شیبہ نے مصنفہ البلدان "کا لقب دیا تھا اور مسمر اعلام البلدان" میں (۱۸۹/۱) پر نکال سے روایت ہے کہ:

"وہ اپنے زمانے میں ائمہ میں یکساں درجہ رکھتے تھے، اپنے شاگرد کی شہادت معلوم ہوتی تھی۔"

اور بخاری نے اپنی سند سے (احمد بن حنبلہ و احمد بن حنبلہ ص: ۱۱) پر حسن بن صالح کا یہ قول نقل کیا ہے حسن بن صالح ثقہ اور فقیہ اور عبادت گزاروں میں شمار ہوتے تھے انھوں نے فرمایا:

"امام ابو حنیفہ تاریخ اور علوم کی تحقیق میں بہت مشغول تھے، اور جو حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب سے روایت ہوئی تھی اس پر عمل فرماتے اور حدیث اہل کوفہ اور حدیث اہل کوفہ کے عالم تھے اور اہل کوفہ کے عمل کا اتباع کامل طور پر کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اہل کتاب میں اس تاریخ اور علوم میں ہیں اور حدیث میں بھی تاریخ اور علوم و ادب ہیں، اور ابو حنیفہ ابن ادریس کے حلقہ تھے جن پر وقت تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم مل جاتا ہے اس لیے ان آئینہ امامی احادیث سے گنا بھی طرح واقع تھے اس وقت کے ساتھ اہل کوفہ تک پہنچے۔"

اور جن احکام معمول بہا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت ہوئی، اس کی احیاء کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ تھریک نے ان احکام پر قرار اور اختیار حاصل کیا۔ (اس لیے کئی کتاب ابن ادریس کو حضور کرنے والی حدیثوں آئینہ)

امام زہری کا قول بھی مسلمہ ہے حوالہ القوم والاعطاف فی شہر رمضان للمستدرک (۲/۷۸۶) میں مذکور ہے کہ صحابہ کرام میں ائمہ میں سے کئی حدیث کی تلاش میں رہتے تھے اس سے پہلے گذری ہوئی قدیم احادیث کے لیے اس کو تاریخ اور فہم سمجھتے تھے۔ بخاری بن آدم کے قول (مصرحہ علوم اہل حدیث ص: ۱۸۳) پر غور کیجیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے بعد کسی اور قول کی حاجت اور ضرورت باقی نہیں رہتی اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ سنت نبوی واپی کرنا مرقوم اس لیے کہ یہ روایت ہو جائے کہ آپ وقت تک ابن اسحاق پر قائم رہے اور امام ابو حنیفہ کا علم اپنے مشرے کو کوفہ کے علم تک ہی محدود نہیں رہا بلکہ ان کو کوفہ میں کی احادیث پر عمل ہوا اور معرفت حاصل تھی اور ان دنوں کی بات امام صاحب نے جب کوفہ چھوڑ کر آپ نے ذکر کر رہے ہیں طویل قلم فرمایا۔ کوفہ چھوڑنے کی وجہ حاکم بن محمد بن عمر بن مسعود کا آپ کو منصب تھا قبول کرنے پر امر تھا، جب کہ آپ نے صالح انکار فرمایا اور قبول نہ کی "مطوہ اور ان" (ص: ۳۱۲) پر ۱۳۹ ہجری کا واقعہ ہے اور آپ کوفہ اس وقت واپس آئے جب کہ خلافت ابو جعفر منصور کے پرہ ہوئی اور یہ ۱۳۹ ہجری کا واقعہ ہے اور ایک ایسے صاحب علم اور

مجتہد امام کے لیے یہ حدیث کو کم نہیں ہے اور اگرچہ کہ عمر بن الخطابؓ اور حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کے کلام کے شرع اور دینوں عالم اسلام کے علماء اور محدثین کا مراجع تھا اور خاص طور پر امام شیخ میں ہر مسئلہ مراکبہ اسلام سے یہ مراجع کلام کے علاوہ جن میں ہر قسم کے لوگوں کے ساتھ محدثین اور علماء فقہاء کی بڑی تعداد کے لیے مکہ میں جمع ہوتی تھی۔ اور مزید یہ کہ امام ابوحنبلہ کے حلقہ میں اکٹھا کیا گیا ہے کہ آپ نے شیخین کے لیے (فقہاء دین میں) (۲۵۶)

ہر بار کہ اور یہ زیادہ امام بنیاد اسلام کے علماء و محدثین سے ملاقات کا احترام فرماتے تھے اس لیے ان مراجع کے حصوں میں جو صاحب نے امام صاحب کے کلام کو دیکھ کر لکھے تھے کہ حدیث اور دوسرے جہت سے شیعوں کے ائمہوں کے نام ملتے ہیں۔ امام ابوحنبلہؒ میں اہل سنت سے حدیث کی روایت کے قائل تھے، لیکن وقت شیعہ بنی حجاز کا تھا اور چاہے نہ ان میں علم جو حدیث کے کلام تھے۔ اور فرماتے ہیں اگر بغیر ح سے صرف اہل سنت سے روایت کرنا صحیح قرار دیا جائے تو ہر علم حدیث کے لیے سزا کوئی کرے گا۔

(المعجم الوسیط، مجمع الزوائد، حصہ ۱: ۲۵۶-۲۵۷)

میں طلب حدیث کے لیے کوچ کرنا اور سفر کرنا صحیحین اور کتب، ہر امام ابوحنبلہؒ کیسے اپنے شیعہ کے مشائخ سے روایت لینے پر آمادہ کرتے؟ یہ ایک غریب موضوع ہے جس پر طوائف سے گفتگو نہیں کریں کہ اور اس موضوع پر علامہ مفتی الفتح عظیم احمد عثمانی (الترغی: ۱۳۹۳) اپنی کتاب "اصول الفوائد" میں لکھتے ہیں کہ امام ابوحنبلہؒ نے پاکستان میں "اعلام السنن" کے ساتھ "توحید و اصحابہ المسندون" کے نام سے شائع ہوئی۔ میں اپنے مقالے میں لکھا تھا کہ جس کا مجموعہ کہیں اور مل سکے گا۔

تو اسے شیخ علامہ مفتی حضرت مولانا محمد عبدالرشید نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ (ولادت ۱۳۳۳ھ - وفات ۱۴۲۲ھ) نے اپنی مفید تصنیف "مکملۃ ائمی حنیفہ فی الحدیث" کا اس موضوع پر اگلی ہی عمر اضافہ کیا اور اسے شیخ علامہ عبدالفتاح کی تفسیر و ترجمہ اللہ نے ان کے لیے طبع فرمایا اور یہ اضافہ زریں اور ثابت ہوا۔

پھر ایک اور کتاب "کتبہ دہمہ قاسم الدیوبی کی مکملۃ الاسلام ائمی سنیہ" میں

المسندون" کے نام سے شائع ہوئی، جس میں جدید اور محدود مسند اور مسند صواب اکٹھا کیا گیا ہے اور یہ چھ مصنفات پر مشتمل ہے، ان اشخاص اور مذاہب کے باوجود بعض داخل اس سلسلے اختلاف امام کی شان میں پہلی صورت گشتی سے باز رہے تھے۔ ۱۲

اس بات کے اعتراف میں ہمیں کوئی باک نہیں کہ امام ابوحنبلہؒ نے اکیلے تمام احادیث کا مطالعہ نہیں کیا اور نہ ہی امام شافعی تمام مسندوں کو لکھا کر سکے اور شیخ قول امام مالک اور امام احمد پر بھی صادق آتا ہے امام ابوحنبلہؒ، لیکن بنی حدیث اور اہل سنت کے ہر بات صادق آتی ہے اور اس موضوع سے متعلق چند مثالیں بھی میں پیش کرنا چاہتا ہوں، جس سے یہ واضح ہوگا کہ بعض احادیث کو بعض فقہاء روایت نہیں سمجھیں۔ رضی اللہ عنہما۔

امام ابوحنبلہؒ کا مسلک یہ ہے کہ ایک شخص سب کوئی چیز دھت کر دے تو اس کا نقد کرنا اس پر لازم نہیں۔ بلکہ وہ چاہے تو رجوع کر سکا ہے الایہ کہ وہ اس کو اجبت کے نام سے نافذ کر دے، یا قاضی عہدہ سے اور اگر وہ وقت میں امام ابوحنبلہؒ رحمہ اللہ سے کوئی قول ثابت نہیں اس مسئلہ میں ان کے اپنے اصحاب امام محمد رحمہ اللہ سے جو ان کے شاگرد ہیں، ان سے اختلاف کیا اور دیگر علماء اور ائمہ نے بھی اختلاف کیا ہے اور وہ سب متفق ہیں خود بھی صحیحین یعنی امام ابوحنبلہؒ سے اور امام محمد کے قول پر یا دیا گیا ہے کہ وقت لازم ہو جاتا ہے اور (اس میں رجوع کا حق نہیں، چاہے۔)

عینی بن ابیانی کہتے ہیں کہ جب ابوحنبلہؒ نے قزوین امام ابوحنبلہؒ رحمہ اللہ سے کوئی پر قائم تھے تو اوقات کے فروخت کے جواز پر فتویٰ دیتے تھے پھر اسامی بن علی نے اپنی تصانیف میں سے، انہوں نے تابع سے، انہوں نے ابن عمر سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خبر کا حصر صدق کر دینے والی روایت سنائی تو امام ابوحنبلہؒ نے چنگھتہ کی طرح حدیث کے سبکی امام تھے، کہتے تھے۔

"یہاں حدیث سے جس کے خلاف عمل کرنے کی کوئی کھلی معلوم نہیں ہوتی اور اگر یہ حدیث ابوحنبلہؒ کا حکم تو کہیں اس کے خلاف فتویٰ نہ دے، لہذا اس کے مطابق عمل کرتے۔"





چوتھے سبب پر وارد ہونے والے تین شبہات

اختلاف افکار کے اس سبب کے بارے میں تجویزات کا اظہار کیا گیا ہے۔ جن کو نقل کر کے آگے میں ان کے جذبات بھی لکھوں گا، لیکن اس موضوع کو شروع کرنے سے قبل میں ایک اور سوال کا جواب دینا چاہتا ہوں جو بعض لوگوں کو پریشان کر سکتا ہے اور وہ سوال یہ ہے کہ اس سبب کو آخری سبب کیوں قرار دیا گیا؟

اس کا جواب ہے کہ میں نے قصہ اور جان بوجھ کر اس وجہ کو سب کے اُطر میں دکھا ہے اور مجھے اس بات کا اگلی طرح علم ہے کہ مجھ سے لوگوں کی قریات میں یہ سب اہل اسلام کے طور پر اور لوگوں کی زبانوں پر بھی بہت کھڑت سے اس کا ذکر ہفتہ میں آیا ہے۔ اور جب اسی سے کوئی سوال کرتا ہے کہ کائنات حدیث پر اہل امام نے کیا عمل نہیں کیا؟ تو ایک سلی جواب دیتا ہے کہ ان کو یہ حدیث پہنچی نہیں، وہ ان کو اس حدیث کا علم ہی نہ رہا، اگر علم ہو جاتا تو ضرور اس پر عمل کرتے کیوں کہ حدیث نبویؐ کا احاطہ کسی ایک فرد کے بس کی بات تھی نہیں؟ ایسے دیکھنے والے مخالف اہل لوگوں کے اسی کیسے نام پر وہ بات کی گئی ہے جس سے بعد جواب دیتا ہے۔

اول۔ یہ کہ ان لوگوں نے حضرت امام ابوحنیفہؒ سے احادیث کو اپنی کتابوں کا مکمل مجموعہ  
مطالعہ نہیں کیا۔ تاکہ ان کو کم از کم اپنی دلیل و ثبوت آنے کے ساتھ امام صاحب کو اس لحاظ  
پر دعوت کا چاروں کلمہ ملتا۔ اس لیے اس کے خلاف کو اختیار کر لیا۔ بلکہ بعض تمام دہلی علم  
کے بارے میں تو قس کے لیے یہاں تک سنا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ امام صاحب کو مشہور  
حدیث ۳۷ صلاۃ الا علی و الصلاۃ علیہ کا بھی علم نہ تھا۔ آپ کو اس حدیث کے کو اپنی مشہور  
و مشروح مستدرک میں وہ حدیث دعوت کرتے ہیں اور مستدرک کی حقیقت شدادوں سے اور اپنی بارز و فصیح  
تحریرات سے بوجھ گئی ہے۔

ہمارے مشائخ کے شیخ علامہ محقق محمد علیہ اعظمی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مسلم الوصول بشرح معالم السنن للاسکریؒ (۳-۴۹۹) میں جنس مقام پر دو حدیثیں منقولہ الفقہاءؒ کی

بحث کرتے ہیں کیا سچ ہے کہ امام فخرالمرکبات جی کہ جو حدیث امام جوینیؒ نے لکھی ہو امام  
الحرمین نے بھی یہ تصریح کی ہے اور جو چند طریقوں کے بعد لکھا کہ ان امام نے کہا ہے سب  
یکہو امام جوینیؒ کے حسب سے وہ تحقیق کی دلیل ہے کہ ان کی جو حدیث بھی امام جوینیؒ سے  
مذکورہ آئی کی سند میں مذکور ہے میں (مؤلف) کہتا ہوں کہ بات بھی سچی ہی ہے۔

یہ کتاب افکار میں جامعیت کثیر<sup>۱۲</sup> اور جامعہ اسلامی کی استعداد کی ترقیب میں آخری حدیث ہے جس کی شرح محمد حسن سنہلی نے تصبیح افکار (ص: ۱۳۷) کے نام سے اس کی سند کو دل جان کیا ہے۔ رواہ ابوحنیفہ عن شیعہ حماد بن ابی سلمہ عن ابراہیم النخعی عن الأسود بن زید عن عبد بن العطاء عن ابی الیاس عن ابی اسحاق بن علی بن مرزوقی النخعی۔

معجم الترمذی، الامام ابی بکر الاصل (۳۲۰-۳۲۹) میں حضرت امیر  
الطریقہ مسعودی سے روایت ہے کہ جب تک اس حال میں کرے کہ وہ مٹی ہو تو اس کو نہ دے کہ لوہا  
پا پیہ اور سفیان ثوری نے کہا کہ ہر امام مٹی کیے تھے کہ اس مٹی کو کھڑا کر لینا چاہتے تھے اور یہ  
فرمانے کے بعد سفیان ثوری ہر امام مٹی کے اس قول پر جواب کرتے کہ تمہارا ان سے شخص ہی  
نہایت نے کہا تھا یہ ہر امام نے یہ حدیث نہیں سنی کہ مٹی آدمی کا رزق ہے، سفیان کہتے  
تھے: کیوں نہیں سنی؟ ہم نے حجاز سے جان کیا وہاں سے ہر امام مٹی لے، انھوں نے کہا: اور  
میں حاکم، ہر امام مٹی ہی کے ساتھ سے سفیان ثوری نے اسی وقت روایت کیا، ہر امام مٹی کو یہ  
حدیث پہنچی اور انھوں نے اس کو جان بھی کیا۔ آپ نے دیکھا کہ محض اس حدیث پر ہر امام مٹی  
کے بارے میں کہہ دیا کہ شاید ان کو یہ حدیث نہیں پہنچی مادی وقت اس کی مٹائی ظاہر ہوئی  
ایسے واقعات سے عبرت حاصل کرتی چاہئے اور اگر کوئی یہ کہے کہ ہم نے امام ابوحنیفہ کی تمام  
کتاہیں کا پانا استیعاب مطالعہ کیا اور طوبہ! ابھی خرچ تلاش کے بارے میں ہمیں ان کی کتابوں  
میں یہ حدیث نہیں ملی، تب بھی اس کے لئے یہ گواہی نہیں ملتی کہ کتاب میں ذکر نہ ہونے  
سے اس کے طعن کی بھی گنجی کہ نہ، کیا ابھی اس کی کہ کوئی گنجی بخاری یا مسند میں کوئی گنجی

لاخلاف حدیث کو کھالی کرے اور اول سے آخر تک دونوں کتابوں پر چڑھ اے اور ہر مکتبی حدیث سے لے کر آپ پر لکھیں کہ کتنے کان دونوں اثر کو اس حدیث کا علم تھا، کیوں کہ انھوں نے اس بات کا احترام ہی نہیں کیا کہ وہ ہر مکتب سے حدیث کو کتاب میں ذکر بھی کریں گے۔ دوسری بات یہ کہ جب میں قرآنی ہے کہ امام ابن حنیفہ سے اس حدیث کے علم کی نفی بغیر کسی دلیل جلت اور برہان کے ہو اس میں تیر چار لے کے سوا اور کیا ہے؟ مسلمانوں کے سامنے بڑے امام پر ایسی اثر امر شرعی کیسے برداشت کی جائے؟ کیا اس الزام لگانے والے کو خود امام ابن حنیفہ نے یہ کیا ہے کہ مجھے یہ حدیث نہیں ملی۔ ہاں کیا تمہارے علم کی حقیقت ہوئی اور تم کس وجہ کی امامت پر فخر کرو؟

اس لیے اس سبب کو سب سے اول میں ذکر کیا کہ اسلام نے جو ادب سکھایا اس کے سب سے زیادہ مستحقین اثر اسلام ہیں جنھوں نے دین دلت ایک کر کے اس دنیا کی خدمت کی اور وہ امت کے محبین ہیں، کیا اسان کا بدلہ دیا جاتا ہے؟ ادب کا تقاضا یہ ہے کہ اسنے بڑے صاحب کو ایسی حدیث کے بعد علم کا الزام نہ لگائے جس سے یہ مضمر یا قس علم ملے یا خیر ہے۔

امام بخاری نے مناقب شافعی (۱۵۲۲) میں کیا امور دیا تھیں ہے۔ فرمایا کہ:

”سید بن احمد مری کہتے ہیں کہ میں امام احمد بن حنبل کی مجلس میں حاضر ہوا اور ہم کی سنت پر مذاکرہ کر رہے تھے تو ایک شخص نے امام احمد سے کہا کہ اس مسئلہ میں کج حدیث ملے گی تو امام احمد نے جواب دیا کہ اگر کج حدیث ملے گی تو امام شافعی کا قول تو مانا جاتا ہے اور ان کی دلیل اس مسئلہ میں مضبوط قرینی دلیل ہے اور ہر اس شخص کو اپنے مسئلہ پر امام شافعی اور احمد جب کوئی قول اختیار کرتے ہیں تو ان کے پاس سند سے دلیل ہوتی ہے اور ہر مکتبی دلیل ملے ہوتی ہے اور ہر مکتبی دلیل ملے گی۔“

علم حدیث کے مسلم امام احمد بن حنبل جیسے قائد حدیث سے امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ میں نے امام شافعی سے سوال کیا کہ ان مسائل میں آپ کیا کہتے ہیں؟ تو

انھوں نے مسئلہ کا جواب دیا، میں نے عرض کیا کیا اس بارے میں حدیث کا کتاب سے کوئی دلیل ہے؟ تو انھوں نے اسی دلت ایک حدیث نکالی جو مسئلہ کے اثبات میں ایسی قویٰ شرعی کہ دوسرے کی حق کا اس میں حائل ہی نہ رہتا۔

یہ امر کے ساتھ امام احمد کے ادب کا معاملہ تھا، ہر مسلمان کو بطریق کوئی ایسے ادب اور احترام سے آراستہ ہونا چاہیے۔ ان کے ساتھ امام احمد کا ایک اور ادب ملاحظہ ہو جلد اتحاد بیب (۲۲۶) میں اصحابی بن اسماعیل کا خلافتی شکستہ ردیوں میں سے جب ابن کی تخریف خدام احمد بن حنبل سے منقول ہے امام احمد کو یہ بات پہنچی کہ اسان کے مشہور امام حدیث عبد الرحمن بن مہدی رحمہ اللہ کے بارے میں کوئی نامناسب بات کہہ رہی ہے۔ امام احمد اس پر فحشہ تک ہو گئے اور ان سے کہنے لگے کہ تم کو کیا ہو گیا ہے؟ بدانت و دشمنار سے لے کر تمہارا ان سے کیا واسطہ ہے؟ تم کو کیا حق ہے ایسے اثر کے بارے میں مانگہ کہنے لگا۔

اور مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موضوع کو شخص اللہ کے اقوال پر غصہ کیا جائے جو اس سلسلہ میں ان سے حائل ہیں۔

امام ابو اسحاق اصفہانی مکی (الوفی ۳۰۳ھ) اپنی کتاب الکلیس (ص ۳۰۲-۳۰۳) میں فرماتے ہیں:

”جو کجا احادیث کی نقل اور صحت احادیث کے بارے میں کسی نے یہ سب نہیں کہ اس کی خبر اور پہلی ہی مجلس تحقیق کے کرنے لگے، اور حدیث کے کوئی اور شخص کو کسی سماع، اور عام علم میں استعمال و ذکر سے گراں دلت سب اس کے بارے میں پرہیز حاصل کرتے۔“

اور وہ علم روایت حدیث اور تصحیح احادیث کے علاوہ دوسری قسم کا علم ہے، علم فقہاء سے دریافت کرنے اور حدیث کی معرفت کے ساتھ اثر کرنا، یہ میرے لئے اسلوب کی معرفت سے آتا ہے، کیوں کہ حدیث میں شایع اور مشہور دونوں قسمیں پائی جاتی ہیں اور موضوع کا استعمال کسی طرح جائز نہیں۔ اس لیے کہ وہ موضوع ہو سکتی ہے اور حدیث کے ایسے معانی







”اگر ہوا زانی نے اپنی ہزار سال کی تھکے جو لپٹا اچھا مافقت ہے۔“

الہامی شری جو ایک صحت ہیں اور لائق کے نام نہیں فرماتے ہیں کہ:

”میں نے حدیث میں گوروں کو سنا کہ عابد ہے۔“

اگر آپ سلطان فی ”کتاب کتب الشارحات“ (۱۸۵۷ء) میں لکھتے ہیں کہ:

آج بھی نے کہا کہ:

”میرے مریدوں اور مریدوں کو قرأت کے کام ہیں، میں نے ان سے ان کو

سنا کہ شری اور قرآن اور عربی زبان کے بارے میں دو بات کی، انھوں نے سب کے

جوابات دیے یہ جیسے عرب کے قلوب میں ہوں۔“

### دوسرا شب

دوسرا شب یہ بتایا گیا تھا ہے کہ جدید کی کتابیں آج کے دور میں بہت زیادہ

قدیم کے کثرت سے چلی جاتی ہیں اور تحقیق کرنے والوں اور محاسنین کے لیے ان کا

مصول بھی بہت کم ان ساریں کے زیادہ آسان اور سہل ہے اور پھر ان سے ۱۸۵۷ء کر کے

میں بھی طبیعت اور دنیاویں کے سبب جو مختلف اقسام پر مشتمل ہیں، حقدین کے استفادہ کی بہ

نسبت زیادہ سہولت ہے کہ اب آسانی سے ان پر اختیار کیا جا سکتا ہے کوئی حدیث بہت اور سہل

جس کو اہل کے لیے اختیار کر لیا جائے ”اور کوئی ایسی ہی جو جگہ یا ثابت نہیں جس کو ترک

کرنے میں کسی تردد اور تذبذب کا شکار ہوتا مہم ہے؟ اور ان انعام علیہ کو جس کے سچ

ہونے کے دلائل حدیث سے ثابت اور ان کو باقی رکھا جائے اور جن کے لیے دلائل نہیں

اس کو چھوٹ کر الگ کر دیا جائے اس شبہ کا جواب بھی چند جہوں پر مشتمل ہے۔

(۱) یہ کام نیاست اور رعایت کی ایسی مثال ہے، جس کے بارے میں زمانہ قدیم کا

ایک شری پیش خدمت ہے:

و کلم للشیخ من کتب کمال

ولکن یس بدی عا حادھا

شج کے پاس بدی بدی کتابیں بہت ہی ہیں، لیکن وہ بدی نہیں کہ اس میں سے لکھا  
کیا ہے؟ اور جیسے کہا گیا ہے:

یس بعلم ما حوی القدر

ما العلم الا ما وعاء الصلو

علم نہیں جو کتابوں کے جیسے اسناد و قیاس بدی ہے، علم تو وہی ہے جو سینے میں محفوظ  
ہے۔ ہمارے تمام علماء کا حال اس سے مختلف نہیں جس کو ابن حزم (۱) نے اشعار میں بیان  
کیا ہے:

ما یل تحرقوا القوطاس لا تحرقوا القی

تصدہ القوطاس مل هو فی صغری

بسر معی حیث استقلت رکابی

ویرل لن ازل وبعث من ضرری

”اگر وہ کاغذ اور خط کو جلا دیں تو اس کو کس طرح جلا دیں گے جو میرے سینہ میں ہے؟“

جب میں سفر کرتا ہوں تو وہ میرے ساتھ رہتا ہے، اور جب میں نہیں چلاؤں تو وہ بھی

میرے ساتھ چلاؤں، ازل و بعث ہے یہی جگہ کہ قبر میں بھی میرے ساتھ ہی رہیں اور گئے۔“

طیب کی کتاب ”القدیہ والصدقہ“ (۱۸۵۸-۱۸۵۹ء) میں لکھا ہے کہ:

”بعض علماء نے کہا کہ انھوں نے بہت ساری کتابیں اکٹری کر لی ہیں کہا کہ

انہوں کی تعداد چالیس کی تعداد میں ہے، مگر کہا گیا کہ ان میں کہا کہ انہوں نے کہا کہ

کہا کہ انہوں نے کہا کہ انہوں نے کہا کہ انہوں نے کہا کہ انہوں نے کہا کہ انہوں نے کہا کہ

کہا کہ انہوں نے کہا کہ انہوں نے کہا کہ انہوں نے کہا کہ انہوں نے کہا کہ انہوں نے کہا کہ

کہا کہ انہوں نے کہا کہ انہوں نے کہا کہ انہوں نے کہا کہ انہوں نے کہا کہ انہوں نے کہا کہ

”اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا مدار کتابوں پر رکھا جائے تو جو کتابوں میں لکھا ہے وہ سارا کاسرا ایک عالم نہیں جانتا اور یہ تو کسی کو بھی غیب نہیں۔ بلکہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس حدیث کی کتابوں میں جو بار بار لکھا گیا ہے وہ اس کے بڑے علم میں نہیں رہا کرتے۔ لکن جو لوگ ان کتابوں کی کثرت سے پہلے ہو گئے وہ وہ حال میں سے کہیں زیادہ حدیث کے عالم تھے۔ ان کی کتابوں میں سے جتنے میں جتنی میں ان دونوں سے کسی کا زیادہ علم پایا ہوا تھا۔“

یہ انکی حقیقت ہے جس میں اس شخص کو کبھی شک نہ ہوا گا جو اس حدیث کو کہتا ہے ہمارے اندر لے آیا ہوا اس کے کہ بہت سے مسائل دونوں کے اور ایک بڑی مقدار ان کے میراث علم سے ہیں ان کتابوں کی شکل میں ہیں، لیکن یہ سب کچھ جو ان کے سنوں اور سالوں میں تھا اس کی نسبت بہت ہی کم مقدار ہے۔ جیسا کہ ابھی چند سطریں لکھیں یہیہ کے کام میں گذرا اور جیسا کہ حدیث میں سدا اور احمد بن الحارث کے کلام میں مذکور ہے۔

آج کے دور میں حدیث اور حدیث کی کتابوں میں سب سے وسیع اور بڑی کتاب کفر اہوال ہے جو کتب دینی کی تالیف ہے اس میں چھاپا نہیں چڑھا ہے زیادہ احادیث ہیں مگر اس سے استفادہ اس اعتبار سے جیسا کہ ابھی لکھا جاتا ہے آسان ہرگز نہیں۔ کیوں کہ ان کے بہت سے مصادر کی طرف رجوع ضرور ہے۔ ہمارے سامنے یہ حدیثیں دینی ہیں اس لیے معاملہ ان کی اسانید پر ہی موقوفہ ہے۔

مگر اہوال میں جو تعداد احادیث ہے وہ اس مقدار سے اچھائی قابل ہے جو امر مجتہد سے نقل کی گئیں انکی روایات جو انھوں نے خود میں جب کہ ان میں کمرات بھی بہت زیادہ ہیں، جیسا کہ چھپے گذرا کہ جو احادیث امام ابو حنیفہ نے ذکر کی ہیں وہ ستر ہزار سے کچھ زیادہ ہیں۔ قطع نظر ان روایات کے جو انھوں نے ذکر نہیں کیں اور ان کو کتاب کا قول ابھی گذرا کہ امام مالک نے ایک لاکھ احادیث روایت کیں، یہ اس کے علاوہ ہیں جو انھوں نے ہی نقل کی ہیں، لیکن روایت نہیں کیں۔

”اور امام احمد کے بارے میں مشہور ہے کہ انھوں نے اپنی سند کو سات لاکھ چھاس ہزار احادیث میں سے روایات منتخب کر کے اور چھانت کر ترتیب دیا۔“

قطیب نے ”السنن“ (۲۰۲ ص ۱۸۱) میں بھی اسی بیان کی طرف یہ بات منسوب کی کہ ان سے روایت کیا گیا کہ ”کیا ایک شخص کو ایک لاکھ احادیث یاد ہیں تو وہ فتویٰ دینے کا اہل ہے؟ اس طرح بچہ بچہ یہ چھتے چھتے جب پانچ لاکھ تک مسائل پہنچا تو فرمایا: میں امید کرتا ہوں۔ اس پر قطیب نے یہ تحقیق نہیں اور یہ مطلب ہرگز نہیں کہ فتویٰ دینے کے لیے وہ بیٹھے جو حدیث احادیث کے الفاظ کو یاد کر لے بغیر معرفت معانی اور خود و خوش کے، کیوں کہ علم کو فہم اور حدیث کا نام ہے صرف روایات میں کثرت اور ترجیح سے وہ فتویٰ کا اہل نہ ہو گا اور اس کا نام لاکھ نہیں کر کے کہ اس بڑی مقدار میں ہر قسم کی احادیث پائی جاتی ہیں، احادیث متوقف، موقوفہ اور متعدد اسانید والی روایات اور اس میں یہ فائدہ ہے کہ موقوفات اور محدود احادیث میں الفاظ کا اختلاف پایا جاتا ہے ہمارے اس استفادہ اور فہم معانی میں بہت مدد ملتی ہے اور اگر ہم فرض کر لیں کہ احادیث کی ایک بہت بڑی مقدار داخلہ اس میں ہر جگہ پائی جاتی ہے تو جس اختلاف کو ہم قہم کرنا چاہتے ہو وہ تو کچھ بھی قہم رہے گا جب تک اختلاف کے دوسرے اسباب موجود ہیں گے اور اس کثرت روایات اور سبب انھوں نے جو کہنا اختلاف کے پیدا کر کے میں دخل ہے وہ اس سبب دال کی بد نسبت بہت زیادہ ہے۔“

ایک قصہ ذکر کرتا ہوں جس میں ہجرت حاصل کرنے والوں کے لیے سامان ہجرت موجود ہے اور ایسے بہت سے شخص اور بھی ہیں۔

ماہر عربی نے ۴۰۰ حدیث الفاسل (۳۹۹ ص) میں یہ واقعہ بیان کیا ہے: ”ایک صورت تھوٹنے کی کہیں میں جا چکی جس میں کچھ عین اور کچھ اور ملک بنی سالم پہنچے حدیث کا ذکر کر رہے تھے صورت نے ان کو یہ سمجھنے کا حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے ماہر عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور ان سے اس کو روایت کیا ہوا ان کے علاوہ ابھی اور نے اس کو روایت نہیں کیا تو صورت

نے سوال کیا کہ کیا حاکم عدالت مراد سے کو حق ملے سکتی ہے؟ اور ساتھ قورمروں کو  
 "حق" دینا بھی تو سب سے خالص انتہا کرنا اور کسی نے کوئی جواب نہ دیا اور ایک  
 دوسرے کو دیکھتے گئے، اسے میں اوروہ آئے، ہر نے نظر آئے تو صورت کو کسی نے کہا  
 سامنے آئے، اسے اس شخص نے یہ چاہا۔ اسے میں وہ صورت کے قریب آچکے تھے تو  
 صورت نے بھی سوال کیا کہ سامنے پہنچا۔ اور پھر اسے جواب دیا کہ میں حاکم عدالت مراد سے  
 "حق" دے سکتی ہے کیوں کہ میں ان کا حق کی صورت سے میں انھیں من و کانٹہ دیتی ہوں  
 عنایہ پر یہ ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طرحہ کا ذکر بھی افشاء سے  
 فرمایا کہ تمہارا نہیں تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے اور دوسری دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ  
 عنہا کا یہ کہنا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک پائی تھی۔ دوسری صورت میں تھیں  
 حالت میں ہوئی تھی کہ نہ چپ اس نے زندہ داری کے سر کو پائی تھی۔ اور قورمہ کو طرح  
 اولیٰ دیا جا چکے۔ تو خدا کر کہنے والے کو ملے گئے۔ ہاں میں حدیث کو کلام میں نے  
 روایت کی ہے اور ہم اس کو اس طرح یعنی اذکار سے بچا لیا ہے اور اس کے مختلف طرق  
 اور روایات پر بحث کرنے لگے۔ صورت نے ان کا طلب کرتے ہوئے کہا: اب تک تم  
 سب کہاں تھے؟ یعنی وہ سوال کیا تو سب کو مابہ ہو گیا کہ اب اب اب اب اب اب اب  
 جان میں جان آئی اور روایات کا اجماع نکلا۔

امام کا حکم اپنے معاصرین اور متقدمین احمد حدیث کو جو ان روایت روایت کے لئے اور  
 پھر اس کو ادا کرنے اور حدیث کے لئے دور دور کا سفر کرنے والے تھے لیکن ان کی طرف  
 زیادہ التفات اور توجہ نہ تھی۔ امام شافعی کی مصداقیت کی طرف رجوع دینا ایک مشہور واقعہ  
 ہے تاکہ وہ امام شافعی کی صداقت اور روایت دلوں سے مستحضر نہ کریں اور جن کو امام احمد بن  
 حنبل نے یہ روایت اور فقہی کش کی وہ اپنے دور کے مشہور محدثین تھے۔ ان میں اسحاق بن  
 راہویہ، یحییٰ بن یحییٰ اور حنفی کی جیسے مشائخ وقت تھے جن میں سے ہر ایک مطلق حدیث اور  
 استیعاب اور نقد رجال کے تمام کچھ جانتے تھے۔ (آداب الفقہاء و مناقبہ، ص ۴۳)

اور (مستند الفقہاء للشیخین ۳۸۵) کا اگر حدیث کی روایت پر اطلاع ہوتا کافی ہوتا  
 جیسا انھوں نے اسلام کے بعض معززوں اور جاحلوں کا خیال ہے تو امام احمد کی اس روایت کی شکوئی  
 ضرورت تھی، نقد و معرکات: بلکہ ان کو امام شافعی کے پاس کی صحبت کا کوئی منہ نہ پہنچ نہ  
 ہوتا جب کہ وہ یہ بھی دیکھتے تھے کہ امام شافعی و صحابہ حدیث کی تحقیق میں ان کی طرف  
 رجوع فرماتے تھے اور میں ہوشیار فرماتے: "اگر کچھ حدیث ملے تو مجھے بھی اطلاع کر دو!"  
 "انتم اعلم بالحدیث والرجال منی"۔ تم حدیث اور اس کے دلوں کا علم مجھ سے  
 زیادہ رکھتے ہو۔ حدیث چاہے کو قد والوں کی ہو یا ہر دور و امام کی، مجھے بھی بتادیا کرتا کچھ  
 ہونے پر میں اس کو اختیار کرتوں اور اگر ہم یہ فرض بھی کریں کہ وہ مجھ سے احادیث اختیار کی  
 سلامتی کے لئے کافی ہیں۔ جیسا کہ انہیں یحییٰ بن یحییٰ اور ان کے ہم عصر محدثین کے پاس کچھ  
 احادیث کا اثر و نفیر تھا تو اختیار کی جا سکتی تھی۔ دوسرے شرائط کہاں جائیں گے؟ اور وہ کچھ  
 کا تمام علوم اسلامی میں ماہر اور کمال و تصدیق شرع کی معرفت کا حصول و نفیر ہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے ان اہل اس و نحو کو کہتے ہوئے اذکار میں پیش کیا ہے جیسا کہ  
 "طیبة" نے "الغلبہ والضعف" (۲/۱۵۷) میں لکھ لیا ہے، امام شافعی فرماتے ہیں کہ:

"اسے کہنے کے بارے میں کسی شخص کا اس وقت تک کوئی سادہ کرنے کی جرات

نہیں ہے جب تک وہ کتاب حفظ کے بارے میں موضوع مجھم کتابہ جاری نہ ہو، یا انھوں نے کسی روایت  
 کو اذکار پر کہاں آیا ہے کہ کیا ہو چکا ہو کہ اس حدیث میں جملہ دوسری امور اس کے بعد  
 حدیث دوسری حدیث صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نہ لیا جاتا ہو کہ وہ سب کچھ جانتا ہو  
 ہو کہ قرآن آتا ہے اس کا حاصل ہوا اور سخت اور دشواری نہ ہو کہ وہ کوئی حدیث و مطالب کا نام اور  
 اور ان چیزوں کی خاص خبر پر بصیرت رکھتا ہو جس کی قرآن و حدیث کی شریعت میں ضرورت  
 پائی ہے اور ان سب باتوں کے ساتھ ساتھ انھیں انصاف پسند ہو اور کمال و کمال ہو اور ان میں  
 رہنے والوں کے عرب اور اصحاب کے اختلاف سے واقف ہو کہ اس کا علاج کیا جائے تاکہ  
 ہے کہ وہ رجال و رجال کے بارے میں کوئی سادہ کرے اور وہ سب کچھ سب شرائط کی میں د

جانی، یا بھی تو اس کا علم ہی میں کیا کہ جسے یا لائق دینے کا کوئی حق نہیں ہے۔

اور انی ائمہ ائمہ نے ان باتوں پر کچھ اضافہ بھی کیا اور وہ یہ کہ:

”مسند علی بن ابی طالب علیہ السلام کی سیرت ہمارے دین کا مظہر اور مظہر کرنے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے احوال پر مظہر دینے کا واحد منبع ہے۔ اس سیرت کی ہادی اہانت اور احکام دین کے احکام کی سیرت ہے۔ اور جسٹ حاصل کا فرق یہ نہیں کہ سیرت اور احکام کا فرق ہے یا نہ ان سے نقل کرنے والوں کے احوال کا علم اور جو ان باتیں سے سوا ہے اس کے نقل کرنے ہیں سب کے ساتھ ساتھ ضروری ہے اس کا ان کے ساتھ اور اسلوب سے سیرت اور احوال نہ ہونے پائے اور عدلی کو سیرت و احکام کے ایک صوبہ پر یکساں نہیں۔“

یہ علم اور چل اور جرح و تعدیل ایک ایسا مسودہ ہے جس میں ایک طالب حدیث کی ساری فراہمی لگ سکتی ہے جب کہیں جا کر اس کو حدیث میں بصیرت حاصل ہوتی ہے۔

اس قسم کے مشروہ کا ذکر امام غزالی اور صفی اللہ نے بھی ”کنز العمال“ (ص ۶۶۲) میں کیا ہے اور کیا ہے کہ:

”فقیر الخس بھی دعا چاہے اور اصول کی کتابوں میں کسی عالم فقیہ کی اپنی تعریف جب کی جاتی تو اس کے لیے فقیہ الخس کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں اور محدثین فقیہ اہل دی اور فقیہ الخس دونوں کو استعمال کرتے ہیں اور اس کی صفات یہ ہیں: اپنے امام کے مذہب کا حافظہ اور اہل دی کے ہائی کردہ روایات کو کہتا ہو اور اس کی تدوین کے لیے کتب پر نظر پڑے اور تدوین کی صلاحیت رکھتا ہو۔“

اور یہ صفات قبول امام نووی اور صفی اللہ چوتھی صدی تک ان طریقے میں بکثرت پائی جاتی ہیں جنہوں نے مذہب امام کو مرعوب کیا۔ میں کہتا ہوں (مؤلف) کہ یہ صفات علماء مرعوبین کی ہیں البتہ جو صفت فقیہ الخس کی امام غزالی اور صفی اللہ نے بیان کی ہے وہ مجبوراً مطلق کی صفات میں سے ہیں اور علم مسودہ میں امام نووی نے جو صفات بیان کی ہیں، اس لیے وہ مصطفین وغیرہ ہیں جنہوں نے مذہب امام، سمجھا اور مذہب کے احکام کی ترمیم

و تدوین کا کام کیا، یہ صفات مرعوبین فی الذمہ سب کا اور امام غزالی نے تمام مرعوبین کا جو احوال مرعوبہ کر کے اور مجبوراً مشعل اور مجبوراً مطلق کا مقام محسوب ہے۔

اور مسودہ کے (ص ۱۳۲) میں اہل حبیہ و صوفیہ نے ایک طویل فصل میں یہ عنوان ”من وجہ نہ الفقوی او الفصد“ قائم کر کے بڑے نو اور اور نوادہ کا انکشاف کیا ہے۔ یعنی ان لوگوں کے بیان میں جو غزالی اور صفی اللہ کی اہانت دیکھتے ہیں اور خود انھیں صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پہلو کی اہانت بتلائی ہے۔

طبرانی نے ”معجم الاوسط“ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ اگر کسی مسئلہ میں میں نہیں کوئی امیر امر اللہ فرمائی ہے کہ میں اس میں امر کا بیان نہ کر دوں گا تو ہم کیا کریں فرمایا اس میں تمہارا اور عابد بنی سے مشورہ کرو اور کسی خاص شخص کی رائے پر عمل نہ کرو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علمائے کرام کو عبادت کا بھی اہانت بتلائی۔

امام نہانی نے ”مسنو مغربی“ میں عباد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر تم کو کوئی مسئلہ پیش آئے تو اس میں اللہ کی کتاب سے فیصلہ کرو اگر کتاب اللہ میں نہ ملے تو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ کرو اور سنت میں بھی نہ ملے تو امت کے صالحین سے مشورہ کرو اور وہ بھی خاموش ہو جائیں تو اپنی رائے سے اجتہاد کرو اور یہ سنت کو کہ میں تو دانتا ہوں، میں دانتا ہوں اس لیے کہ حلال بھی حرام بھی، اور ان کے درمیان جو اختلاف ہے، میں اس میں جو حکم کو لکھ میں اللہ سے اس کو چاہتا ہوں، اور اس کو اختیار کرو جو باطل اور اور اس کے پاس میں تمہارے دل میں کوئی تردید باقی نہ رہے۔ امام بخاری نے فرمایا کہ یہ حدیث جہ سے ہے اور پھر اسی حدیث سے مراد رضی اللہ عنہ کی کتاب جو خاص شرح کو اور سال کی بھی اس کو روایت کیا جس میں بھی مضمون صحیح اور شاذ تھا۔ اسی لیے ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ نے جب بعض علمائے کرام کے فیصلوں پر تنقید کی جو بہت نقد دہائی ہیں اور امام ابو حنیفہ کے شاگرد ہیں، تو کہا کہ جن لوگوں کے ہم مشعل لوگ باتوں کو عبادت کی

مشقت ادا ہے جس اور حدیث نبوی نے اس کو ملنا و آمال کی توفیق عطا فرمائی اور فرمایا کہ جنس نے اللہ تعالیٰ کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو توفیق سے نوازا یہ جنس بن غیاث بن یوسف کے ہم مسلک رہا جس میں اور امامین علیہ السلام کے شاگرد ہیں۔

محمد بن ابی بکر بن عبدالحکم اور ابی ہریرہ بن عقیل کے اصحاب میں سے ہیں جن کے بارے میں امام احمد فرماتے ہیں صالح جنس ہے اور ایسے صالحین کو کبھی اور حق بات کی توفیق دی جاتی ہے اور پھر میں نے اس میں عقیل کی کتاب "توضیح" میں چری روایت دیکھی کہ حج بن ابی الخثعم نے ان سے عرض فرماتے ہیں چہاں آپ کے بعد ہم کس سے سوال کیا کریں؟ تو فرمایا محمد بن ابی بکر اور ابی ہریرہ سے بعض ماضیوں نے کہا کہ وہ تو ائمہ جیسے عالم نہیں ہیں، فرمایا وہ صالح جنس ہے اور ایسے لوگ حق کو پا لیتے ہیں۔ لوگ طلب علم سے کل خوب عبادت کرتے تھے اس علم ایسے حال میں حاصل کریں کہ ان پر فضیلت لازم نہ آئے۔

مطہان ثوری کا قول ابن ابی حاتم نے "مقدمة الصحیح والصدوق" (ص ۹۵) میں نقل کیا ہے:

"کوئی جنس جب علم حاصل کرنے کا ارادہ کرے تو اس سے جس میں برکت ہو۔"

عبادت میں وقت گزار لیتا۔"

### تیسرا شبہ

پھر اس آخری سبب اختلاف کے بارے میں بعض لوگوں نے یہ شبہ پیش کیا ہے اگر ہر مجتہد کو سنت پر پوری گرفت اور اہمیت ہوتی تو بعض ان میں سے کسی مسئلہ میں ضعیف حدیث سے استدلال نہ کرتے جب کہ اسی مسئلہ میں دوسرے ائمہ کے پاس صحیح حدیث مل جاتی ہے اور وہ صحیح کتاب حدیث سے دوسرے ضعیف کو چھوڑ دیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ جس امام نے صحیح کے ہوتے ہوئے ضعیف سے احتجاج کیا ہے اس کو صحیح حدیث کا علم نہیں تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ائمہ کرام کے حالات اور سیرت کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو سنت کا پورا اور کافی علم حاصل تھا بلکہ ائمہ مجتہدین کا صحیح حدیث کے ہوتے ہوئے

ضعیف حدیث کا سہارا لینا جب کہ وہ اس کے مخالف بھی ہوں اس حکم میں جبہ مطالعہ اور تحقیق سے انہیں پرہیز کیا گیا ہے اور اس حقیقت کو واضح کرنے کے لیے چند محاکات کو پیش گزار کر دیں گے۔ (تا کہ جو مطالعہ اس حکم کے خلاف ہو دیکھا جاسکے اس کا ابطال ہو۔)

### چند محاکات

**پہلا محاکہ:** جرح علمی انہوں میں نہ کر کیا جاتا ہے۔ اور اسی امام کا حکم ہوتا ہے، لیکن جو امام حدیث فقہاء و استدلال کے طور پر اپنی کتابوں میں لاتے ہیں، وہ وہی دلیل نہیں ہوتے جو اس مسئلہ کو ثابت کرنے کے لیے امام مذہب نے اختیار کیے تھے۔ اس کی کوئی دلیل ان کی دلیل میں امام کی دلیل سے سوا نہ ہوتی ہے، لیکن اس کو پھر اس دلیل پر چسپاں، یا منطبق نہیں کیا جاسکتا جو خود امام نے دلیل کے طور پر اختیار کیا ہے، بلکہ مخالف کتاب کو کوئی حدیث امام کے مذہب کی تائید میں نظر آئی اور اس نے اس کو کوکھ دیا جب کہ امام کی دلیل کوئی اور ہوتی ہے۔ اور یہ صحیح یا غلط تھا کفر امام یہ عقیدہ دھارنے کے مذہب پر منطبق ہوتا ہے اور یہ اس لیے کہ خود امام ابوحنیفہ نے آپ کی مجلس فقہاء اور دلائل کتابوں میں ہادی نہیں کیے، اور یہی حال امام مالک اور امام احمد کا ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ نے بھی اپنی مشہور کتاب "الامام" میں بہت کم مقامات پر استیعاب سے کام لیا ہے۔

مثال کے طور پر جو امام حدیث "چاہے" میں امام مرغینانی عفی اللہ عنہ نے ذکر کی ہیں اور "سردار" میں جو ابن ابی زید الخیر دانی، ابی ہریرہ "الحدیث" میں شریعتی شافعی نے، اس کے علاوہ "المنہج" لاس فلالہ میں جو امام حدیث مذکور ہیں ان میں بہت ہی احادیث خود امام احمد اسب کے پر گزشتیں، اس لیے بعض لوگ کہتے تھے میں مذکور امام حدیث کمال کمال کر لاتے ہیں اور کہتے ہیں: کیسے ہم ایسے مجتہد کا قول مانیں جب کہ اس کتاب میں دوسرے ضعیف اور متروک اور غیر مرغوع احادیث ہیں؟ جن میں دوسرے سے اختلاف کیا گیا ہے اور منظور دایا سے کفر کفر اور مستقر کر دیا گیا ہے۔

اس بات پر دلیل کہ ہمارے فقہاء نے اس راہی کیا ہے، امام ابن الصلاح نے مقدمہ

(ص: ۱۵۰) میں حدیث کی کئی بحث کے اطر میں اتفاقاً (۱) اس کے عنوان سے لکھا ہے کسی حدیث پر عمل اور اس سے اعتدال کا طریقہ یہ ہے کہ ایسا شخص جو حدیث کی مراد کو سمجھتا ہو اور جس کو حدیث پر عمل کرنے کی کھٹکھٹ ہو یعنی شرانگہ و جھٹا اور شرح حدیث کی پوری صلاحیت رکھتا ہو یا ایسا شخص ہو جو صاحب حدیث کے لیے کسی دلیل سے اعتدال کی صلاحیت رکھتا ہو۔ وہ اصل کی طرف رجوع کرے۔ وہ اصل میں اس کے سامنے رہا ہو۔ یا مراد خود نہ دیکھے تو کوئی اور کرے، یہاں ۱۳ احتیاج نہ لکھی، مذهب کے اتفاق سے یہی بات کی، انکی طرح تاکید ہوئی ہے۔

انہی اقسام پر کتاب ”دائع الملوک“ کے پہلے کا ذکر میں لکھتے ہیں کہ:

”حدیث ۳۰ شیعہ تصدیق“ سے بعض اصحاب جو لے اعتدال کیا ہے،

جب کہ امام ابو کا انکی طرح معلوم ہے کہ کوئی حدیث قابل اعتدال ہے؟ اور کوئی روایت اس قابل نہیں؟ تحقیق سے ثابت ہوا کہ یہ بعض تابعین کا کام ہے جب کہ امامیوں نے قائل ہوئے ”المتن“ (۵۵۱۵) میں اس سے اعتدال کیا ہے۔

اور متنی نے اپنی ضمن (۱۰۹۶) میں یہ صراحت کی ہے کہ:

”یہ سنہری درخت تھا کہ امام کے دور میں انجم کا یہ کیا بعض اصحاب ابو

نے احتجاج کیا پھر اس بات کو ثابت کرنے کے لیے کافی ہے کہ صاحب حدیث خود

امام سے جو عمل لے اس حدیث سے اعتدال نہیں کیا۔“

### دوسرا ملاحظہ

تقریباً کبھی دلیل ذکر کرتے ہیں اور وہ صاحب الحدیث کی بھی دلیل ہوتی ہے تو محدث اس روایت کو حاضریہ حدیث کی کتابوں سے نکال کر لاتا ہے، جن کا زیادہ مذاہب فقہیہ کے اثر سے بہت بعد کا ہوتا ہے جیسے سنن ابو داؤد اور مسند احمد اور مسند ابی حنیفہ اور محدث ابن حنابلہ کی جان کردہ مسند اور طریق سے اس حدیث پر موضوع یا ضعیف ہونے کا حکم لگاتا ہے تو حدیث قابل احتجاج نہیں رہتی جب کہ امام الحدیث نے اپنی

خاص حد سے اس حدیث کو نکالا ہے اور وہ مستحکم بھی ہے اور قابل اعتدال بھی۔ (کیونکہ بعض اوقات جس روایت کی وجہ سے حدیث ضعیف ہوتی ہے وہ ان اثر کے صدور میں بعد و جہ میں آتا ہے۔ اس کے زمانے میں اس کا کام دیکھنا بھی نہیں ہوتا) تو جو حاضریہ حدیث کی کتب سے اس حدیث کی تخریج کرتا ہے وہ ایسا کرتا ہے، جن پر اصحاب تخریج اعتدال کرتے ہیں تو حدیث قابل حجت نہیں گردانتے اس لیے میں وضاحت پر اتر آتے ہیں اور جہاں غائب کی کتابوں میں اس کو حجتی کرنے کی دست افراہتیں ہیں، وہ اس حدیث کو بے ملحد اور گنہگار لے میں کامیاب ہو جاتے ہیں، میں اس کی ایک مثال اپنی کتابوں:

امام حنفی نے چاہے میں ”اور الواحد والحدود والشیعات انکو حدیث مرفوعہ قرار دے کر حجتی کیا ہے اور امام زہبی نے ”اصب الارب“ (۳۳۳۳) میں اس کو موقوف قرار دیا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تو قول عمر ہوا اور مرفوع کے جانے حدیث اور روایت منقطع ہوئی اور معاویہ بن ابی سفیان سمعوا اور حضرت بن عامر کا کام قرار دیا ہے جب کہ ان کے کتابوں میں ان اپنی مرفوعہ روایت آیا ہے جو متروک ہے، اور زہری کے کام سے بھی قرار دیا ہے جو تابعی ہیں اور ان کا کام قابل اعتدال نہیں ہے۔ انی لازم ہے اس کو مرفوع نہ بنا کر اپنی روایت کے مطابق زبان اور حکم کی حیثیہ رکھنی اور ان فقہاء پر گرفت کی مخصوص نے اس کو مرفوع کر لیا۔ (کھلی، ص: ۱۵۵)

علامہ کمال ابن ابیہام نے شیخ الفکر میں ان حزم پر گرفت کی اور اس روایت کے متنی کو کتب میں کی روایت سے حدیث کیا اور فرمایا کہ:

”مفسر علی الحدیث علیہ وسلم در حدیث کہ میں علی الحدیث سے جو کہ روایتی ہے ان میں غور کرنے سے معلوم ہوا کہ اس حدیث فقہی طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی ثابت ہے جیسا کہ فقہاء نے حکم لگایا ہے، کیوں کہ سب جانتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امر صحابی سے حکم فرمایا، حضرت قتادہ، حضرت انس، حضرت عمر، حضرت



جب اپنے اوپر انا کا فرض کیا تو آپ نے یہ سواہت کے طے کر لیے اور ساری اس وقت ہمارا  
 حوالہ دیا جو یہ سب اس نے کیا کیا کہ اگر وہ قرار کر لینے ان باتوں کا تو یہ کہہ دیا ہے  
 وہ ان باتوں کے لیے کہتے کہ اس کی مصلحت دوسرے اس کے کفر کے ساتھ میں کسی قسم کا  
 شہدہ ہے۔ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل دیکھنے کے لئے یہ سوال کیا کہ  
 جہاد کے عمل میں سربراہ ہوا دوسری باتوں کے قرار کیا کہ یہ سب آپ صلی اللہ علیہ  
 وسلم نے ان پر جہاد کی طرف سے کسی قسم کے فرض کے قرار میں یہ سوال نہیں کیا کہ جہاد  
 نہایت ضرورت ہو اور طاعن ہوگی اور دوسرے دوسرے اس حکم کا حاصل وہی لفظ ہے فقہاء  
 کہتے ہیں "محمودوا المخلود"۔ اگر وہ میں شہداء چاہئے تو یہ کہہ سکتا کہ وہ  
 انہی کی عمر اور شمس جتنی ہے وہ یہ ثابت کرتی ہے کہ حدیث مرفوعہ اور کتب کے ہر امام  
 صاحب اہل بیت رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی سند میں اہل بیت "محمودوا المخلود  
 بالقبول" سے نقل کر لی ہے۔ ہر امام اور طریقہ کی سند اس حدیث میں ملے ہے "مرفوعہ  
 مقسم عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اهل بيته  
 المخلود بالقبول"۔ ہر قسم کے جہاد میں ان باتوں کے صریح اصرار اور انہی  
 بآغوش میں سلیمان اور داؤد علیہ السلام نے کیے اور انہی عباس بن علی اور عوف بن  
 زیاد میں اس سند کے ساتھ وہ کوئی بھی نہ ہو سکتا۔

یہاں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اس کی اپنی خاص اسناد ہوتی ہیں ہر امام میں ان  
 کی اپنی احادیث کو خود ان کی کتابوں سے تخریج کرنے کی ضرورت ہے اور یہ ممکن نہ ہو تو  
 دوسرے محدثین کی کتب سے لیکن اس شرط پر کہ اپنی اس تخریج کا اثر کے ذمہ دار اور ان  
 کے ذمہ کو ضعیف کا عنوان نہ دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں نے علامہ مسلم قتلہ ابنہ کے  
 رسالہ "عمدة القاصي" میں ان احادیث کا استیوار لکھ دیکھا جو خطی سے تخریج احادیث  
 ہاں میں درج ہو گئے تھے اور مصادر و مصنف کی طرف رجوع کیا تھا اس طے نظر ہے کہ انہی نے اپنی  
 کے طرز عمل سے استفادہ کیا۔

۱۔ علامہ جلال الدین سیوطی کی وقت انہوں نے کہنے کہ سند امام اہل بیت کی طرف اس حدیث کو  
 منسوب کیا۔ (شرح معجم الجامع ۱۶۷۷) میں دوسری تخریج سے فرض نہیں فرمایا بلکہ میں نے  
 شیخ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ کا "رفع الاملام" (۱۸) میں یہ قول دیکھا ان وہ اپنی (کتاب  
 حدیث) کی قدیم سے نقل جو انہوں نے گذارے ہیں وہ حدیث میں سے نہیں لیا وہ حدیث اور  
 حدیث کا علم دیکھتے تھے کیونکہ حدیث کی ایک روایت ہے انہوں نے ایک ایک اور انہوں نے ان کو  
 کچھ قرار دیا کہ انہوں نے اور روایت ہم تک کسی قبول راوی سے پہنچتی ہے یا مطلق اسناد سے پہنچتی  
 ہے یا بالکل پہنچتی ہی نہیں۔

علامہ کمال بن ابیہامہ شیخ الحدیث (۲) نے فرماتے ہیں

"جو یہ کہتے ہیں کہ حدیث کے لئے ہر روایت میں ملے۔ نے (اپنی) کیا پسند میں  
 فقہاء کے بارے میں کوئی حدیث کا نہیں، اگر تسلیم کر لیا جائے کہ یہ بھی بھولتی ہیں چاہتا  
 کیونکہ اصل حدیث یہ مرفوعہ نہیں ہوتی بلکہ حدیث کا حسن حدیثی ہے۔ یہ اس قول کی  
 مانے ہے۔ اہل بیت حدیث کے کتب میں اختلاف کو سامنے رکھتا ہے، اگر اس کی  
 مانے میں کتب کے ہونے کو ترجیح دے تو ان کے لئے کچھ کچھ ہے اور چاہا تو وہی مسئلہ ہے اختلاف  
 ترجیح یا حدیث کے لیے تاریخ میں اس لیے کہ حدیث کی حدیث کی حدیث حدیث حدیث  
 میں اختلاف ہو چاہا کہ حدیث کی ترجیح کے لیے تاریخ میں اختلاف کا مطلب ہی یہی ہے  
 کہ حدیث کا قرار ہے ہیں ہر اصل طریقہ کے ہر امام کہ حدیث کی حدیث کی حدیث کی حدیث کی حدیث  
 قرار دے تو اس میں اختلاف کیا ہے اور (۳۷۷) میں یہی بات دیکھا کہ حدیث شریعہ کے  
 اعتبار کرنے اور نہ کرنے اور ان کی روایت کے دوسروں کے ساتھ ہی سے فیصلہ کرنا  
 ہے۔ (دراحدیث احمد کا قول دوسرے حدیث پر حدیث میں حدیث)

تیسرا اہل بیت

ابھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ انہوں نے حدیث کی دلیل واقعی ضعیف ہوتی ہے۔ وہ ان کی اپنی  
 سند کے لحاظ سے ہیں یا محدثین کا طریقہ کی اسناد کے اعتبار سے، لیکن اس ضعیف حدیث

کے معنی کے لیے تائید امت قرآن یا حدیث یا دونوں سے مل جاتی ہیں اس کی ایک مثال ملاحظہ کیجئے

فتواء کیجئے ہیں کہ طلاق مرد کا حق ہے اور ان میں اس کی مرفوع (مضلل) حدیث نقل کرتے ہیں۔ "طلاق کا حق ان کو ہے جو عورت سے تنجیح اور ہر مصلحت کا حق رکھتے ہیں" یہ حدیث کئی جگہ نے روایت کی ہے اور حدیث میں ہے۔ "مکملیٰ میں مگر ان کو یہ حدیث روایت کرتے ہیں جب کہ راوی ضعیف اور حلقہ حلقہ کرنے والا ہے اور کئی جگہ کے علاوہ دوسروں نے بھی روایت کی ہے اور کوئی روایت کلام سے خالی نہیں۔ اس سلسلے کی آخری بات "مکملیٰ" و "طحاوی" میں طحاوی شافعی کی ہے کہ اس روایت کے طرق اور اسانید ایسے ہیں جن کے بعض حصے سے بعض دوسرے حصے کو تقویت ملتی ہے جس نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اسی وجہ سے محسن کہا ہے کہ اسانید کثرت سے ہیں اور اس کے باوجود اگر حدیث کو مضبوطی قرار دیا جائے تو اس پر تنقید کرنے والوں کا استدلال کافی اور غیر مستحکم ہے اس لیے کہ اس معنی کو قرآنی آیات سے تقویت مل رہی ہے اور یہ روایت قرآن میں جس میں طلاق کی نسبت مرد کی طرف کی گئی ہے عورت کی طرف نہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا إِذَا طَلَقْتُمْ إِثْنًا طَلَقْتُمْ لَهَا يَنْصِبُوا إِلَيْهَا مِنْ أَشْيِ اللَّهِ﴾ (سورۃ طلاق) جب تم طلاق دو عورتوں کو تو طلاق دونوں کی حدت کے لیے۔ ﴿وَلَوْ زِدْنَا مُلَكُتُمْ إِبْنَاتًا لَفَأَخَذْنَا مِنْهُنَّ أَبْنَاءً﴾ (سورۃ طلاق) اگر تم طلاق دو عورتوں کو پس دو بچے ہائیکہ اپنی مدت کو ﴿وَلَوْ طَلَقْتُمْ مُلَكُتُمْ فَمَا يَصْبِرُنَّ إِلَّا بِرَأْسِ نَارٍ﴾ (سورۃ طلاق) اور طلاق دہی گئی عورتیں تین چار تک انکار کریں۔ عورت اثنیٰ تین طرح تک۔

اور ان اہم دوسرے احادیث میں نے "ازار المسند" (۱۹۵۷ء) میں اس پر صحیح کی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیثیں اگرچہ کلام ہے لیکن قرآن اس کے معنی کی تائید کرتا ہے اور اس پر لوگوں کا صل ہے۔

دوسری مثال: فتواء کا یہ قول ہے کہ: بیت اللہ میں داخل ہونے یا قضاے

حاجت کے وقت مرکوز حائض مستحب ہے اور یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم قضاے حاجت کے لیے بیت اللہ میں داخل ہوئے تو جوتے پہن لینے اور سر کوڑھا تک لپیٹنے۔ یہ ابن سعد کے الفاظ ہیں۔ طحاوی نے "المجامع المعتبر" (۱۹۸۷ء) میں ان کی طرف متوجہ کیا اور اس کی حدیث ابو بکر بن عبد اللہ بن حبیب بن صالح مرسل ہے۔ اس کتاب کے شارح الشافعی کہتے ہیں: امام زہبی نے اس حدیث میں ابو بکر راوی کو ضعیف قرار دیا ہے اور کئی نے بھی صحیح بن صالح سے روایت کیا اس میں بھی ابو بکر راوی ہیں تو حدیث ثابت نہ ہوئی۔ لیکن امام بخاری کتاب النکاح (حدیث ۳۳۷۷) میں "باب فصل اسو" و "باب من اصاب العیض" کے تحت عبد اللہ بن عقیل رضی اللہ عنہ کا اپنا قول جو اس پر بارے میں فرما رہے ہیں نقل کیا ہے۔ "فما یصلح منی و ما منی اللہ لم یطیع بحدیثہ" کلام بدیہی حاشیہ۔

دوسری روایت میں راوی کے اپنے الفاظ پر غصہ کیے گئے ہیں۔ "فما یصلح منی و ما منی اللہ لم یطیع بحدیثہ" میں نے مرکوز حائض کو یا عورت کو یا میں قضاے حاجت کے لیے بیٹھا ہوں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سر پر بیکھاول دینے یا ان کے کتھڑے یک حاجت کے وقت حاجت کے طور پر ان کے پاس معمول تھا۔

تیسری روایت میں حدیث کی گئی کی غریب پر بیعت میں سے مانجے ہیں کے آخر (ص: ۲۵۰) میں ہے کہ ابی بکر بن عبد اللہ نے "تقريب المسند" علی موطا ص: ۲۵۰ میں فرمایا ہے۔

"فتیہ حدیث کیجئے کہ کلام اس حدیث کا شک ہے جب اس کی حدیث کوئی حدیث

راوی مضمون مختلف نہ ہو، چاہے اس کی سند امت قرآن کے ساتھ پائی جاتی ہو، یا بعض

وسائل شریعت کے مطابق ہوتی ہو، یا حدیث اس کو نقل کرنے اور نقل کے لیے دلیل ہی

جاتی ہے اور اس دلیل سے حدیث میں جاتی ہے اور اس کی حاشیہ چاروں

ہوتی۔"

یہاں تک پہنچے ہیں اہم بات ذکر کروں گا جو کسی قدر تحصیل کے بغیر واضح نہیں ہوگی اور اس سے اختلاف اپنا چنگا رہ گئی ہے سہ کی اور بات نکل کر سامنے آ جائے گی۔  
امام مسلم فرماتے ہیں:

”امام شافعی کا اصل اثر ان امور پر ہے جن میں وہ حق و باطل کی کتابوں میں ذکر نہیں کیا مگر مسلمان میں وہ اصل قرار دیا اور مسند سے اٹھ کر لے لے کر ان اول سے منہ سے وہ اختلاف کر لے ہیں اور قیاس سے بھی اختلاف کر لے تھے جب ان کو وہ جگہ کے لیے اطمینان حاصل کیے۔ اور پھر اس وقت کو چاہے وہ قوی ہوں۔ یا نہ ہوں ذکر کرتے ہیں۔ جو قوی اندک ہے تو ہمیں ان سے اختلاف اور ادوات سے فرماتے اور جو قوی نہ ہوں ان سے اختلاف کا حدیث کی روایت میں کرتے یعنی اس کے ضعف کی طرف اشارہ فرماتے اور غیر قوی روایات کے بجائے اس وقت ان کا اصل اختلاف قرآن و مسند اور قیاس سے ہوتا۔“

اس سے معلوم ہوا کہ امام شافعی کا طریقہ اپنی کتابوں میں یہی رہا کہ قرآن و مسند سے مستند دلائل سے مضبوط کر کے بیان کرتے ہیں۔ مگر جو کچھ مسئلہ سے تحقیق صراحت سے بیان ہوا اس کو ذکر کرتے ہیں۔ وہ قوی ہو یا نہ ہو اور جو قوی نہ ہو اس کے ذکر کے ساتھ ان کے ضعیف ہونے کی طرف اشارہ بھی کر دیتے ہیں جو وہ دلائل ہوں وہ ابتداء میں اور سب سے مقدم ذکر کرتے ہیں۔ اس کے چند طور بعد امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”مگر پھر کے بعض احباب کی فکر یہ رہی کہ شرف ہے لیکن اہل کے بعض احباب فکر کرتی کہ یہ کیوں کر اس کے قیاس سے اس کی ابتداء ہے جو عقل احتجاج نہیں اور یہ طریقہ امام شافعی رحمہ اللہ کے اسلوب کے خلاف ہے اور امام شافعی قیاسی اعتبار پر کرتے تھے جو اس مسلم کا حرج اور اس لئے ذکر کیا ہے۔“

اول کے پیش کرنے میں اختلاف اور شاگرد کے طریقے میں اتنا واضح فرق ہے کہ اختلاف (امام شافعی) کو محدود دلائل کو مقدم کر کے اور شاگرد اس کو مقدم ذکر کرتے ہیں جو کمزور ہیں اور

اہم بات کے ضعف کی طرف اشارہ بھی فرماتے ہیں کہ ان کے شاگرد نے ابتداء میں تصرف کی طرف اشارہ نہ کر کے نہیں بھیجے اختلاف کے اسلوب کی ابتداء کی ہے۔“  
ابا داؤد نے فقہ کے معتبرین رحمہ کی دلیل ذکر کرتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف حدیث کو مستحب کر کے اس کا بھی ذکر کرتے ہیں اور محدثین اس کی تحقیق کر کے اختلاف دیتے ہیں کہ یہاں ملاں تابعی کا کام ہے اور حدیث نہیں۔

یہ کہ بعض گمان کرنے والے یہ گمان کر بیٹھے ہیں کہ وہ ہم فقہی قیاس کو علم ہوا اور فقہاء کی فقہ اور اجتہاد کا اجتہاد باطل ہوا۔ جب کہ مسئلہ کی دلیل قطعی اور ثابت ہوئی جب موجود رہتی ہے اور اس کا حد صرف علم پر نہیں ہوتا اس کی مثال یہ ہے کہ ایک روایت سے بعض فقہاء اختلاف کرتے ہیں کہ تشر اور مصر کی نماز دوسری ہے اس میں قرأت تدر سے نہیں۔ بلکہ آیت ہوگی۔ روایت یوں ہے: ”مسئلۃ الفہار عہدہ“ (دن کی نماز خاموش ہے) جب کہ حدیث باطل ہے اس کی کوئی اصل ثابت نہیں اور عرفہ (مصلیٰ) روایت نہیں: بلکہ بعض تابعین کا قول ہے جیسے مجاہد اور عبد اللہ بن مسعود جو تابعین کا قول ثابت ہونے پر مصلیٰ ان کی نمازوں کو پورا ہوا نہیں کرے گا۔ کیوں کہ اس اختلاف کے اثبات کے لیے دوسری قطعی دلیل موجود ہے۔

مجھے بخاری میں روایت ہے کہ: غیاث بن اداہ رضی اللہ عنہ سے یہ چہا گیا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم غیر اور مصر کی نمازوں میں قرأت کرتے تھے؟ تو کہا: ہاں آپ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ: آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ (کہ غیر اور مصر میں قرأت آیت پر بھی جاتی ہے) تو جواب دیا کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کے سنے سے معلوم ہوا۔ مجھے مسلم میں اس حدیث اور رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ہم نے غیر اور مصر کی نمازوں میں آپ کے قیام کی مقدار کا اعجازہ کھلی دور رکھتوں میں اذہ مسجد کی آیات کے برابر لگا اور بعد کی دور رکھتوں میں اعجازہ کھلی مقدار سے نصف کا تھا۔

یہ دونوں حدیثیں صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی ہیں اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس علم کے ساتھ مسلمانوں کا حوالہ دینا اہل اہل آراء سے جس کا کسی نے اتفاق نہیں کیا۔ تو علم ائمہ کے غیر و غیر کا علمی طور پر صحیح بنیاد پر قائم ہے۔ کسی مقلد حدیث پر اس کی بنیاد نہیں رکھی گئی۔ جو بعض سلف کا کلام ہے جن کی نہ تاریخ واجب ہے۔ نہ ان کا قول اعتبار کرنا لازم ہے۔ اور جو ان ائمہ حدیث سے اختلافی کرے جو ذاتی اعتبار سے ضعیف، لیکن خارجی شراہ کی وجہ سے قوی ہیں۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ وہ ذاتی طور پر قوی ہیں۔ جب کہ ہم طرہ اس ضعیف حدیث کے اتفاق کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنے کو چاہتے ہیں، بلکہ اس حدیث سے کہ علم پر مصداق کے ساتھ اتفاق والہیت کرتے ہیں۔

اس سادہ بھٹک کا حاصل اور خلاصہ یہ ہے کہ ضعیف اور اس قسم کی دوسری ائمہ حدیث جو میں اللہ کی حلال کتابوں میں ملتی ہیں، بعض وہ ہیں جو خود امام احمد ہب کے دلائل ہوتے ہیں اور ان کو ان کی روایتوں کی ہیں جو کتاب کے مخالف کی دلیلیں ہوتی ہیں اور صاحب طہ ہب کی تائید میں ان سے اختلافی مصلحت کتاب نے کیا ہوتا ہے۔ نہ کہ صاحب طہ ہب نے۔ اور کسی حدیث کے ضعیف ہونے سے اس کی بنیاد پر نکلنے جانے والے علم کا ضعیف ہونا لازم نہیں۔ اس لیے کہ بعض اوقات شراہ قرآنی اور کئی قیمتی سنت صحیحہ سے اس ضعیف حدیث کے مضمون کی صحت کے شراہ دریافت ہو جاتے ہیں۔

### چوتھا ملاحظہ

یہ کہ کبھی حدیث مجتہد اور محدثین دونوں کے اصول کے اعتبار سے ضعیف ثابت ہوتی ہے اور اس کے لیے ایسے شراہ بھی نہیں پائے جاتے جو اس کے معنی کو صحیح ثابت کردیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر اختلافی کیسے کیا؟

جواب یہ ہے کہ اپنے طہ ہب کی تائید میں امام احمد ہب ضعیف حدیث سے

اختلافی اس وقت کرتا ہے جب کہ اس مسئلہ میں اس ضعیف روایت کے علاوہ کوئی اور صحیح روایت نہ ملے۔ اس کی تفصیل سبب اول کے کلمہ تائید میں گذر چکی ہے کہ اس شرط پر اختلافی کیا جاتا ہے کہ اس روایت کا ضعف خود نہ ہو اس لیے کہ دائی اور قیاس سے بہر حال ضعیف روایت بہتر ہوتی ہے۔ دائی تعالیٰ اعظم

10/10/2014

اور یہاں ہے کہ بعض بدعتیہ تصوف راہدار کرتے ہیں اور بعض نہیں کرتے۔

(ج) حدیث شریف کے الفاظ کا حایت کرنا۔ (کہ روایت بالفاظِ خود یا بالفاظِ ائمہ) ہم نے اس کی شرح کے لیے ایک جملہ بھی دی، جہاں دونوں میں ایک روایت کے ایک ہی کلمہ میں اختلاف سامنے آیا۔ مثلاً: ”وَمَا دَانِكُمْ دَانِكُمْ“ اور ”مَا دَانِكُمْ دَانِكُمْ“۔

اسی لیے تمام الاصلیہ نے دعوتِ بالحق کے لیے راہی کے عربی زبان میں ماہر ہونے کی شرط کے ساتھ ساتھ دوسرے لوگ لکاتے ہیں، اس کے بغیر نہ لے کی شرط بھی لکائی ہے۔

(5) عربیت (خواہ عربیہ) کے لحاظ سے حدیث شریف کا بیجا گناہ اور اس کے لیے ہم نے ایسا مثال دی ہے جس کو فقہاء کے اختلاف میں داخل ہے۔ اور مثال اس کی نہیں (ہے) کی ہے۔ اور ایسا گناہی کے بعد سے زعمہ لکھا اور ہوس کو شرعی طور پر دینا کہا گیا ہے کہ اس کا گناہ سال ہے یا نہیں؟ (اس مثال میں عالم (مترجم) کو مثال ہے اس لیے کہ فقہی کتابوں میں نہیں کے مراد قطعے پر اختلاف مذکور ہے۔ اور کہ زعمہ اس لیے کہ زعمہ کو کوئی کتاب کے مثال کا پتہ نہ مل سکا ہے۔)

یہ اختلاف چند روایات کے سبب پیدا ہوا ہے۔ ان روایات میں سے ایک یہ ہے کہ حدیث کے الفاظ ”وَكُلُوا مِنْ ثَمَرِهِمْ“ میں دونوں جگہ ”وَكُلُوا“ کی رُش ہے یا دونوں کا نصب، اول ”وَكُلُوا“ رُش اور دوم ”وَكُلُوا“ نصب کے ساتھ ہے۔

اس سبب اول یہ کلام کے اختتام پر میں نے دو شیعہوں کا ذکر کیا ہے جو لوگوں کو گواہی دیتے ہیں:

۱- چکر "ایدا" قسم الحکومت فہر منظر۔"

— ۲۰ —

مکمل کا نام ہے اس پر بحث کر کے یہ واضح کیا ہے کہ "اذا صح الحديث فهو معلوم" سے اگر کرام کی مراد ہے کہ صحیح بھی ہو اور عمل کی صلاحیت بھی رکھے اور اس پر عمل

فلا

حکومت نے کامیاب خطہ تعمیر علیٰ احادیث اہل بیت (ع) کے علوم کا حاصل کرنا اور اشتیاق کرنا اور اپنے احترام اور حق کے لیے علوم نبوت کو بجا دینا اور لوگوں میں حد بشریہ کی تبلیغ (اور اشتیاق) کا بیج کرنا اور اہل بیت کے استعمال سے اجتناب کرنا اور اپنا عقائد کہ میں میں شکوک سے بچنے کی گہرونی ضرورت ہے جو خطہ کے سامنے تھے جس میں ہی حاصل ہو سکتی ہے کہ اس میں چاروں سے اجابت ہے۔

مگر سب بولیں میں ہم نے اس بات کا جاننا تو کیا ہے کہ حدیث شریف کس وقت کا اصل مکمل ہوئی ہے اور اس کا حقیقی ہم نے چار کا حد بیان کیے ہیں۔ جن کا کھٹہ کا ہے حد ہم اور ضروری ہے حدود و ارکان کا ہیں۔

(نفس) سے بچنے کے لئے کی بعض شرط میں اختلاف ہو اس بات کی طرح کی عہد کرام نے صحت کے بعض شرط میں اختلاف کیا ہے جس کے نتیجے میں بعض فقہی اختلافات پیدا ہوئے۔

(۱) اگر حدیث پر عمل کے لیے حدیث کا صحیح ہونا شرط ہے؟ جواب میں ہم نے یہ بات کا احتیاط کر رکھا کہ فقہاء اور محدثین کی ایک تعداد پر شرط نہیں لگائی، بلکہ ضعیف حدیث پر بھی اس شرط کے ساتھ عمل کی کئی مثالیں داتی ہے جبکہ اس باب میں حدیث ضعیف کے علاوہ دوسری کوئی حدیث نہ ہو۔ یہ فقہاء ضعیف حدیث پر عمل کو کافی اس قدر مقرر کرتے ہیں۔

کچھ ائمہ حدیث ضعیف سے روک ٹوک میں تخریج کا کام لیتے ہیں، جب کہ دوسروں نے حدیثیں انکی سادہ کی حیثیت سے کہیں کہ اس ضعیف حدیث کے علاوہ دلائل میں سے کسی ایک کو تخریج دینے کے لیے کوئی اور طریقہ نہ ہو۔ اس مقام پر بھی کچھ اختلاف اس مقام پر پیدا

کی راہ میں ملنے پر کاوش نہ ہوں، جو اس پر عمل کرنا ممکن نہ ہو۔ اور یہ ثابت کیا کہ احکام کے اس قول کے مطلب بھی ان کے مثل آخر ہیں۔ ہر شخص نہیں ۱۱

اور ملائے سادھن میں سے بعض نے احکام کے اس قول کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کی، تو لفظی میں جتنا ہوئے، یا حکم کی تفسیق میں تردد کا مظاہر ہوئے۔ اور اس میں ہمارے لیے بڑا سبق اور عبرت کا سامان ہے۔

(۲) اسی طرح میں نے اس قول: "صحیحۃ الحدیث کما فیہ للعقل" یعنی حدیث کا صحیح ہونا عقل کے لیے کافی ہے کے قائل کی تفسیر بھی کاڑا اور بھی کیا اور یہ کہ اس حکم کا انجام بھی دینا ہی ہے جیسے "بما صحیح الحدیث فهو مدعی" کے ترجمے سے ہوا اور اس کا جواب دیا گیا وہی اس کا بھی جواب ہے۔

پھر میں نے بعض لوگوں کے اس قول کا تجویز کیا کہ جو کہتے ہیں کہ ہم اجماع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہیں اور ان کے خلاف دوسرے لوگوں کی اجماع کے سامنے نہیں۔ میں نے یہ ثابت کیا کہ اگرچہ یہ اپنے اجتہاد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجماع کرتے والے اور اس اجماع کے بڑے تلامذہ ہیں اور پابند ہیں۔

فیک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف منتقل ہونے کے خطرے کی میں نے یہاں وضاحت کی کہ یہ انتقال اس قابل نہیں کہ احکام کے بیان کردہ قائل میں ترجیح کا سبب بن سکے۔

سبب بنتی۔ جہیز حدیث میں اختلاف پایا ہے۔ پر حکام کرتے ہوئے ہمارے لیے یہ بات عمل کرنا سزاؤنی کہ اس اختلاف کے پیدا ہونے کا سبب وہاں نہیں ہیں:

احکام کے مدارک عقلی کا کھدوت جو فطری بھی ہے اور انسانی بھی۔ اور اس کے اثبات کے لیے ہم نے دلائل اور مثالیں یہاں کیں۔ مثلاً امام ابوحنیفہ کا اجماع کے ساتھ واقعہ اور محمد بن حسن کا شیعہ بنی ہاشم اور امام احمد بن حنبل کا امام شافعی سے مذاکرہ وغیرہ۔

اس کے بعد میں نے اس انتہائی اہم اور عجیب امر پر حسیں کی یہ تفسیر دی ہے کہ یہ کتاب نہ صرف حدیث کے لیے قیام بخیر اور شرع کی حیثیت رکھتا ہے اور نقد کا دین سے الگ

کہا جاتا یا اس کی لگی سادھن کے ابطال کے مترادف ہوگا، جس کے نتیجہ میں کتاب وحدت کے اصول پر بھی مشکل ہو کر رہ جائیگی۔

میں نے اس کے بعد ایک اور اہم فلسفی کی بنیاد پر بھی کی جو بعض لوگوں کی طرف سے ماننے لائی کہ وہ لوگوں کے سامنے اپنے عقائد کو "قرائتہ و کتاب" یا "تقریرات" کے عنوان سے اس اعلان سے پیش کرتے ہیں کہ اس میں باخبر مسلمانوں کی لائق کتاب وحدت کی طرف منسوب کرنے کے ہمارے غور و فکر کی اذیت کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر قرآنی تفسیر، روایتی کی طرف منسوب ہے۔ کتاب وحدت کی طرف نہیں۔ جب کہ روایتی فقہ کا کتاب وحدت کی طرف منسوب کر دیا ہے۔

سبب ثالثہ: یہ حکام کرتے ہوئے، جو حضرات روایات کو جمع کرنے کے خارجی اختلاف سے تعلق رکھتا ہے میں نے حضرات روایات کے جمع کرنے کے مراحل کو بیان کیا۔ اور وہ یہ ہیں کہ اصل اگرچہ ممکن ہو تو دونوں روایات کو جمع کیا جائے۔ ورنہ شیخ کے دعویٰ کو رد کیا۔ قرآن سے ثابت کیا جائے اور شیخ کو اختیار کر کے شیخ پر عمل کیا جائے۔ اور اگر شیخ کے دعویٰ پر عمل قائم نہ ہو سکے تو دونوں روایات کے درمیان ترجیح سے کام لیا جائے اور یہ بھی کہ شیخ کا دعویٰ یوں ہی اعتقاد سے کی بات نہیں، بلکہ اس کے کچھ اصول اور ضابطہ ہیں۔ اور یہ کوئی آسان کام نہیں، بلکہ بہت مشکل اور محنت طلب ہے۔

اسی طرح دو حضرات روایات کا تضاد اور رد کرنا بھی مشکل کام ہے، اس کے لیے وسیع مطالعہ اور معلومات اور قیام کا قبہ درکار ہے۔ دو حضرات روایات کو جمع کرنے کی وجہ بات بہت زیادہ ہیں جس کو مفاد امرائی نے ایک سو اسی عدد تک پہنچا دیا ہے۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ اس کے علاوہ اور بھی وجوہ ہیں۔

سبب رابع: یہ حکام کرتے ہوئے ہم نے بہت سے حقائق پیش کیے۔ اس سبب کا حدیث کی مطابقت کی وحدت کی بنیاد پر اختلاف سے تعلق ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر حدیث روایات حدیث کا انتہائی وسیع علم اور مطالعہ ہونے کے

پادریوں کی ایک کا تمام دایات پر اعتراض اور جانچ پڑتال ہے۔

حقیقت چاہیے: امام جوینید دسرا صدی کی حدیث کے بارے میں وسعت مطلوبات کو میں نے تفصیل سے بیان کیا اور مختلف نسخوں اور واقعات کو دلیل کے طور پر پیش کیا۔ اور یہ بھی کہ احادیث کے پڑے نہ ذخیرے کے حافظہ اور اس کی تمام مطلوبات سے واقف ہونے کے باوجود، وہ احادیث کی روایت کو ان سے بہت کم تعداد میں فرماتے تھے۔

حقیقت چاہیے: بعض اشخاص اپنے قادیانی اور اقوال سے دھجھ کرنا جب کہ ان سے اس کے خلاف روایات بیان کی گئیں۔ اور ان کا یہ اعتراض کہ ان احادیث کا ان کو علم نہ تھا۔

اور اس سبب غلط کا دوسرے سے تاخیر کے بارے میں ایک سوال کا جواب دینے ہوئے اس تاخیر کا بھی سبب لکھا کہ جیڑی ایک فطری اور عقلی امر ہے۔

ان کے بعد اس سبب پر بھی شبہات کا جواب لکھا جو اس پر وارد کیے گئے تھے۔ اور وہ تین شبہات درج ذیل ہیں:

(۱) بعض احادیث کا اثر کو علم نہ ہونا۔ اور اس پر یہ شبہ کہ ان سے اس مسئلہ کے بعض دوسرے کوئی بھی ایسے ہی جلی رہے ہوں گے۔ جیسا کہ حدیث ان پر جلی رہی۔ اور اسی طرح دوسرے اور بخیر مسئلہ میں بھی اشکال۔ میں نے لکھا کہ: ان آخر کے اصحاب نے ان احادیث کا ہر اک کیا اور واضح طور پر یہ بیان کیا۔ یہ بات اصولی علم اور عقلی طور پر بھی ایک قطعی صورت ظاہر ہے کہ ایک بار حکم کا اطلاق کل پر کیا جائے۔

(۲) بعض لوگوں کا خیال ہے کہ سند اور حدیث کی کتب کا حصول پہ نسبت قدیم زمانے کے آج کے دور میں زیادہ مشکل ہے۔ تو یہ ممکن ہے کہ اس ذیل پر کتب کو سامنے رکھ کر ہم ایک حدیث فقہی مذہب کی تشکیل کریں۔ یا موجودہ مذاہب سے استفادہ کرتے ہوئے کتب حدیث کی کثرت اور کل اہل علم کے سبب اقوالی دلیل کو اختیار کریں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ موجودہ تاخیر کتب حدیث میں جو احادیث موجود ہیں ان کی تعداد ان احادیث سے بہت کم ہے جن پر مطلع ہونے والی کتابوں میں ان کا ذکر کیا۔

دھری بات یہ ہے کہ اصل ضرورت ان احادیث کی اسانید پر غور کرنا ہے جبکہ مصری کتب میں اسانید پر غور کرنا اور اشکاف آسان نہیں۔

اسی طرح اس میدان علم میں کثرت حدیث اور زیادہ اثرات حدیث کی حامل کتب بلکہ یہاں تو دوسری قسم کے اشکاف اور ان کے اسباب کی کتابت ہی قصود ہے جن میں سے بعض کو میں نے ذکر کیا اور بعض کا ذکر نہیں کیا۔

اور مجھ کے لیے ملاحظہ احادیث پر مطلع ہونا کافی نہیں، بلکہ اس کے لیے تو دوسری بہت سی شرائط ہیں، جن کا پابان ضروری ہے اور اس کے ساتھ ساتھ عمل صالح، عبادت، تقویٰ کا احرام بھی ملحوظ ہے۔ اور میں نے سنت نبوی سے اس کے دلائل لکھے ہیں۔

(۳) بعض لوگوں نے فقہ کی مداول کتب میں احادیث ضعیفہ اور موقوفہ سے متعلق کا شکوہ کیا ہے۔ اور یہ خیال کیا ہے کہ یہی امام احمد ہب کے دلائل کی بنیاد ہیں۔ آخر اس طرح کو اختیار کرنے کے بعد اس کی راست کیسے تسلیم کی جائے؟ جب دلائل ضعیف ہوں گے تو حکم کا نفاذ بھی ضعیف ہوگا۔ اس کا جواب میں نے مختلف اہم اقوال کی طرف توجہ داکر تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اور ان پر چار صفحات سے یہیر حاصل کر سکتے ہیں۔

۱۔ کتب فقہ میں جو احادیث مذکور ہیں ان میں سے بعض تو امام احمد ہب کے دلائل ہیں اور بعض غرض و متعلق کتب کے اپنے اشتداد سے ہیں۔

۲۔ ان احادیث کی ضعیفہ ان محدثین کی اسانید پر نظر کرنے کے بعد معلوم ہو سکی جنہوں نے ان روایات کی تخریج کی ہے جب کہ امام احمد ہب کی اپنی اسانید کا ان سے مطابقت نہیں کیا گیا۔ آخر مذاہب کی اپنی اسانید خاص ہیں۔

اس بات کی وضاحت کے لیے میں نے "تحریر و احوال و احوال و احوال و احوال" کو پیش کیا ہے۔

۳۔ بعض روایات ایک فقہی حکم حدیث کو حکم اور مسئلہ کے لیے دلیل کے طور پر پیش کرتا ہے جب کہ وہ حدیث ضعیف ہوتی ہے، لیکن اس کے لیے ثلث اور قوی مؤیدات پائے جاتے ہیں اور فقہ کا اس کو دلیل کے طور پر اختیار کرنا قصود اور مراد پر صراحت کے

ساحر والہیت کی بنا پر ہوتا ہے۔ اس کی وضاحت کے لیے میں نے دو مثالیں ذکر کی ہیں۔  
 ایک حدیث:

”إِنَّمَا الظَّالِمُ بِعَيْنِ أَحَدٍ بِالْمَالِ“ و ”سَلَاةُ الظَّالِمِ عَذَابُ“

۱۔ کبھی دیکھ حدیث ضعیف ہوتی ہے اور اس کی تخریج کے لیے دوسرے شاید بھی نہیں ہوتے لیکن امام ابنہ حب کا دیکھنے کے طور پر اس حدیث ضعیف کا اختیار کرنا اس مسئلہ میں دوسری جگہ حدیث کے نہ بننے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اور ایسی حدیث پر عمل حتم کرنا قیاس کے انتہاء پر عمل کرنا ہے۔

لہذا کی توفیق سے یہاں پر (خامس) پیکھل ہوا۔

أَسْأَلُ اللَّهَ الْمَوْلَى عَزَّ وَجَلَّ أَنْ يُجْعَلَ قَبْلَ الْفَرَادِ وَالْمَسَاءِ وَوَعْدِهِ لِي بِهِ  
 الْآخِرَ وَالْقَوَامَ تَعْلُفَهُ وَعَنْهُ أَنَّهُ وَلِي كُلِّ شَيْءٍ وَنِعْمَهُ وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى سَيِّدِنَا وَ  
 مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ. وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ.

کتبہ محمد مؤتمن وحفظہ اللہ

حلب جامعۃ العلم الشرعی

۱۷ من شهر ربيع الأول ۱۳۹۸ھ

## ضمیمہ (۱)

راہد عالمی اسلامی کوئٹہ سر جو ”زمائل کلمی اٹھنی“ کے نام سے نکلا ہے اس کے سال  
 اول کی دوسری اشاعت میں کلمی مذکورہ ۱۱ نے ایک قرارداد پاس کی جو اکثر فقہاء کے درمیان  
 فقہی اشکاف اور بعض قیمیں فقہ کے مذہم تعصب سے تعلق نہ رکھتا ہے اور اس قرارداد پر کلمی کے  
 ان افراد کے دھمکانے کے لیے جو اس ناک سلسلے کے بارے میں عالم اسلامی کے منکران نظر کے پیش  
 کرنے والے عالم اسلام کے ترجمان تھے۔

۱۶ جنوری ۱۹۵۹ء اور اس کے بعد صفحات اور صفحہ ۲۱۹ اور اس کے بعد صفحات کا حق ہے:

کلمی مجمع فقہی نے اپنے دوسری اجلاس میں جو ۱۳۹۸ھ میں منعقد ہوا جس میں غائب  
 کے دو بیان فقہی اشکاف اور ان غائب کے بعض قیمیں اور بھی کاردار کے درمیان غائبی  
 تعصب کے موضوع پر بحث ہوئی۔ اس کا حق و سزا زائل ہے۔

الحمد لله وحده والعافاة والسلام على من لا نبي بعده، سيدنا وابينا محمد  
 صلى الله عليه وعلى آله وصحبه وسلم ابدًا بعد:

کلمی مجمع فقہی اسلامی اپنے دوسری اجلاس میں جو کوئٹہ سر میں ۱۹۵۳ء میں  
 ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۷ اکتوبر ۱۹۷۷ء سے لے کر ۱۹۷۸ء میں ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۱ اکتوبر  
 ۱۹۷۷ء تک منعقد ہوا اس میں کلمی نے اس بحث پر غور و فکر کیا کہ غائب کا فقہی اشکاف اور ان  
 غائب کے عقیدے کا آئین میں کامل فرقہ اور عرضی غائبی مصیبت کی بنیاد پر کیا دوسرے کے  
 غائب اور اس مذہب کے علماء کو ملین و کھینچ کا نشانہ بنانا سے احتمال سے تجاوز ہے کلمی نے ان  
 حقائق اور انھوں کا جائزہ لیا جو ان مسائل کے ذیلوں میں اشکاف غائب کے بارے میں  
 احتمال کا سبب ہیں، وہی ”اشکاف“ میں کی بنیاد سے وہ واقف ہیں حقائق کے معنی کو سمجھتے ہیں،



گمراہ کر کے جانے بعض لوگوں نے حاصل ان کے دلوں میں یہ بات بٹھادی ہے کہ جب شریعت اسلامیہ کسی شریعت سے جو اس کے اصول و فرائض عظیمہ اور سنتوں پر سے ثابت اور حقیقی طریقہ میں تو یہ مذاہب کا اختلاف ہونا چاہیے اسکی دیکھنا ہے سب جہد ہو کر ایک مذہب کو کیوں اختیار کریں کر چلنے جا کر ایک طریقہ پر ایک مذہب پر کر کے حقائق احکام شریعت کا اچار اور مذاہب کا جائزہ لیں۔

پہلے نے مذہبی مصیبت اور منافرت کی مشکلات پر غور کیا۔ خصوصاً ان جو ان نسل کے افراد جن کی اگر سے قسمی رحمانیت سے متاثر ہوئے اور وہ اپنے اجتہادات کی بات کرتے ہیں۔ اور ان مذاہب کو جو پوری آپ و کتاب کے ساتھ قائم ہیں۔ ان کو اصغر اختلافات کا نشانہ دیتے ہیں جن کو امت اور علماء امت نے فروعی امور کے ساتھ اپنا ہوا ہے اور اصولوں سے اس پر عمل کرتا ہے اور ان مذاہب کے اندر کو اصولی اختلاف اور بعض کو گمراہی اور دوسرے کو لوگوں میں بکھڑا دیتے ہیں۔ فقہ پر دینی سے متعلق مسائل سے دو اجتہاد اور ان کے ساتھ کی پر غور و بحث کے بعد صحیح فطری نے لوگوں کو گمراہ کرنے والوں اور مذہب بیکارہ نے دلوں کی صحیح کی طرف سے متوجہ کر دیا۔ ماں باری کیا اولاد مذہب کے اختلاف کے متعلق سے

کافی بات ہو ہے کہ مذہب اسلامی جو عربوں میں قائم اور لوگوں میں معمول رہا ہیں۔ ان کے فطری اختلاف کی وجہ نہیں ہیں۔

اختلاف ہی پہلو سے مذاہب کا اختلاف

فطری پہلو سے مذاہب کا اختلاف

کلی التوحید کا اختلاف نہ تھا کہ جسے تعلق رکھتا ہے وہ دو حقیقت ایک ہی عظیم مصیبت ہے جس کے سبب جہاد اسلامی میں بڑے بڑے طوفان کھڑے ہوئے اور بڑے بڑے حادثات پیش آئے۔ اس نے مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کیا اور ان کی صفوں میں انتشار پیدا کیا۔ یہ انتہائی قابل غور کی حالت ہے۔ ایسا ہرگز نہ ہونا چاہیے اور اس بات کی شدہ ضرورت ہے کہ اسے اسلامی اہل سنت و جماعت کے مسلک و مکتب پر پہنچ ہو جو مسابقت اور جانچ اسلامی فکر کی حامل ہے۔ اور خصوصاً کرم علی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدہ کے بیچ اور ان کے پیروں پر استوار ہے۔

جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے "علیکم بسنی وسنۃ الخلفاء الراشدين من بعدي، تسکونا بها ونحضر علیہا نالوا جہنم" "تم پر میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت لازم ہے جو میرے بعد آئیں گے۔ ان کے طریقہ کو مضبوطی سے پکڑ لو۔"

دوسرا اختلاف بعض مسائل میں فقہی امور پر ہے اس کے علمی اسباب اور فکری ہیں اور اس قدر تھوڑی سی اس اختلاف میں ہے جو شخصیتیں ہیں۔ ان اختلافوں میں سے ایک بڑی سخت خصوصیت احکام کے اختلاف میں فروعی امور کے علاوہ ایک فقہی وسیع خوراک کا سبب ہے۔ جس میں امت اسلام کے لیے وہی اور شریعت کے معاملے میں بہت سی کھینچ اور کشیں ہیں۔ چنانچہ امت کسی ایک فطری حکم کی تعلیق میں کسی ایک راہ کی پابندی نہیں کر کے سوا کوئی اور راستہ نہ ہو۔ بلکہ سب حالات ایسے ہوں کہ کبھی خاص حالت میں اور کبھی خاص مسئلہ میں ان کے لیے عمل کا سہارا یا نقلی اصول اور رنگ ہو جائے تو دوسرے فقہاء کے مسلک میں ان کے لیے صحت اور سہولت کی گنجائش موجود رہتی ہے۔ چاہے ان مسائل کا تعلق ایمانات یا معاملات سے ہو، یا عبادی یا فرائضی مسائل یا قضا اور جتنے مسائل اور مسائل فروعی کی درجہ میں امت کے لیے ہر قسم کی صحت اور کثرت کی کامیابی حاصل ہو جاتا ہے۔

اس لیے یہ دوسری توجیہ کا اختلاف ممکن نہیں کہ واقعہ یہ کہ ان کی خصوصیت صلیہ قرآن و سنت کی بہت سی ایک ہیں جو ایک سے زیادہ سو فی ۱۲۰ اصل رکھتی ہیں، ایسا کہ ایک شخص میں تمام احادیث و روایات کا احاطہ نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ خصوصاً محدود ہیں اور واقعات و حادثات ہیں اور قیامت تک کے نئے واقعات اور حادثات پیش آتے رہتے ہیں، ایسا کہ علماء امت نے تصریح فرمائی ہے۔ چنانچہ قیاس اور اجتہاد کی طرف احکام کی باتوں اور شارع کے حضور اور مسامحہ شریعت اور سنت پیش آنے والے مسائل میں قیاس اور اجتہاد کی طرف رجوع کرتا ہی نہ ہے۔ اور اس بارے میں مختلف اختلافات کے باوجود علمائے کرام اور ائمہ و بزرگواروں میں اختلاف کا رائج ہونا ایک فطری امر ہے۔ اس لیے ایک مسئلہ میں ان کی طرف سے مختلف احکام آجاتے ہیں اور

ہر ایک کا مقصود حق کی اتباع ہے جس کی اسنے اجتہاد میں صاحب ہر یک حکم مسئلہ کی طرف راہنمائی ہو جاتی ہے تو اس کے لیے ہدایت ہیں اور ہر اجتہاد میں خطا کے مرتکب ہوں ان کے لیے ایک اجتہاد اجتہاد کا ہے ہی۔ اور ہر ایک سے وصیت کا تصور اور نکل اور مرتب کا ازالہ ہوتا ہے تو اس اختلاف میں جو فقہی اور فرائضی ہے اس میں تعظیم کا کوئی پہلو ہے اس میں تو وصیت ہی وصیت ہے اور وصیت ہی وصیت ہے۔

یہ اختلاف مسلمانوں پر آیا اور مسلمانوں میں ہے کہ جس پر امت کو ہر ایک کا چاہیے نہ کہ محض اور اولاد۔ لیکن ایسے گمراہ کی اس سرچش کے انھوں نے جو ان مسلم طبقہ مسئلہ میں چکا ہے ان کی منہج اور گمراہی و غلطی اسطرح پر دکھائی کہنے والے حالات سے ظاہر ہو جاتے ہیں اس فقہی اختلاف کے کوئی کے سامنے نہ آکر کیا اور کسے چھوڑ دینا کہ یہ اختلاف ہی اختلاف ہو اور جو ان میں فرائض اور فقہی کرتی ہے عائشہ اور کبار کا ظاہر ہوتا ہے۔

یہ دوسرا مسئلہ ہے کہ جو سیدہ فاطمہ کا نام اعلان و اعلام کر کے ایک یا کتب پر اور حدیث فقہی لمبے کی بنا پر رکھی جائے اور پہلے سے قائم فقہی مذہب اور ان کے انکار کو سن کر جھنجھکاؤ کا نشانہ بنایا جائے یا ان کے بعض انوکھے عقیدے سے متاثر کرنے کی کوشش کی جائے۔ لہذا اس مسئلہ پر اہل وضاحت میں جو مذہب بھی کی اذیت اور وصیت اور کتبوں کو غلطی اظہار کرتی ہے ان حدیث پر پندوں اور دوسروں کے ہاتھ کھولنے والوں کے لیے ایک دینی عبرت ہے اور ان پر مذہب اور فرائض ہے کہ اپنے اس نفرت انگیز اور مبغوض ترین مذہب سے بڑا ہا گیا جس کا کوئی مذہب ایسے نہ کرے تو ان کو گمراہ کرتے ہیں اور ان کے عقول میں اشتباہ پیدا کر کے امت مسلمہ کا شیرازہ بکھرنے کی سعی کر رہے ہیں۔ اور ان کے اعتقاد میں حدیثی اہل کرامت اہل اسلام کے لیے توفیق حاصل ہے کہ وہ اپنے ہیں۔ ایک ایسے پر آشوب اور پر فتنہ اور مذہب کا اصرار کے اسلام کی طرف سے جس میں عقیدہ فانیوں کا سامنا ہے جس میں اس پاک کلمہ مگر سے بڑا ہونے والی فرائض و اعتقاد کی وصیت کے ہر امت کی عقول میں ہاتھ دھانکی کی فکر کرتی ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم تسلیماً  
تکبر اہ والحمد لله رب العالمین

توقیع  
عقب ازین

توقیع  
عقب ازین

ارکان مجلس

توقیع

توقیع

محمد بن حنفیہ

داکتر عبد اللہ ابنہ

عبد اللہ عبد الرحمن لہسام

توقیع

توقیع

سارح بن نواز ابن الخوزان

محمد بن عبد اللہ بن سہیل

مستطی احمد رزاق

توقیع

توقیع

محمد بن مصوف

ابو اسحق علی اللہ دی

محمد بن عبد اللہ بن قنہ

توقیع

توقیع

محمد بن زکی المکر

ابو جری

دا احمد بنی السی

توقیع

توقیع

محمد بن عبد اللہ بن

محمد بن عبد اللہ بن

دا احمد بنی السی

مقر مجلس الفقہ الاسلامی

۱۔ شرعی رخصت وہ حکم ہے جو کسی طہر کی بنا پر ہو، اس کا مقصد اصل حکم کو واجب کرنے والے سبب کے ساتھ اس سبب تکلیف کی نفی اور بیانی کو کم کرنا ہے۔ اس سبب کے پائے جانے کے ساتھ رخصت کے شروع ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اس شرط کے ساتھ کہ اس کے دوائی موجود ہوں۔ رخصت کو اپنے مواقع تک محدود رکھا جائے جس میں شریعی اصول وضو یا نہی ہی رہی کی جائے۔

۲۔ فقہی رخصتوں سے مراد کسی مذہب کا وہ فقہی اجتہاد ہے جو دوسرے ایسے اجتہادات کے مقابلے میں جو کسی امر کو ممنوع قرار دیتے ہوں، مباح اور جائز قرار دیتے والا ہو۔ فقہاء کی رخصتوں پر عمل، اس معنی میں کہ وہ ان کے جگہ (آسانی پر مبنی) کا قول کو اختیار کرتا ہے، اولیٰ ۳۱، قوت مندرجہ اصول فقہاء کی روشنی میں جائز ہے۔

۳۔ عام اصول کے مطلق سے حاصل ہونے والی رخصتوں کے ساتھ اصل حکام کا ہی معاملہ کیا جائے گا کہ وہ شرعی طور پر معتبر صحت کو سامنے لانے والی ہوں۔ اسی کے ساتھ وہ اہل تقویٰ اور علمی امانت کی حامل شخصیات کی اجتہادی کوششوں کے نتیجے میں سامنے آئیں۔

۴۔ محض اپنے ذاتی رجحان کی بنیاد پر طے پانے والی رخصتوں پر عمل جائز نہیں ہے۔ اس لیے کہ وہ تکالیف شریعہ سے آزادی اور ایمانیت کے حروف ہوگا۔ چنانچہ مندرجہ ذیل اصول وضو یا نہی کی روشنی میں ہی ایسی رخصتوں پر عمل جائز ہوگا۔

(الف) فقہاء کی رخصت پر مبنی اقوال شرعی طور پر مستحکم ہوں اور انہیں مذاق اقوال قرار نہ دیا جائے۔

(ب) رخصت پر عمل کی ضرورت موجود ہو۔ اس کے ذریعہ مشقت کو رفع کیا جائے۔ یہ ضرورت عمومی سطح پر معاشرے کی عام ضرورت ہو یا خاص یا انفرادی ہو۔

(ج) رخصت حاصل کرنے والا اختیار پر قادر ہو یا وہ اس پر قادر نہ ہو۔ اس کا اہل ہو۔

## ضمیمہ (۲)

ادھر "مجمع الفقہ الاسلامی" ہمد

تاریخ فقہ اسلامی کا لغوی

۱۔ مجمع الفہم ۱۳۱۳ھ مطابق ۱۹۳۲ء جون ۲۷ء کو دارالسلام۔ اردن کی میں مجمع الفقہ الاسلامی کا آغاز ہوا سالانہ اجلاس منعقد ہوا تھا جس میں پھر قرارداد پاس کی گئی تھی کہ یہ قرارداد مختلف اسلامی ملکوں کے ۱۳ ارباب کے ذریعہ پیش کیے گئے تھے۔ مقاصد کا خلاصہ ہے۔ ان مقاصد پر اجلاس میں شامل علما نے ہمیشہ کیوں۔ یہ کل مقاصد اور ان پر ہونے والے مذاقعات ۶۰۰ صفحات (اربع: ۳۵۵ ج ۶۴۰) پر مشتمل تھے۔

یہ اس قرارداد کا حصہ ہے اور اس کے اخیر میں مقررہ نہیں ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيدنا محمد خاتم النبيين و

عليه وآله وصحبه

قرارداد نمبر ۳/۱۶۸

رخصت کے حصول اور اس کے حکم سے مطلق

مجمع الفقہ الاسلامی کا آغاز ۱۳۱۳ھ مطابق ۱۹۳۲ء جون ۲۷ء کے درمیان منعقد ہوا۔ (فقہی) ۱۳۱۳ھ مجمع الفہم ۱۳۱۳ھ مطابق ۱۹۳۲ء جون ۲۷ء کے درمیان منعقد ہوا۔ (فقہی) رخصت کے حصول اور اس کے حکم سے مطلق موصول ہونے والے مقاصد اور ان سے مطلق ہونے والی بحث و مذاقعات کے بعد مندرجہ ذیل قرارداد پاس کرتی ہے:

(۴) رخصت کے حصول کے نتیجے میں اس منوع تعلقین کو اختیار کرنا لازم نہ آتا ہو جس کی تحصیل دفعہ ۶ میں آ رہی ہے۔

(۵) رخصت حاصل کرنا کسی غیر مشروع مقصد کی حصول پالی کا ذریعہ اور وسیلہ نہ ہو۔

(۶) رخصت کے حصول پر رخصت حاصل کرنے والے کا اہل مطہرین ہو۔  
(۷) غداہب کی تنہید کے تعلق سے تعلقین کی حقیقت یہ ہے کہ مقلد کسی ایسے ایک مسئلے میں جس کی دو یا دو سے زائد فروعیں ہوں مابقی کیفیت کو اہل میں لائے جس کا قائل اس مسئلے میں اس کے سب کا کوئی مجتہد نہ ہو۔

(۸) مندرجہ ذیل صورت میں تعلقین منوع ہے:

(الف) اگر وہ محض شخص درجہ اول کی بنیاد پر کسی کو رخصت کے حصول پر مائل کرے یا رخصت پر عمل کے مسئلے کے ذیل میں بیان کردہ اصول و ضوابط میں سے کسی ضابطے میں اس سے ظن آئے۔

(ب) یا یہ تعلقین انہما کے حکم کو کرنے والی ہو۔

(ج) یا وہ کسی ایسے عمل کی تائید ہو جس پر رخصت حاصل کرنے والا ایک ہی واقعے کے تعلق سے عمل کر رہا ہے۔

(د) وہ شارع یا اس کے مشاغل کی مخالفت پہنچل ہو۔

(و) وہ کسی صحیحہ و صحیحہ کی طرف لے جائے جس کا کوئی مجتہد قائل نہ ہو۔  
(واضاح علم)